Hararat E Wasal

Meem Ain

وہ اندھا دھندھ بھاگتی چلی جارہی تھی۔ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اسے بھاگتے ہوئے صدیاں بیت گئی ہوں۔پیروں میں موجود اونچی ہیل والا جوتی وہ اتار کر کہیں پھینک چکی تھی جس کے باعث روڈ پر موجود کنکر پیروں میں چبھ رہے تھے۔پر اسے اس وقت کسی درد تکلیف کی پرواہ نہیں تھی۔پرواہ تھی تو بس اپنی عزت کی حفاظت کی۔

سرخ عروسی جوڑا بارش میں بھیگنے سے گیلا ہو کر جسم سے چپکا الگ کوفت زدہ کر رہا تھا۔نیٹ کا باریک دوپٹہ بھاگنے کے دوران ہوا کے ساتھ پھڑ پھڑا کر پیچھے کی طرف اڑ رہا تھا۔

محض چند گھنٹوں میں ہی اس کی زندگی نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ وہ منہ کے بل آگری تھی۔

بھاگتے ہوئے اسے محسوس ہوا کے پیچھے بھاگتے آدمی قریب تر آچکے ہیں۔

وہ موڑ مڑتی دوسرے روڈ پر آئی جب قریب ترین آتی گاڑی کی تیز ہیڈ لائٹس نے اس کی آنکھوں کو چندیا دیا۔

بہت مشکل سے اس نے اپنے قدم روکے۔اس کے قدم روکتے پیچھے موجود آدمی بھی اس کے بلکل نزدیک آ گئے۔سامنے رکتی گاڑی سے ایک آدمی نکل کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا پر تب تک وہ پیچھے موجود آدمیوں کے چنگل میں پھنس چکی تھی۔

"!!! کہاں بھاگ رہی تھی میری بلبل!!! آخر ہاتھ آہی گئی نا"

پیلے دانتوں کی نمائش کرتا وہ مرد بھرپور خباثت سے ہنس دیا جب کہ اس کے بغل میں کھڑے باقی دو آدمیوں کے چہروں سے بھی خباثت ٹپک رہی تھی۔وہ اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ چیختی ہوئی سامنے کھڑے اجنبی کے پیچھے چھپ گئی۔

" جو کہنا ہے مجھے کہو۔"

وہ جذبات سے عاری لہجے میں بولا تو مقابل مکروہ ہنسی ہنس دیا۔

"طوائف ہے یہ صاحب! آج رات کے لئے خرید اتھا پر یہ ڈر کر بھاگ اٹھی۔"

اس کی بات پر وہ روتی ہوئی نفی میں سر ہلانے لگی۔ داؤد کمال نے چہرہ موڑ کر اپنے پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو عروسی جوڑا پہنے بکھری حالت میں کھڑی سر نفی میں ہلاتی آنسو بہارہی تھی۔ بارش کے باعث جوڑا بھیگ کر بدن سے چپکا ہوا تھا۔ دلکش سراپا عیاں تھا جسے وہ نیٹ کے باریک دوپٹے سے چھپانے کی کوشش کرتی ہلکان ہو رہی تھی۔ دلکش چہرے پر خوف و حراس پھیلا ہوا تھا۔

ن۔۔ نہیں یہ۔۔۔ یہ بکواس کر رہے ہیں میں طط۔۔۔ طوائف نہیں ہوں۔ اللہ کی قسم میں طوائف نہیں ہوں ایک شریف لڑکی ہوں۔"

کرب سے کہتی اپنی معصومیت کا یقین دلانے کی کوشش کرتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جانے کیا سوچ کر وہ پل بھر میں اس پر یقین کر بیٹھا۔ سخت تاثرات لئے وہ ان آوارہ آدمیوں کی طرف مڑا۔

"ایک سیکنڈ میں دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ تم لوگوں کو اندر کروانے میں ایک پل بھی نہیں لگے گا مجھے۔"

اس کے سرد لہجے اور الفاظ پر وہ پل بھر کو گڑبڑایا پر اگلے ہی لمحے خود کو شیر سمجھتا بولا۔

"بھئی تم سے چھین کر لے جائیں گے اس بلبل کو۔ اکیلے مزہ نہیں کرنے دیں گے۔ ہمارا ابھی تو حصہ بنتا۔۔۔"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی داؤد بھاری ہاتھ اس کے منہ پر جڑ گیا۔ پھر وہ رکا نہیں۔ انہیں بری طرح دھنک کر رکھ گیا۔ شراب کے نشے میں دھت وہ تینوں مردود اس تندوتوانا مرد کا مقابلہ نہ کر پا اور وہیں ڈھیر ہو گئے۔ وہ واپس اس لڑکی کی طرف مڑا۔

"دیکھیں بی بی میں ایک وکیل ہوں۔ قانون کا بندہ ہوں اس لئے بغیر ایک بھی لفظ جھوٹ بولے مجھے پوری بات بتا دیں کہ اس طرح دلہن بلکہ اجڑی ہوئی دلہن بن کر آدھی رات سنسان سڑک پر اس برستی بارش میں کیا کر رہی ہیں آپ؟"

اگلے پانچ منٹ میں وہ زولیخہ کی زبانی اس کی کہانی جان چکا تھا جس پر کافی حد تک وہ یقین بھی کر چکا تھا۔

"کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا انسان ہے جو شادی کا خواہاں ہو؟؟"

اس کے سوال پر وہ آنکھیں سکیڑ گیا پر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ پھر سے بول اٹھی۔

"کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟؟"

ایک دم وہ دو قدم آگے ہوتی پوچھ اٹھی۔ پیروں میں بندھی پایل جھنجھنا اٹھی تو اس کی آواز اور سامنے کھڑی لڑکی کے سوال سے داؤد کو کوفت ہوئی۔

"یہ آپ کا مسلہ نہیں ہے بی بی آپ فلحال اپنے مسلے پر توجہ دیں۔"

سرد مہری سے کہتا وہ دو قدم پیچھے کی طرف اٹھا گیا۔

"میرے مسلے کا حل اسی سوال میں پوشیدہ ہے۔ دیکھیں میں جانتی ہوں آپ مجھے ایک بدکردار اور بری لڑکی سمجھ رہے ہیں پر میں بہت مجبور ہوں پلیز مجھ سے شادی کر لیں۔"

اس کے سر پر بمب بلاسٹ کرتی وہ اگلے ہی پل جھکتی اس کے پیر پکڑ گئی تو داؤد کمال پتھرا گیا۔

وہ ساکت نظروں سے اپنے پیروں میں جھکی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اگلے ہی پل وہ پیچھے کی طرف قدم اٹھا گیا۔

وہ داؤد کمال تھا جسے عورت کی عزت کرنا بچپن سے سکھایا گیا تھا۔ جو عورت کی عزت کو اپنی عزت سے بھی زیادہ مقدم سمجھتا تھا۔ اس کے لئے عورت پیر کی جوتی نہیں سر کا تاج تھی۔ وہ کیسے ایک عورت کو اپنے پیروں میں بیٹھے رہنے دے سکتا تھا۔ داؤد کمال کی غیرت پر ضرب تھی یہ حرکت۔

"جو بھی بات کرنی ہے مقابل آ کر کریں۔ عورت پیر کی جوتی نہیں سر کا تاج ہے۔"

وہ لرزتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے مزید بولنے سے پہلے خود بول پڑی جیسے ڈر ہو کہ وہ صاف انکار نہ کر دے۔

میں وعدہ کرتی ہوں میری موجودگی سے آپ کی زندگی بلکل بھی متاثر نہیں ہو گی۔ میرا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہو گا آپ کے لئے۔ آپ کی زندگی کے کسی معاملے میں میں مداخلت نہیں کروں گی۔ کسی بے جان شے کی طرح ایک کونے میں پڑی رہوں گی۔ بس مجھ سے شادی کر کے میری عزت کی حفاظت کر دیں بس!!!"

اس کی بات پر داؤد کمال نے گہری نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ اس کا چہرہ چیخ چیخ کر سچائی ظاہر کر رہا تھا۔

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ صاف انکار پر نہ جانے کیا سوچ کر ایسا کر نہیں پا رہا تھا۔ پھر اچانک کوئی بات اس کے دماغ میں کلک کی۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں آپ سے شادی کے لئے پر آپ یہ مت سمجھئے گا کہ میں یہ آپ کے لئے کر رہا ہوں۔ میں صرف اور صرف اپنے لئے کر رہا ہوں۔ داؤد کمال کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔"

اس کی بات پر وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کک۔۔۔ کیا مطلب؟؟"

وہ آنکھوں میں الجھن لئے پوچھنے لگی۔

"میری عمر بتیس سال ہو چکی ہے اور میری ماں کا ارمان ہے داؤد کمال کے ماتھے پر شادی شدہ کا لیبل لگانے کا۔ آپ سے شادی کر کے میں اپنی ماں کی خواہش پوری کر سکتا ہوں۔"

سکون سے کہتا وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

"آپ بتیس سال کے ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں!!"

داؤد کو سمجھ نہ آئی کہ یہ سوال تھا یا بیان۔

آپ کو اعتراض کس بات پر ہے؟میرے بتیس سال کے ہونے پر یا غیر شادی"

"شدہ ہونے پر۔حالاں کہ اعتراض میری ظاہری شخصیت پر ہونا چاہیئے۔

اس کی بات پر وہ جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

نہیں مجھے کسی بھی بات پر اعتراض نہیں۔میں اس بات پر آپ کی مشکور ہوں کہ"

"آپ مجھ سے شادی کے لئے رضامند ہو گئے۔

وہ کہنے کے ساتھ ہی سینے سے لپٹا دوپٹہ مزید کسنے لگی۔

اس کی بے چینی محسوس کر تا وہ گاڑی کے کھلے دروازے سے اندر ہاتھ ڈال کر فرنٹ سیٹ سے اپنا کالا کوٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھا گیا جو وہ جھجھکتی ہوئی اس کے ہاتھ سے کوٹ تھام کر اپنے بھیگے لباس پر پہن گئی۔

سردی کی بھیگی رات میں وہ خود بھی بھیگی شرٹ پہنے کھڑا تھا پر اگر سامنے کھڑی نازک لڑکی ٹھنڈ میں بھیگتی اپنے بھیگے بدن کو چھپانے کی کوشش میں ہلکان رہتی تو لعنت تھی داؤد کمال کی مردانگی پر۔

میرے گھر کے قریب مسجد ہے۔ نکاح کے لئے وہاں جانا ہو گا ہمیں۔ اگر آپ مجھ پر یقین کر کے میرے ساتھ بند گاڑی میں اکیلے سفر کرنے پر رضامند ہیں تو ابھی چلتے "ہیں کیوں کہ پہلے ہی کافی رات بیت چکی ہے۔

اس کی بات پر وہ سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی اور آپشن بھی تو نہیں میرے پاس۔ اور جو انسان مجھے " "تین موالیوں سے بچا سکتا ہے اس پر اتنا اعتبار تو میں کر ہی سکتی ہوں۔

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس کے یہ الفاظ داؤد کے کانوں میں پڑے تھے۔

کچھ ہی دیر میں قریبی مسجد میں بیٹھے دو اجنبی افراد ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے بندھ چکے تھے۔

نکاح کے بعد وہ اسے ساتھ لیتا "کمال ہاؤس" کی طرف بڑھ گیا۔

تو نے کیا کر ڈالا

لٹ گئی میں مٹ گئی میں

ہاں جی او جی

۔۔۔۔ ہو گئی میں

تیری دیوانی، دیوانی

تیری دیوانی، دیوانی

رات کے کھانے کے ٹیبل پر بیٹھی وہ زور و شور سے گنگنانے میں مگن تھی۔ اس کے سامنے بیٹھا وجود ضبط کرنے پر مجبور تھا جب کہ باقی افراد اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"ہاں جی جناب ہم جانتے ہیں کہ محترمہ زونیہ صاحبہ اپنے آدم کمال صاحب کی دیوانی ہیں۔ چیخ چیخ کر علان نہ بھی کریں آپ تو یہاں بیٹھا ہر فرد اس بات کا گواہ ہے۔"

طالب کی بات پر آدم نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا۔

آئی تھنک تمہارے پاس کافی پیسے جمع ہو چکے ہیں اور اب اگر ایک ماہ کے لئے "

"تمہاری پاکٹ منی بند کر دی جاتو تمہاری جیب پر خاص فرق نہیں پڑے گا۔

اس کے ٹھنڈے ٹھار انداز و الفاظ پر طالب گڑبڑا کر رہ گیا۔

کیا بات کرتے ہیں بھیا۔میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔بغیر ہڈی کے زبان اکثر پھسل ہی "

"جاتی ہے۔

بوکھلا کر صفائی دے بیٹھا کہ کہیں واقعی پیسوں سے ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔

خیال رہے کہیں یہ بغیر ہڈی والا ایک پرزا تمہاری ہڈیوں کو لاتعداد پرزوں میں "

"تقسیم نہ کروادے۔

آدم کمال کی بات پر وہ حلق تر کرتا محض سر ہلا گیا۔خدشہ تھا کہ کہیں ایک لفظ مزید نکالنے پر واقعی کوئی سزا تعین نہ ہو جا۔

باقی سب افراد کے لبوں پر دبی دبی سی ہنسی مچل رہی تھی۔

اوں ہوں !!! کتنا دفعہ کہا ہے کہ کول رہا کریں۔غصّے میں بلکل بھی اچھے نہیں "

"لگتے۔آگ اگلنے والے ڈریگن لگتے ہیں۔

شرارت سے کہتی وہ بالوں کو جھٹکا دے کر کمر پر گرا گئی۔

"لگتا ہے اس ٹڈی کو اپنی جان بلکل بھی نہیں پیاری۔"

طالب پاس بیٹھے اشر کے کان میں گھس کر بولا۔

"بلکل سہی کہا۔مجھے اپنی جان بلکل نہیں پیاری کیوں کہ اس جان سے بھی پیارا کوئی اور ہے میرے لئے۔"

اٹھلا کر کہتی وہ فورک میں آملیٹ کا ٹکرا پھنسا کر منہ میں ڈال گئی۔

اس کی بات پر طالب اور اشر کو بے ساختہ کھانسی کا دورا پڑا تھا جو "کسی اور جان سے پیارے" کے گھورنے پر ختم ہوا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑا چھری کانٹا زور سے پلیٹ میں پٹخ گیا۔

"کبھی انسان ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا کرو تم دونوں۔بغیر سینگھ کے گدھوں کی طرح نہ ہر وقت ہانکتے رہا کرو۔"

اپنی بھرپور عزت پر وہ دونوں صدمے سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے جب کہ زونیہ کا مدھر قہقہہ گونج اٹھا۔

تبھی شور سنتی فار اکمال وہاں آئی۔

"کیا شور مچا رکھا ہے بچوں کی طرح۔"

ان کے ڈپٹنے پر سب ایک دم اپنی آوازیں بند کر گئے۔

یہ تھے کمال ہاؤس کے مکین۔ اس گھر کے سربراہ کمال احمد اور فارا کمال تھے جن کو اللہ نے تین بیٹوں سے نوازا تھا۔ سب سے بڑا آدم کمال جو اپنے باپ کا بزنس سمبھال رہا تھا بلکہ اسے عروج پر لے جا چکا تھا۔ اس کے بعد طالب کمال جس نے ایم بی اے کرنے کے بعد کچھ ماہ پہلے ہی آفس جانا شروع کیا تھا اور سب سے چھوٹا اشر کمال جو یونیورسٹی کے آخری سال کا سٹوڈنٹ تھا۔

پر ان سب سے بڑا داؤد کمال تھا۔ کمال احمد کی پہلی بیوی صائمہ کمال کی اولاد۔ جب داؤد چار سال کا تھا تب صائمہ کی ایک ایکسیڈنٹ میں وفات ہو گئی۔ سال گزرنے کے بعد کمال احمد کی شادی فارا احمد سے ہو گئی اور اللہ نے انھیں تین مزید بیٹوں سے نوازا۔ داؤد جب بیس سال کا ہوا تو ہارٹ اٹیک کے سبب کمال احمد وفات پا گئے۔

داؤد کمال نے بن کہے پورا گھر سنبھال لیا۔

زونیہ فارہ احمد کی یتیم بھانجی تھی جسے بھائی اور بھابھی کی حادثاتی وفات کے بعد وہ اپنے ساتھ لے آئی۔ تب زونیہ محض تین برس کی تھی۔ یوں زونیہ چپکے سے اس گھر کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کے دل کی مکین بھی بن گئی۔

اور یہ لڑکی آدم کمال کی دیوانی تھی جسے وہ نظر بھر کر دیکھتا بھی نہ تھا۔

لاس ویگاس رات کے اس پہر بھی روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں کے سب سے بڑے کاسینو میں لوگ حرام مشروب پیتے جوا کھیل رہے تھے۔

ایسے میں اس کی پر سوچ نگاہیں کہیں اور ہی جمی ہوئی تھیں۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سگار سلگ رہا تھا۔ تبھی اسے نسوانی چیخوں کی آواز سنائی دی۔ وہ ان چیخوں پر بلکل بھی متوجہ نہ ہوتا اگر وہ آواز شناسا نہ ہوتی۔

اس آواز کو تو وہ ہزاروں کیا لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ یہ آواز اس کی سماعتوں میں بسی ہوئی تھی۔

اس نے ایک جھٹکے سے سر گھمایا تو دو لمبے چوڑے آدمی ایک لڑکی کو گھسیٹ کر سامنے بنے کمروں کی طرف لے جا رہے تھے۔ لڑکی نے گھٹنوں تک آتا بلیک سکرٹ اور کمر کو چھپانے میں ناکام سلیو لیس شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ بھورے اور سنہری بال اونچے جوڑے میں بندھے تھے۔

یہ لڑکی وہ نہیں تھی۔ وہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ سر جھٹک کر نظریں پھیرنے لگا جب اس لڑکی نے چہرہ موڑ کر مدد کے لئے چلانا شروع کیا۔

وہ جو نظریں پھیرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی آنکھیں وہیں ساکت ہو گئیں۔ اگلے ہی پل وہ تیر کی تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس کی دائیں بائیں موجود آدمیوں کے جبڑوں پر مکے جڑ دیے۔

وہ اس حملے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے پل بھر میں ڈگمگا گئے پر اگلے ہی لمحے سنبھال کر جوابی وار کرنے لگے جب اس کے چہرہ پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے کی ہوائیاں اڑی۔

"بب۔۔۔باس آپ!!!"

وہ آدمی ھکلا کر بولا تو وہ اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑ گیا جب کہ وہ لڑکی بغیر اس کی طرف دیکھے تیزی سے اس کے پیچھے چھپ گئی۔

"؟؟ زبردستی کیوں لے جا رہے ہو اس لڑکی کو"

سرمئی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ کر بولا تو وہ آدمی سر جھکا گیا۔

باس اس کے شوہر نے اسی لاکھ میں بیچا ہے اسے۔پیار سے مان نہیں رہی تھی تو"

"زبردستی کرنی پڑی۔

اس کی بات پر وہ لب بھینچ گیا۔

۔"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور آج کے بعد اس لڑکی سے سو فٹ دور نظر آؤ۔"

اس کے حکم پر وہ دونوں سر ہلا کر وہاں سے چل دیے تو وہ رخ موڑ کر پیچھے کھڑی لڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

پانچ سال۔۔۔پانچ سال بعد اس بزدل لڑکی کو اپنے سامنے دیکھا تھا باسط درانی نے پر جس حال میں دیکھا تھا دل کر رہا تھا اس کا نیم برہنہ وجود خود ہی اپنے ہاتھوں سے جلا کر راکھ کر دے جس کی دلکشی سے لاتعداد لوگ آنکھیں سینک چکے تھے۔

ایمان احمد اسے اپنے مقابل پا کر شرم سے ڈوب مر جانے کو تھی۔

باسط نے اپنا لونگ کوٹ اتار کر اس نے شانوں پر ڈالا اور اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکل آیا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر اسے دھکا دے کر بٹھایا پھر خود بیٹھتا فل سپیڈ میں گاڑی آگے بڑھا گیا۔

کاسینو سے فلیٹ تک وہ ایک لفظ نہ بولا تھا بس ضبط سے اس کی مدھم سسکیاں سنتا رہا تھا۔

گاڑی پارک کر کے وہ اس کی طرف آیا اور دروازہ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ زمین پر جا گری۔ وہ پنجوں کے بل اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"اس لئے مجھ سے آزادی حاصل کی تھی تم نے تاکہ جس بدن کو ہمیشہ مجھ سے بھی چھپا کر رکھا اسے لوگ دعوت نظارہ سمجھ لیں۔"

اس کی سرمئی آنکھوں میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔ ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی جو چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ ایمان چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

میں گنہگار ہو گئی۔ میں ناپاک ہو گئی ہوں آج۔ غیر مردوں نے گندی نظروں سے "
میرا جسم دیکھا مجھے غلط ارادے سے چھوا۔ مجھے مار دو مجھے ختم کر دو پلیز مجھے خود سے
"گھن آ رہی ہے۔

ہزیانی ہوتی وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے گلے پر رکھتی دبانے لگی۔

باسط نے ہاتھ چھڑوا کر اسے کندھوں سے تھامتا زوردار جھٹکا دیا۔

ہوش میں آؤ پاگل ہو گئی ہو؟؟ تم پاک ہو۔ شبنم کے پہلے قطرے کی طرح پاک!!! "
"سمجھی۔

اس کے لہجے کا سرد پن اور اپنے دکھ محسوس کرتی وہ بلک رہی تھی۔

باسط نے اسے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔ پھر الماری کی طرف بڑھا اور اپنا ایک ٹراؤزر شرٹ نکال کر اس کے قریب آیا۔

"سامنے وہ رہا باتھ روم۔ دو منٹ میں چینج کر کے آؤ۔"

وہ ڈریس س کے ہاتھ میں پکڑاتا باتھ روم کی طرف اشارہ کرتے بولا تو وہ کانپتی ٹانگوں کو ہمت دیتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

چینج کر کے وہ واپس کمرے میں آئی تو وہ سر ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر بیٹھا تھا۔

اس کی موجودگی محسوس کرتے وہ اٹھا اور اس کے بلکل سامنے کھڑا ہو گیا۔وہ اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا پر اس وقت اس کی حالت قابل رحم لگ رہی تھی۔

"فلحال صرف ایک سوال پوچھوں گا۔اپنے شوہر سے تعلق رکھنا چاہتی ہیں؟؟"

جانے ضبط کا کون سا عالم تھا یہ جو باسط درانی اپنی محبوبہ سے اس کے شوہر کے ساتھ تعلق کا پوچھ رہا تھا۔

"پانچ ماہ پہلے مجھے طلاق دے چکا ہے وہ۔"

بے تاثر لہجے میں بولی تو ایک پل کے لئے باسط درانی کی آنکھوں کا رنگ بدلہ تھا۔

اگلے ہی پل وہ اپنے قدم پیچھے اٹھا گیا۔

"ریسٹ کریں آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔کھانا بھجواتا ہوں۔"

نظریں اس پر سے ہٹا کر کہتا وہ کمرے سے نکل گیا جب کہ ایمان بیڈ پر ڈھے گئی۔

جانے اور کتنے امتحان باقی تھے اس کی زندگی میں ابھی۔وہ بہت تھک گئی تھی۔بہت زیادہ!!!!

وہ اسے لے کر جس وقت گھر پہنچا آدھی رات گزر چکی تھی۔ سب سو چکے تھے اس لئے وہ اسے لیتا سیدھا اپنے کمرے کی طرف آیا۔

کمرے کے بیچ و بیچ لا کر اس کا ہاتھ چھوڑا اور ہاتھ میں پکڑا بیگ صوفے پر پھینکا۔ پھر مڑا اور دروازہ لاک کر کے واپس اس کے پاس آیا۔

آپ کے کپڑے بھیگ چکے ہیں۔ ایسے بیمار پڑ جائیں گی۔ یہ سامنے ڈریسنگ روم ہے" اور اس کے ساتھ باتھ روم۔ ڈریسنگ روم میں جائیں وہاں آپ کو میرے کپڑے مل جائیں گے۔ فلحال ان میں سے کسی سے کام چلا لیں کیوں کہ اس وقت لیڈیز ڈریس "ارینج کرنا مشکل ہے تھوڑا۔

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

داؤد نے گہرا سانس بھرتے الماری سے اپنا نائٹ ڈریس نکالا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

نہا کر فریش ہو کر وہ باہر نکلا تو سامنے ہی وہ اس کا جمپ سوٹ ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی۔

داؤد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ مجھے فریش ہونا ہے۔"

وہ جھجھک کر بولی تو داؤد سر ہلا گیا۔

"جھجھکنے کی ضرورت نہیں۔ جتنا یہ کمرہ میرا ہے اتنا ہی اب آپ کا ہے۔ آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لاتا ہوں کیوں کہ کافی بھوک لگ رہی ہے مجھے اور یقیناً آپ کو بھی لگ رہی ہو گی۔"

اپنی بات مکمل کرتے اس کا جواب سنے بغیر وہ کمرے سے باہر نکل گیا تو وہ اس کی پشت دیکھتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو تب تک وہ نہ صرف کھانا ٹیبل پر لگا چکا تھا بلکہ کمرے میں ہیٹر بھی آن کر چکا تھا۔

اس نے گرم پانی سے شاور لیا تھا پر پھر بھی سردی لگ رہی تھی پر کمرے میں آ کر ایک دم سکون کا احساس ہوا۔

"آ جائیں۔"

اسے دیکھ کر وہ کمرے میں ایک طرف پڑے ٹو سیٹر صوفے کی طرف بڑھ گا جس کے آگے پڑے کانچ کے ٹیبل پر کھانا پڑا ہوا تھا۔

وہ ہاتھ مسلتی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی صوفے کی طرف بڑھی تو اس کے اشارے پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

صوفہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ اس سے زیادہ فاصلہ قائم کر پاتی۔ اس کا شانہ داؤد کے بازو کو چھو رہا تھا۔

داؤد نے پہلے اس کی پلیٹ میں کھانا ڈالا پھر اپنی پلیٹ میں ڈالنے لگا پھر نہ جانے کیا سوچ کر رک گیا۔ دوسری پلیٹ پیچھے کرتے وہی پلیٹ اپنے اور زولیخہ کے آگے رکھی۔

"کھانا شروع کرو۔"

اس کے کہنے پر وہ چمچ ہاتھ میں پکڑ گئی۔ بریانی دیکھ کر بھوک مزید چمک اٹھی تھی۔ پلیٹ خالی ہوئی تو وہ پھر سے بھر گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تین پلیٹیں کھا گئے اور ڈش خالی ہو گئی۔

"؟؟ اور لاؤں"

اس نے پوچھا تو وہ بلاوجہ شرمندگی محسوس کرتی نفی میں سر ہلا گئی تو وہ برتن اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زولیخہ اب کی دفعہ کمرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔کمرہ کافی سے بھی زیادہ بڑا تھا۔دیواروں پر ہلکے گرے رنگ کا پینٹ ہوا تھا۔ایک پوری دیوار کے آگے ڈارک گرے پردے لٹک رہے تھے۔شاید اس کے پیچھے کچھ تھا۔کمرے کے درمیان میں کنگ سائز گول بیڈ پڑا تھا۔اور اس کے بلکل سامنے ڈریسنگ ٹیبل موجود تھا جس پر مختلف برانڈز کے پرفیومز رکھے تھے۔اس کے ساتھ تھوڑے فاصلے پر صوفہ موجود تھا جس پر وہ اس وقت بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی سامنے کانچ کا ٹیبل پڑا تھا۔کمرے میں روم فریشنر کی میٹھی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔بیڈ کے دائیں طرف ڈریسنگ روم اور اس کے ساتھ باتھ روم تھا۔ایک اور دروازہ بھی موجود تھا جو شاید سٹڈی روم تھا۔

اس کا کمرہ خوبصورت نہیں بلکہ شاندار تھا۔بلکل اس کے خوابوں کے جیسا یا پھر اس سے بھی حسین۔

اس نے سوچا کہ پردہ ہٹا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہے۔وہ صوفے سے اٹھ کر ابھی چند قدم ہی چلی تھی جب داؤد کمرے میں واپس آیا۔زولیخہ وہیں رک گئی۔

نظریں جھکا کر کھڑی ہوئی تو اپنے حلیے کو دیکھتی شرم سے پانی پانی ہوئی۔ دوپٹے کے بغیر داؤد کے سامنے کھڑی تھی۔ گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک کر اس کی شرٹ گیلی کر رہے تھے۔ ڈھیلی ڈھالی شرٹ کا گلا بھی اسے کافی کھلا تھا۔ کہاں داؤد کا اونچا لمبا مضبوط سراپا اور چوڑے شانے اور کہاں وہ نازک سی لڑکی۔ ٹراؤزر بھی فولڈ کرنے پہننے کے کچھ قابل بنایا گیا تھا۔

وہ شرٹ کا گلا ٹھیک کرتی دونوں بازو سینے پر باندھ گئی۔

اس کا حلیہ اور جھجھک کے سبب پڑتی سرخ رنگت دیکھتے داؤد کو نہ جانے کیوں ہنسی آئی پر وہ لب بھینچ کر ہنسی روک گیا۔ اسے خود پر حیرت ہوئی۔ نا جانے کتنے عرصے کے بعد اس کے احساسات یوں ہوئے تھے۔

گھبرائیں مت۔ کسی غیر محرم کے نہیں بلکہ اپنے شوہر کے سامنے کھڑی ہیں"

"آپ۔ پہلے اپنے بال خشک کر لیں ورنہ بیمار پڑ جائیں گی۔

نرمی سے کہتا وہ باتھ روم سے ٹاول پکڑ لایا۔ زولیخہ نے اس کے ہاتھ سے ٹاول پکڑا اور ڈریسنگ کے اگے بیٹھتی اپنے بال خشک کرنے لگی۔ داؤد جا کر بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔

وہ بال خشک کر چکی تو ٹاول باتھ روم میں رکھ آئی۔

مین لائٹ آف کر آئیں سامنے اس بٹن سے۔ سو جائے آ کر اب کافی زیادہ وقت ہو چکا ہے۔"

اسے کہتا وہ تکیے سہی کرنے لگا جب کہ وہ کنفیوز سے کھڑی تھی۔ پھر لائٹ بند کرتی ہمت کر کے بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ گئی۔

"لیٹ جائیں۔"

اس کی بھاری آواز سن کر وہ جی کڑا کرتی کنارے پر لیٹی تو داؤد اس پر کمبل ڈال گیا۔ وہ سختی سے آنکھیں بند کر گئی۔ چند پل ہی گزرے تھے جب اسے نیند نے آ لیا۔ داؤد نے ایک نظر اسے دیکھا اور خود بھی آنکھیں بند کر گیا۔

صبح ناشتے کے ٹیبل پر سب حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے۔ آدم کمال کی نظریں ہاتھ میں پکڑے نیوز پیپر پر جمی تھیں جب کہ بلکل سامنے بیٹھی زونیہ کی نظریں آدم کمال پر !!!!

طالب اور اشعر باتوں میں مگن تھے ساتھ ساتھ زونیہ کو بھی چھیڑ رہے تھے۔

فارا کمال وہاں آئیں تبھی داؤد کمال وہاں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر فارا کمال کا چہرہ تن سا گیا۔ پر جب اس کے پیچھے سے نکلتی لڑکی کو دیکھا تو ایک دم وہ کھڑی ہوا ٹھی۔ ان کی نظروں کا ارتقاز محسوس کرتے سب کی نظریں ایک ساتھ گھومی تھیں۔

داؤد نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور فارا کمال کی طرف بڑھا۔ ان کے دونوں ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگائے۔

"یہاں آئیں زولیخہ!!!"

اس کی پکار پر وہ جھجھکتی ہوئی داؤد کی طرف بڑھی تو وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر جسے وہ تھام گئی تو داؤد اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا گیا۔

طالب اشعر اور زونیہ پوری آنکھیں کھولے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے لئے یہ منظر ناقابل یقین تھا جہاں داؤد کے کندھوں سے بھی تھوڑا نیچے تک آتی لڑکی داؤد کے ہی کپڑے پہنے اس کی چادر کندھوں پر ڈالے اس کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ وہ لڑکی خوبصورت تھی۔ بے تحاشا خوبصورت!!! جو سادگی میں کھڑی بھی غضب ڈھا رہی تھی۔

"ممی یہ زولیخہ ہے آپ کی بہو اور زولیخہ یہ ممی ہیں۔ سلام کرو ممی کو!!!"

اس کی بات پر ڈائننگ حال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔فار اکمال کے چہرے کے تاثرات نا قابل بیان تھے۔آدم کمال ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر ٹیبل پر رکھ چکا تھا جب کہ سامنے بیٹھے تینوں نمونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

دھماکا ہی تو ہوا تھا صبح صبح کمال ہاؤس میں!!!!!

"ممی یہ زولیخہ ہے آپ کی بہو اور زولیخہ یہ ممی ہیں۔سلام کرو ممی کو!!!"

اس کی بات پر ڈائننگ حال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔فار اکمال کے چہرے کے تاثرات نا قابل بیان تھے۔آدم کمال ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر ٹیبل پر رکھ چکا تھا جب کہ سامنے بیٹھے تینوں نمونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

دھماکا ہی تو ہوا تھا صبح صبح کمال ہاؤس میں!!!!!

"کیسا مذاق ہے یہ داؤد!!!"

فار اکمال نا گواری سے بولتی دو قدم پیچھے ہٹی تھیں۔ان کے تاثرات دیکھ کر زلیخہ کا رنگ اڑ گیا۔

"مذاق نہیں حقیقت ہے ممی۔ آپ ہی تو چاہتی تھیں کہ میں شادی کر لوں میری عمر گزر رہی ہے۔ تو بس پھر آپ کا حکم مان لیا۔"

نرمی سے کہتا وہ اپنا ہاتھ زلیخہ کے کندھے سے ہٹا گیا تو وہ ڈر کے مارے اس کا بازو دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

"ہاں شادی کا کہا تھا میں نے پر یہ نہیں کہا تھا کہ کسی بھی راہ چلتی لڑکی سے شادی کر کے اس گھر میں لے آؤ اسے۔"

فارا کمال کے لب و لہجے میں ناگواری ہی ناگواری تھی۔

"یہ کوئی راہ چلتی لڑکی نہیں بلکہ میری محبت ہے ممی !!! داؤد کمال کی محبت اور عزت!!! امید ہے اسے یہاں وہی محبت اور عزت ملے گی جس کی یہ حق دار ہے۔

آئیں ناشتہ کرتے ہیں۔"

نرمی سے کہتا وہ زلیخہ کو اپنی کرسی پر بیٹھا کر ماں کا ہاتھ تھام کر انھیں بیٹھانے لگا جب وہ ایک دم ہاتھ چھڑوا تی وہاں سے چلی گئیں۔

زلیخہ نے دیکھا کہ داؤد کے چہرے کا رنگ پل میں پھیکا پڑا تھا اور ہر وقت بے تاثر رہنے والی آنکھوں سے بے چینی چھلک رہی تھی۔

"ناشتہ شروع کریں میں آتا ہوں۔"

اسے کہتا وہ خود ماں کے پیچھے چلا گیا۔

"حیرت ہے۔مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ آپ جیسی پرفیکٹ لڑکی کو اس کلوٹے میں نظر کیا آگیا۔اوہ اب سمجھا!!! اس کا بینک بیلنس!!!"۔

آدم کمال کی بات پر زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

طالب اشعر اور زونیہ ناگواری سے آدم کو دیکھ کر رہ گئے۔وہ داؤد کمال سے نفرت کرتا تھا۔اس کی تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا پر انھیں امید نہیں تھی کہ وہ ان کے پیارے بھائی کی اس کی نئی نویلی دلہن کے سامنے یوں تذلیل کرے گا۔

ہاں داؤد کمال ایک سانولا مرد تھا۔بے حد مکمل مگر سانولا۔اس کی رنگت اس کے لئے ایک طعنہ بنادی گئی تھی۔وہ چھے فٹ تین انچ کا بھرپور مضبوط جسامت اور حسین نقوش کا حامل انسان جو دنیا کے ٹاپ بزنس مینز میں شمار ہوتا تھا وہ اپنے ہی گھر اپنی سانولی رنگت کی وجہ سے جزباتی طور پر خوار ہوتا تھا۔

زلیخہ نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھ کر آنکھیں پھیر لیں۔داؤد کمال کی تذلیل برچھی کی طرح لگی تھی اسے۔اسے تو محسوس ہی نہ ہوا تھا کل سے لے کر اب تک کہ

وہ ایک سانولا مرد ہے۔ زلیخہ کو تو وہ ایک کامل مرد لگا تھا جس نے اس کی عزت بچائی تھی۔ جو اس کا محافظ تھا۔ ایسے مرد کیا تذلیل کے لائق ہوتے ہیں؟؟؟

اسے دلی طور پر دکھ ہوا تھا۔ بہت دکھ!!!! اسے پتا بھی نہ چلا کب اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

تبھی داؤد کمال وہاں آیا۔ اس نے ایک بازو ماں کے کندھے پر باندھ رکھا تھا۔ انہیں سربراہی کرسی پر بیٹھا کر وہ زلیخہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنا جھکا سر مزید جھکا گئی تاکہ وہ اس کی نم آنکھیں نہ دیکھ سکے۔

کھانا خاموشی میں کھایا گیا تھا جو کہ شاید پہلی دفعہ ہی ایسا ہوا تھا۔ داؤد کمال نے پہلے ماں کی پلیٹ بھری پھر زلیخہ کی پلیٹ بنا کر اس کے سامنے رکھ گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد سب سے پہلے آدم اٹھا اور ماں کا ماتھا چوم کر وہاں سے نکل گیا۔

"شام میں ملیں گے بھابھی پھر تفصیلی ملاقات ہو گی ابھی صرف اتنا بتا دیں کہ ہم آپ کے چھوٹے دیور ہیں اور یہ چڑیل آپ کی نند گلی کا گند۔۔۔ آہ!!!"

اشعر کی زبان کو بریک زونیہ کے ہاتھ کے کرارے تھپڑ نے لگائی تھی۔

"شرم حیا کر لو کچھ!!!"

اسے شرم دلاتی بولی جس کا شرم سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

"بھئی جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔ ہمیں کوئی شوق نہیں اپنے کرم پھوڑنے کا۔"

ہاتھ جھاڑ کر کہتا وہ اپنی چیئر سے اٹھا اور اپنا بیگ پکڑ کر وہاں سے نکل گیا۔

"بھابھی ہمارے چھوٹے بھائی کا اپر پورشن تھوڑا سا زنگ آلود ہے اور کبھی کبھی کھسک بھی جاتا ہے آپ ٹینشن مت لیجئے گا۔ آفس سے واپسی پر گپ شپ کریں گے ابھی اگر لیٹ ہوا تو دی ہٹلر آدم کمال کچا چبا جائیں گے مجھ معصوم کو۔ گڈ بائے ایوری ون!!!"

ان تینوں کی باتوں پر زلیخہ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

داؤد کمال نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ماں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"!!! ممی یہ بوئل ایگ بھی لیں نا"

وہ ماں کی پلیٹ میں بوئل ایگ رکھ گیا تو وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئیں۔

"!!! کھالیا بس۔ ریسٹ کروں گی اب"

سپاٹ تاثرات سے کہتی وہ اٹھیں تو داؤد بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ گیا۔

گڑیا میں بھی کورٹ جارہا ہوں۔ اپنی بھابھی کا خیال رکھنا اور گھر بھی دکھا دینا۔ شام "

"میں ملاقات ہوتی ہے انشاءاللّٰہ۔

کرسی سے اٹھ کر اپنا بریف کیس تھامتا وہ دوسرے ہاتھ سے زلیخہ کا گال تھپتھپاتا

زونیہ کو ہدایت دے کر نکل گیا تو وہ دونوں وہاں اکیلی رہ گئیں۔

زونیہ اٹھ کر زلیخہ کی طرف آئی اور اسے زور سے گلے سے لگا گئی۔

" !!!!اف بھابھی آئی ایم سو ہیپی "

زلیخہ تو اس قدر گرم جوشی پر پل بھر کے لئے بوکھلا گئی۔

زونیہ اس سے الگ ہوتی اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔

آپ نہیں جانتی مجھے طالب اور اشعر کو کس قدر شوق تھا داؤد بھیا کی شادی کا پر "

ہمیں یہ بات ناممکن ہی لگتی تھی۔ اب ہمیں کیا پتا تھا کہ وہ ہیر اچھپا کر بیٹھے ہیں۔ بھیا تو

"چھپے رستم نکلے۔

آخر میں شرارت سے بولی تو زلیخہ بے وجہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ آپ کی لو میرج ہے میرا مطلب داؤد بھیا جیسے کولڈ مین کو بھی محبت ہو سکتی ہے کیا!!!! سٹرینج!!! جو بھی ہے میں بہت خوش ہوں مجھے بہت پسند آئی آپ!!"

خوشی سے کہتی وہ زلیخہ کا گال چوم گئی تو وہ بے چاری اس جذباتی حملے پر سرخ پڑ گئی۔

"آئیں میں آپ کو گھر دکھاتی ہوں پھر فیملی البم بھی دیکھیں گے ہم۔"

خوشی سے کہتی وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لے گئی جب کہ ملازم اب برتن اٹھا رہے تھے۔

وہ نیم اندھیرے کمرے میں بیٹھا راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔

سرخ آنکھوں پر پلکوں کی جھالر گری ہوئی تھی۔اس کی پلکیں بہت خوب صورت تھیں۔لمبی اور گھنی۔

وہ یوں ہی آنکھیں موندے بیٹھا جھول رہا تھا جب دھیرے سے ذہن کے دریچوں پر بھولا بھٹکا منظر آ ٹھہرا۔

"؟؟ آپ مجھے ایسے کیوں دیکھتے رہتے ہیں"

اس کی گہری نظروں سے گھبراتی وہ ایک دم بول اٹھی۔

باسط درانی جب جب ایمان احمد کو نہ دیکھے تب تب اسے اپنی آنکھیں بے نور لگتی سی ہیں۔"

گھمبیر آواز میں بولتا وہ اسے گلابی پڑنے پر مجبور کر گیا۔

"!!! ایسے مت دیکھیں پلیز"

وہ لجا کر بولی تو باسط قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"تصور ہو یا تخیل، خواب ہو یا خیال، میری بے چین نظریں ہر جگہ آپ کو ہی دیکھتی ہیں۔"

وہ تو آج جیسے ٹھان چکا تھا کہ اسے منہ چھپانے پر مجبور کر دے گا۔

"اف باسط کیا کھا کر آئے ہیں آج آپ؟؟ ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی سستا نشہ کیا ہو۔"

وہ شرم چھپاتی چڑ کر بولی تھی۔

"آپ کی ان غزالی آنکھوں کے نشے سے بڑھ کر بھی کوئی نشہ ہو سکتا ہے کیا؟ آپ کی ان حسین آنکھوں کے سوا دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے بھلا۔ کسی دن جان ہی نہ لے لیں یہ میری۔"

اس کی بات پر وہ بلاوجہ ہی سر پر پڑا دوپٹہ مزید ماتھے پر کھینچنے لگی۔ اس آدمی نے آج ٹھان ہی لیا تھا کہ اسے بوکھلا کر چھوڑے گا۔

"جا رہی ہوں میں۔ اکیلے بیٹھ کر لگی رہیں۔"

خفگی سے کہتی وہ وہاں سے جانے لگی جب وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

"چپ چاپ بیٹھ جائیں ورنہ باخدا آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو واپس بیٹھانا پڑے گا مجھے اور میرے چھونے پر آپ کو ہے زیادہ اعتراض ہو گا۔"

اس کی بات پر وہ فوراً بیٹھ گئی جیسے ڈر ہو کہ وہ سرپھرا یہ بھی کر گزرے گا۔

"بلکل بھی اچھے نہیں ہیں آپ۔"

منہ پھلا کر بولی تو باسط کو اس پر مزید پیار آنے لگا۔

"جیسا بھی ہوں اب آپ کا ہی ہوں۔"

ہاتھ اٹھا کر بولتا وہ کندھے اچکا گیا۔

"؟؟؟ میناہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے نا۔ آپ کبھی مجھے چھوڑ تو نہیں جائیں گی نا"

اس کے سوال پر ایمان نے اسے دیکھا تو اسے باسط کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف نظر آیا۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جانے کیوں اس کے دل کو اس بات کا دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ اس کی مینا اس سے جدا ہو جا گی۔

آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔ میرا آخری جزیرہ ہیں آپ۔ مجھے موت تو قبول "ہے پر آپ سے جدائی نہیں۔

اس کا لہجہ اٹل تھا۔ ہر طرح کے شبے سے پاک۔

دروازے پر ہوتی دستک اسے حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی۔

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو حیران رہ گیا۔ اس کا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ اس قدر سردی میں پسینہ تو آنے سے رہا۔ تو کیا یہ آنسو تھے؟؟ کیا وہ رو رہا تھا ؟؟؟

خیر یہ آنسو تو پانچ سال پہلے اسے سوغات میں ملے تھے۔

اس نے بھیگا چہرہ صاف کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آجائیں۔"

اس نے باہر موجود انسان کو اندر آنے کی اجازت دی تو دھیرے سے دروازہ کھلا۔

سامنے ہی وہ کھڑی تھی۔

وہ جو باسط درانی کے سینے میں دل بن کر دھڑکتی تھی۔

اس کی پہلی اور آخری محبت!!!

جو کسی پکے ہوئے پھل کی طرح بن مانگے کسی اور کی جھولی میں ڈال دی گئی تھی۔

بیڈ کی چادر سے خود کو ڈھانپے کھڑی تھی۔

"وہ مجھے۔۔۔جائے نماز۔۔۔مل سکتا ہے؟؟"

اٹک اٹک کر بولی تو باسط بغیر ایک بھی لفظ بولے الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے جانماز نکال لیا۔

جانماز اسے تھما کر وہ نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"نماز پڑھنے کے بعد مجھے ملیں۔ ضروری بات کرنی ہے۔"

اسے کہنے کے بعد وہ خود کمرے سے نکل گیا۔

وہ لاؤنج میں بیٹھا کافی پی رہا تھا جب وہ آ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ سوجی ہوئی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

"مجھ سے نکاح کریں گی؟"

اس کے سوال پر ایمان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ بلکل ایسا ہی سوال اس نے آج سے پانچ سال پہلے کیا تھا اور اب پانچ سال گزر جانے کے بعد وہ پھر سے وہی سوال دہرا رہا تھا۔

ایمان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ خوشی کے احساس سے نہیں بلکہ غم کے کرب سے۔

اس کا جواب آج بھی وہی تھا جو پانچ سال پہلے تھا۔

" !!! نہیں"

اس کے جواب پر باسط سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے امید نہ ہو آج اس جواب کی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

اپنا جواب سناتی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

" !!! نہیں"

اس کے جواب پر باسط سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے امید نہ ہو آج اس جواب کی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

اپنا جواب سناتی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

"؟؟ وجہ جاننے کی گستاخی کر سکتا ہوں"

بہت ضبط سے بولا تھا وہ ورنہ دل کی حالت ایسی تھی کہ سب چیر پھاڑ کر رکھ دے۔

کیوں کہ میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتی۔ آپ ایک بہت اچھی لڑکی ڈیزرو "کرتے ہیں نہ کہ مجھ جیسی استعمال شد۔۔۔

اس کی بے کی تکمیل سے پہلے وہ اس چہرہ سختی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔ ایمان کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

مس ایمان آپ کون ہوتی ہیں مجھے یہ بتانے والی کہ میں کیا ڈیزرو کرتا ہوں اور کیا" "نہیں۔ یہ میری زندگی ہے اور اس کا فیصل مجھے کرنا ہے۔

اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں دیکھ کر وہ اس کا منہ اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کرتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا خود پر قابو پانے لگا۔

آج سے پانچ سال پہلے بھی میں نے فیصلے کا اختیار آپ کو سونپا تھا اور دیکھ لیا اس کا" نتیجہ ؟؟؟ آج فیصلہ میرا ہوگا۔باسط درانی کا!!! پندرہ منٹ میں نکاح خواں آرہا ہے خود کو ذہنی طور پر تیار کرلیں ورنہ بخدا سولہ منٹ کے بعد آپ بیٹھ کر باسط درانی کی لاش پر بیٹھ کر آنسو بہارہی ہوں گی اور میں زبان کا کس قدر پکا ہوں آپ سے بہتر "کون جانتا ہوگا یہ بات۔

اس کی سرد آواز اور نوکیلے الفاظ پر ایمان منجمند ہو کر رہ گئی پر وہ اسے دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔

اور پھر ٹھیک بیس منٹ بعد وہ ایمان احمد سے ایمان باسط درانی بن چکی تھی۔

وہ گواہان اور نکاح خواں کو چھوڑنے باہر تک گیا تو وہ صوفے پر ڈھے گئی۔ آنسو تواتر سے گالوں پر پھسلتے جارہے تھے۔وہ اس وقت اپنے نصیب سے سخت نالاں تھی۔ کہاں سے کہاں آگئی تھی وہ۔ کیا سے کیا بن گئی تھی۔

گزرے پانچ سالوں میں باسط درانی تو ایمان احمد کی جدائی پر روتا رہا تھا۔ اس نے بس جدائی کی تکلیف برداشت کی تھی پر ایمان احمد نے بے انتہا ظلم سہے تھے۔ وقت کے اس چکر نے جہاں باسط درانی کو جہاں کملا دیا تھا وہیں ایمان احمد کو بہت برے طریقے سے پیسا تھا۔

اس سے اس کی ذات کا غرور اور مان چھین لیا تھا۔

ان دونوں میں سے کون جانتا تھا کہ قسمت کے فیصلے اس قدر سخت ہوں گے۔

ایمان احمد کو ہمیشہ لگتا تھا کہ اسے غیر محرم سے محبت کی سزا ملی ہے اور شاید ٹھیک ہی لگتا تھا۔

باسط واپس آیا تو وہ بھیگا چہرہ اور بند آنکھیں لئے بیٹھی تھی۔ سر صوفے کی پشت پر ٹکایا ہوا تھا۔

اس کی موجودگی محسوس کرتی وہ دھیرے سے جڑی پلکیں کھول گئی تو نظریں سیدھا بلکل سامنے صوفے پر بیٹھے باسط کی نظروں سے ٹکرائیں۔ نظروں کے زبردست تسادم پر وہ بوکھلا گئی جب کہ باسط یک ٹک اسے دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

اپنی من پسند آنکھوں کا یہ حشر دیکھ کر باسط کے دل کو کچھ ہوا۔اسے عشق تھا ان گھٹاؤں سی کالی آنکھوں سے جنھیں اس نے کبھی نم نہ پڑنے دیا تھا پر کل رات سے باسط نے اس کی آنکھیں جب بھی دیکھیں بھیگی ہوئی ہی دیکھیں۔

"!!! یہاں آئیں"

وہ ٹانگ پر ٹانگ جماتا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولی تو وہ اس کی نگاہوں کی لپک محسوس کرتی جھجھک کر کھڑی ہوئی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف آنے لگی۔

اس کے قریب پہنچ کر ایمان نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دیا تو وہ بغیر ایک پل کی دیری کیے اسے جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ گیا تو وہ اس کی گود میں جا گری۔

اس کی اچانک حرکت سے ایمان کے لبوں سے دبی سی چیخ نکل گئی۔

"کس بات پر بن موسم برسات ہو رہی ہے ؟"

اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے مزید قریب کرتا وہ اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتا پوچھنے لگا۔

"نن۔۔۔نہیں تو۔"

اس کے کاندھوں پر ہاتھ جماتی دونوں کے مابین فاصلہ برقرار رکھنے کی اپنی سی کوشش کرنے لگی۔

زبردستی خود سے باندھ لیا ہے آپ کو اس لئے آنسو بہا رہی ہیں۔ آخر ظلم جو ہوا"
"!!! ہے آپ کے ساتھ

دوسرے ہاتھ کی انگلی اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھاتا بولا تو اس کی اس قدر قربت پر ایمان کی سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔ اس نے بھلا کہاں دیکھا تھا کبھی اس کا یہ روپ۔

"ظلم تو آ۔۔۔آپ کے ساتھ ہوا ہے۔"

نظریں جھکا کر کانپتی آواز میں بولی تو وہ اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر جھٹکا دیتا اس کا سر اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا۔

میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ کس پر ظلم ہوا اور کس پر عنایت۔ اس لئے آپ"
"کو اپنی زبان کو تکلیف دے کر اپنے قیمتی الفاظ ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

سرد لہجے میں کہتا وہ ایک اس کے چہرے پر جھکتا اس کی سانسیں قابض کر گیا۔

ایمان کو اس کے اس حرکت کی بلکل بھی توقع نہیں تھی۔وہ انسان جس نے کبھی اس کے نزدیک ہوتے اسے چھوا بھی نہ تھا وہ کیسے اس قدر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کر سکتا ہے تھا پر وہ بھول گئی تھی کہ پہلے وہ نامحرم تھا اور اب محرم۔اس کے جسم و جاں کا حق دار۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو برسوں کی وحشتیں اس کے نازک لبوں پر اتار رہا تھا۔

چند پل اس کی سانسیں خود میں جزب کر لینے کے بعد وہ پیچھے ہٹا تو وہ شرم سے گلنار ہوتی جھٹ سے چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

"!!! بب۔۔۔بہت برے ہیں آ۔۔۔آپ"

لرزتی آواز میں کہتی وہ اس کی قمیض کا کالر دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

وہ جھک کر اس کے کان کے قریب گنگنایا تو اس کے بولتے لبوں کا لمس اپنے کان پر محسوس کرتی وہ سختی سے آنکھیں بند کرتی مزید اس میں گھسنے لگی۔

داؤد ابھی تک واپس نہیں آیا تھا کورٹ سے۔وہ کمرے میں آکر بیٹھی ہی تھی جب دو منٹ کے بعد دروازہ ناک ہوا۔اس کی اجازت ملتے ہی زونیہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"!!! آجاؤ"

اس نے اپنے پیچھے موجود ملازموں کو اشارہ کیا تو وہ سامان سے لدے پھندے کمرے میں داخل ہوئے۔

زلیخہ حیرت سے سب کو دیکھنے لگی جو ہاتھوں میں پکڑے ڈھیروں بیگز ایک سائیڈ پر رکھتے جارہے تھے۔

"؟؟ یہ سب کیا ہے زونیہ"

جب سب ملازم بیگز رکھتے کمرے سے نکل گئے تو وہ زونیہ کی طرف آتی پوچھنے لگی جو اسے شرارت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

آپ کے سیاں جی نے آپ کے لئے بھیجا ہے سب۔ بھیا کی کال آئی تھی۔ یہ سب" شاپنگ انہوں نے خود کی ہے آپ کے لئے۔ آپ یہ سب دیکھ لیں پھر میں میڈ کو بھیجتی ہوں وہ سب سیٹ کر دے گی۔ بھیا ڈنر پر جوائن کریں گے ہمیں۔ ویسے بھابھی "!!! ایک بات تو بتائیں

اسے ساری معلومات دیتی وہ آخر میں اس کے مزید قریب جاتی کہنے لگی۔ زلیخہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں پر مچلتی ۔ مسکان کچھ اچھا سائن نہیں لگ رہی تھی

کون سا جادو کر دیا آپ نے ہمارے کولڈ سے بھیا پر جو وہ دیوانے سے ہو گئے ہیں۔" بھئی ہم سے تو یہ سب ہضم کرنا ہی مشکل ہے۔ آہ اب سمجھی !!! آپ کے حسن کا "جادو چل گیا ہو گا۔

اس کے قریب جھکتی وہ بے طرح بولنے لگی تو اس کی باتیں زلیخہ کا چہرہ لال کر گئیں۔ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی شرم سی آنے لگی پر پھر ہنسی بھی آئی۔

وہ دونوں بلکل اجنبی تھے اور گھر والے کیا سمجھ رہے تھے۔

"ہاہاسو کیوٹ!!! کیا بھیا نے آپ کو بتایا ہے کہ آپ شرماتی ہوئی اور بھی حسین لگتی ہیں واللہ!!!"۔

وہ اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر اسے چھیڑتی ہوئی بولی تو زلیخہ نے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کیا۔

"!! شرم کرو بد تمیز"

اس کی بات پر زونیہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی تو زلیخہ نفی میں سر ہلاتی بیگز کو ایک ایک کر کے کھول کر بیڈ پر رکھتی سامان دیکھنے لگی۔

کیجوئل کپڑے جن میں پلازو پینٹس ٹرٹل شرٹس اور لونگ کوٹس تھے۔اسے اب سمجھ آئی کہ وہ صبح کیوں پوچھ رہا تھا کہ وہ کس طرح کے کپڑے پہنتی ہے۔کپڑوں پر لگے ٹیگز سے قیمت پڑھتی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

وہ بھی برانڈز کے کپڑے پہنتی تھی پر وہ اس قدر مہنگے بلکل بھی نہیں ہوتے تھے۔

کچھ لانگ فراکس تھیں۔کھلے کھلے رنگوں کی جو اس کو آنکھوں کو بہت بھائیں۔نرم ملائم کپڑا چھونے میں بہت بھلا لگ رہا تھا۔ساتھ میچنگ دوپٹے بھی تھے جو اس نے

زندگی میں کبھی نہ لئے تھے۔ فینسی ڈریسز دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن ٹھہر گئی۔ اس نے بھلا کہاں پہنے تھے ایسے ہیوی کپڑے۔ صرف اپنی شادی پر ہی ہیوی لہنگا پہنا تھا جو یقیناً اس کی پسند نہ تھا۔ وہ سر جھٹکتی باقی بیگز کھولنے لگی۔

جوتے، بیگز، پیرفیومز، باڈی واش، فیس واش، شامپو، ہیئر اکسیسریز اور لڑکیوں کی ضرورت کی اشیا جنھیں دیکھ کر اس کا چہرہ سرخ پڑا۔ غرض ہر قسم کی اشیا وہ خرید چکا تھا۔

زلیخہ ایک تفصیلی نگاہ ہر چیز پر ڈالنے لگی۔ اس کے اردگرد ہر جگہ بکھرا وہ قیمتی سامان خریدنے والے کی امارت کا بھرپور ثبوت تھا۔

وہ تو حیران تھی کہ ہر چیز پرفیکٹ اس کے سائز کی کیسے تھی۔

تھوڑی دیر میں ملازمہ آئی اور سب سامان سیٹ کر گئی۔

اس کے جانے کے بعد زلیخہ نے ڈریسنگ کا رخ کیا۔ ایک ڈریس نکالا اور فریش ہونے چلی گئی۔

وہ فریش ہو کر واپس آئی تو سردی سے ٹھٹھر رہی ہے تھی۔ اس نے سب سے پہلے روم ہیٹر آن کیا پھر بال خشک کرتی گرم گرم بستر میں گھس گئی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کب نیند کے جھونکے نے آلیا۔

لاؤنج میں وہ تینوں شیطان سر جوڑے بیٹھے تھے۔

مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔ یوں اچانک بیٹھے بٹھائے کیسے داؤد بھیا کو محبت ہو گئی وہ بھی اس قدر حسین لڑکی سے اور تو اور وہ یوں اچانک شادی کر کے انھیں گھر بھی لے آئے۔"

اشعر صاحب کے فرمان پر طالب اور زونیہ نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

مجھے تو پوری کی پوری دال ہی کالی لگ رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے جب جب ممی نے" داؤد بھیا سے شادی کا ذکر کیا ہے انہوں نے ہمیشہ ٹالا ہی ہے پھر یوں اچانک نکاح وہ بھی چھپ چھپا کر۔"

طالب نے اپنا حصّہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

"سہی کہہ رہے ہو بھائیو!!! اس راز سے پردہ فاش کرنا ہی پڑے گا۔ میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔ سنو اب دھیان سے۔"

زونیہ جاسوسی فارم میں آتی بولی تو وہ دونوں قریب آتے سر جوڑ گئے۔

زونیہ کی بات سن کر دونوں جھٹکے سے پیچھے ہٹے۔

"پاگل ہو مرواؤ گی کیا۔ داؤد بھیا کی دو نہیں چار آنکھیں ہیں۔ دو آگے اور دو پیچھے۔ پکڑے گئے تو پکّا مریں گے وہ بھی بھری جوانی میں۔"

اشعر تو بدک ہی اٹھا تھا اس کے نادر خیال پر۔

"ہیں!!! یہ بڑے بھیا کی آنکھیں دو سے چار کب ہوئیں؟؟ اتنی بڑی دھر گھٹنا گھٹ گئی اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔"

زونیہ اپنی بات بھولتی آنکھیں پھیلا کر اس سے پوچھنے لگی تو دونوں لڑکوں نے سر پیٹ لیا۔

"ارے میری ماں محاورہ بولا ہے۔ بھیا کی آنکھیں تو دو ہی تھیں پر انہوں نے ہماری نازک حسینہ بھابھی سے آنکھیں چار کب کو کیسے کیں یہ پتا لگانا ہے ہمیں۔"

اشعر کی بات پر زونیہ سمجھتی سر ہلا گئی پھر ایک دم اس کے الفاظ یاد کرتی اسے گھورنے لگی۔

تم نے مجھے ماں کس خوشی میں کہا۔ہونے والی بھابھی ہوں تمہاری سمجھے۔ویسے "

"!!! بھابھی بھی ماں ہی ہوتی ہے پر اللّٰہ جانتا ہے اس قدر لمبا کھمبا بیٹا مجھے تو نہیں قبول

اس کی بات پر اشعر برا ماننے کی بجائے ہنس دیا۔

بھابھی بن ہی نہ جاؤ تم۔بلی کی خواب میں چھیچھڑے!!! آدم بھیا تمہیں دیکھنا بھی "

"گوارا نہیں کرتے اور محترمہ چلی ہیں بھابھی بیگم بننے۔

اشعر کی بات پر زونیہ نے اس کے بال پکڑ کر کھینچ ڈالے تو وہ بے چارہ چیخ اٹھا۔

"کیوں مجھے گنجا کرنے پر تلی ہو وہ بھی بھری جوانی میں۔"

وہ اس خونخوار بلی سے اپنے بال چھڑواتا بولا تو ان کی حرکتوں پر طالب سر پیٹ کر رہ گیا۔

تم دونوں جنگلی آپس میں ہی لڑتے رہو گے یا جس کام کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اس "

"کا بھی کچھ سوچو گے۔

طالب کی یاددہانی پر وہ دونوں کچھ سنجیدہ ہوئے۔

میرا آئیڈیا ایک دم مست ہے۔ کوئی مسلہ نہیں ہو گا تسلی رکھو۔ بس اپنا ساز و سامان "تیار رکھنا۔"

زونیہ دونوں ہاتھ اٹھاتی فیصلہ کن انداز میں بولی تو کچھ تردد کے بعد دونوں مان گئے۔

اس کی آنکھ کمرے میں ہونے والی کھٹ پٹ سے کھلی تھی۔ مندی مندی آنکھیں کھول کر اس نے کمرے میں ہونے والی کاروائی کا جائزہ لیا تو داؤد ڈریسنگ ٹیبل کا دراز بند کر رہا تھا۔ اس کی نظر گھڑی پر پڑی جو آٹھ بجا رہی تھی۔ وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔

اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ اتنی دیر سوتی رہی وہ۔

داؤد کمال نے پیچھے مڑتے سرسری سے نظر ڈالی تھی اس کے وجود پر جو کمبل ہٹاتی پاؤں بیڈ سے لٹکا کر بیٹھ چکی تھی۔

شربتی آنکھیں نیند کی وجہ سے گلابی پڑ رہی تھیں جب کہ ناک اور گال بھی ہلکے گلابی تھے۔ سیدھے بال چہرہ کے دونوں طرف گرے ہوئے تھے۔ اسی کے خریدے گئے ڈریس فیروزی شرٹ اور کریم رنگ کی پلازو پینٹ میں وہ قاتل حسینہ لگ رہی تھی۔

داؤد نے اگلے ہی پل نظریں ہٹا لیں۔

"؟؟ السلام علیکم !!! کیسے ہیں آپ"

اس کی نرم آواز پر وہ پلٹا جہاں وہ اسی پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام !! الحمدللہ !!! فریش ہو جائیں ڈنر کے لئے چلتے ہیں پھر۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔جب واپس آئی تو وہ بیڈ پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔

بھورے رنگ کی آرام دہ شلوار قمیض پہنے وہ معمول کے حلیے سے ہٹ کر مگر جاذب نظر لگا زلیخہ کو۔دائیں ہاتھ میں قیمتی گھڑی پہنے بائیں ہاتھ کی مٹھی کو بند لبوں پر جمائے وہ بری طرح موبائل میں غرق تھا۔

"!! چلیں"

وہ اس کے قریب آتی بولی تو داؤد چونک کر نظریں موبائل سے ہٹا گیا پھر سر ہلاتا ہوا موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ گیا۔اس نے سرسری سی نظر پورے کمرے پر دوڑائی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی ایک۔دیکھیں میں جانتی ہوں ہمارا نکاح اچا۔۔۔"

اس کے بات مکمل کرنے سے پہلے وہ اسے کلائی سے پکڑ کر کھینچتا اپنے اوپر گرا گیا اور اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اسے بیڈ پر منتقل کرتا خود اس پر جھکتا اس کی گردن میں منہ چھپا گیا۔

زلیخہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ یہ اچانک ہوا کیا ہے۔

شش خاموش رہیں بلکل۔ دروازے کی طرف مت دیکھئے گا۔ بچے دروازے پر" "چھپے کھڑے ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ ایک لفظ بھی مت بولیے گا۔

اس کی سرگوشی پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اسے سمجھ آ گئی وہ بچے کنکھیں کہہ رہا تھا۔ اس کے بولتے لب حرکت کرتے اس کی گردن سے مس ہوتے اس کی جان ہلکان کر رہے تھے جب کہ داؤد کی گرم سانسیں الگ اس کا امتحان لینے کے در پر تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھ گیا تو اس کی اس قدر قربت اور نزدیکی زلیخہ کی جان لبوں پر لے آئی۔

"شش خاموش رہیں بلکل۔ دروازے کی طرف مت دیکھئے گا۔بچے دروازے پر چھپے کھڑے ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ایک لفظ بھی مت بولیے گا۔"

اس کی سرگوشی پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔اسے سمجھ آگئی وہ بچے کنکھیں کہہ رہا تھا۔اس کے بولتے لب حرکت کرتے اس کی گردن سے مس ہوتے اس کی جان ہلکان کر رہے تھے جب کہ داؤد کی گرم سانسیں الگ اس کا امتحان لینے کے در پر تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھ گیا تو اس کی اس قدر قربت اور نزدیکی زلیخہ کی جان لبوں پر لے آئی۔

اس نے آنکھیں تھوڑی گھما کر دیکھا تو واقعی تھوڑے سے کھلے دروازے سے وہ تینوں بلائیں جھانک رہی تھیں۔

داؤد نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے کروٹ لی اور خود پشت کے بل بیڈ پر لیٹ گیا۔

اب زلیخہ اس کے اوپر جھکی تو اس کے بال جھٹکے سے آگے گرتے دونوں کا چہرہ چھپا گئے۔

وہ تینوں جو پھیلی ہوئی آنکھوں سے کمرے کا منظر دیکھ رہے تھے اب کی بار بوکھلا کر گرتے بھاگتے کمرے سے دوڑ لگا گئے تو باہر لان میں جا کر ہی دم لیا۔

زونیہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکی سانسیں ہموار کر رہی تھی جب کہ اشعر اور طالب کمر پر ہاتھ ٹکائے کھڑے تھے۔

"؟؟؟ یہ کیا تھا"

زونیہ سیدھی ہوتی دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ان دونوں کی طرف دیکھتی بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"آنکھوں کی جگہ بٹن فٹ ہیں کیا جو پتا نہیں چلا تمہیں کہ کیا ہو رہا تھا۔"

اشعر اس کے بال کھینچتا بولا تو زونیہ نے اس کی کمر پر دھپ سے تھپڑ رسید کیا۔

"ہم تو چھپ کر بس اتنا دیکھنا چاہ رہے تھے کہ کیا داؤد بھیا بھابھی کے ساتھ بھی کولڈ مین بن کر رہتے ہیں یا نارمل۔"

طالب کی بات پر دونوں نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"ہاں پر داؤد بھیا تو عمران ہاشمی کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ایسا رومانس تو اس بیچارے سے کبھی نہ ہو پا گا۔"

زونیہ کے بے باک تبصرے پر طالب نے اسے گھورا جب کہ اشعر دانت نکالنے لگا۔

"بھئی بیوی اگر ایسی حسین و جمیل ہو تو تڑکتا بھڑکتا رومانس انسان کے اندر سی نکل ہی آتا ہے۔"

اشعر نے اپنی طرح بے لاگ تبصرہ ہی کیا تھا۔

"ہاں بلکل داؤد بھیا کی لوٹری نکل آئی۔اب وہ شاہ رخ خان بنیں یا عمران ہاشمی ہمیں کیا۔"

طالب کی بات پر اشعر نے کان کھجائے۔

"سچ پوچھو تو بھیا کا بھڑکتا ہوا رومانس دیکھ کر میرا نازک دل ہچکولے لینا شروع ہو چکا ہے۔ایسی میٹھی میٹھی فیلنگز آ رہی ہیں۔دل مانگے مور"

اشعر دل پر ہاتھ رکھتا آنکھیں بند کرتا مدہوشی کی ناکام حرکت کرتا بولا تو زونیہ نے اس کی گردن پر کرارا سا تھپڑ مارا۔

"اب بولو کہ دل مانگے مور۔"

اسے مار کر کہتی وہ یہ جا وہ جا جب کہ اشعر گردن سہلاتا اس کی پشت گھور کر رہ گیا۔

"تیرا علاج ہے یہ بیٹا۔ چل آ جا ڈنر کرتے ہیں بہت بھوک لگ رہی۔"

طالب اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اسے اپنے ساتھ لیتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ کی ناک داؤد کی ناک سے ٹچ ہوئی تو وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹنے لگی جب اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتا اسے پیچھے ہٹنے سے باز رکھ گیا۔

"ڈونٹ موو !!!"

اس کے بولتے لبوں نے زلیخہ کے بالائی لب کو چھوا تو وہ تھرا اٹھی۔ آنکھیں زور سے بند کر لیں۔ تیزی سے دھڑکتے دل کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگی۔

"چچ۔۔۔چلے گئے !!!"

دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ہمت کرتی بولی تو بولتے لب پھر سے حرکت میں آئے تھے۔

اس کی بات سن کر وہ یوں ہی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بیڈ سے اٹھا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے اپنے حصار سے آزاد کر گیا۔

داؤد کی نظریں زلیخہ کے سرخ چہرے پر تھیں جو پلکوں کی جھالڑ گرائے لب دانتوں تلے دبائے کھڑی تھی۔

"ڈنر کے لئے چلیں؟؟"

داؤد کے پوچھنے پر وہ نظریں اٹھائے بغیر سر ہلا گئی۔

"اوپر دیکھیں زلیخہ!!!"

اس کی بھاری آواز پر زلیخہ پلکوں کی جھالڑ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے خود پر غصّہ آ رہا تھا۔ اچھی خاصی کونفیڈنٹ لڑکی تھی پر نہ جانے داؤد کے سامنے کیوں کنفیوز ہو جاتی تھی۔

اس نے داؤد کی آنکھوں میں جھانکا تو ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھیں بے تاثر تھیں۔ زلیخہ کو عجیب لگا۔ اس نے داؤد کی آنکھیں ہمیشہ سرد اور بے تاثر ہی دیکھی تھیں۔ پر ابھی چند لمحے پہلے وہ دونوں کس قدر قریب تھے۔ قربت بھلے دکھاوے کی تھی پر اس قدر نزدیکی سے اس کے تاثرات تو پگھلنے چاہئے تھے پر وہ تھا کہ یوں ہی سرد اور بے تاثر۔

"زلیخہ؟؟"

داؤد کی آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

جی!!"اس نے خود کو ملامت کرتے سوچوں کی دنیا سے باہر قدم رکھا۔"

آپ کو یوں پزل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔بیوی ہیں آپ میری۔اللہ نے"
"محرم بنایا ہے ہمیں۔ایزی رہیں آپ۔اب چلیں؟

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی تو داؤد اس کا سرد ہاتھ اپنے تپش زدہ ہاتھ میں تھامے
کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ دونوں ڈائینگ حال میں داخل ہوئے تو سب پہلے سے وہیں موجود تھے۔انہیں
آتا دیکھ کر فار اکمال کا ہنستا مسکراتا چہرہ تن گیا پر بغیر کچھ بولے وہ خاموشی سے کھانا
کھانے لگیں۔

"!!یو آر لوکنگ سو مچ پریٹی بھابھی"

زونیہ اسے دیکھ کر ستائش بھرے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دی۔ان نے پلازو پینٹ
اور شرٹ کے اوپر لونگ کوٹ پہن رکھا تھا۔بال آدھے بندھے ہوئے تھے باقی
پشت پر بکھرے تھے۔

اشعر اور طالب کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ داؤد نے ان دونوں پر نظر ڈالتے ابرو اچکائے جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا مسلہ ہے تو دونوں گڑبڑا کر تیزی سے اپنا سر پلیٹ پر جھکا گئے۔ داؤد سر جھٹک کر زلیخہ کی پلیٹ میں کھانا ڈالنے لگا۔

اس کی آنکھ کھلی تو کمرے میں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اپنے پیٹ پر وزن محسوس کرتی وہ چھو کر دیکھنے لگی تو باسط کا ہاتھ اس کے پیٹ پر دھرا تھا۔ اس نے کسمسا کر دور ہونا چاہا تو وہ اس کے پیٹ پر دھرے ہاتھ سے اسے مزید اپنی طرف کھینچتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ اس کی پشت باسط کے سینے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

ایمان نے ذرا سا چہرہ موڑ کر دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے چہرے سے چھلکتی معصومیت دیکھ کر ایمان کا دل بے ساختہ دھڑکا۔ اس کا دل کیا کہ وہ اس کے چہرے کے خوب صورت نقوش اپنے ہاتھوں سے چھوئے پر اس کے نیند سے جاگ جانے کا خدشہ تھا تبھی دل کی خواہش پر بند باندھ گئی۔

چہرہ موڑنے سے اس کی گرم بھاری سانسیں ایمان کے گالوں کو چھونے لگیں تو وہ وہ رخ موڑ گئی۔

اس کا ہاتھ پکڑ کر احتیاط سے ہٹایا اور بیڈ سے اٹھ گئی۔

گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے۔ اسے سخت افسوس ہوا کہ پتا نہیں کب سو گئی اور عشاء کی نماز مس ہو گئی۔

بستر سے نکل گئی باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔ فریش ہو کر باسط کی چادر اوڑھی اور کمرے میں ایک طرف جانماز بچھا کر تہجد ادا کرنے لگی۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ آنکھیں بند کیے پورے خشوع و خضوع سے دعا مانگنے میں مصروف تھی جب ایک دم اپنی گود میں وزن محسوس ہوا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو توقع کے عین مطابق باسط درانی اس کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ سرمئی آنکھیں کچی نیند سے اٹھنے کی وجہ سے سرخ ڈوروں سے سجی ہوئی تھیں۔ وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے یک ٹک اسے دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ایمان کا دھیان بھٹکنے لگا تو وہ پھر سے آنکھیں بند کرتی دعا مکمل کرنے لگی۔

دعامانگ کر اس نے ہاتھ چہرے پر پھیرا تو باسط نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

ایک ہاتھ پکڑ کر بالوں میں رکھا اور دوسرا لبوں سے لگا گیا۔

۔"!!!سکون چاہئے مجھے"

باسط اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتا بولا تو وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتی دھیرے دھیرے اس کے بال سہلانے لگی۔ باسط پر سکون ہوتا آنکھیں بند کر گیا۔ ایمان کا دوسرا ہاتھ ہنوز اس کے لبوں سے لگا ہوا تھا۔

۔"!!! آپ جانتی ہیں بہت بری ہیں آپ۔ ظالم اور حد درجہ کٹھور"

اس کی آواز میں صدیوں کی مسافت اور تکلیف تھی۔ ایمان کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

لب کچھ کہنے کو بری طرح پھڑ پھڑائے پر وہ دانتوں تلے دباتی چپ چاپ اس کے بال سہلاتی رہی۔

"اب کبھی محبت نہیں کروں گا آپ سے۔ ظالم سے محبت رول دیتی ہے۔"

اس کی بات پر ایمان سسکی روکنے کی کوشش میں بے حال ہونے لگی۔ پر وہ آنکھیں بند کیے پڑا بار بار اس کے ہاتھ کو لبوں سے چھوتا جارہا تھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد ایمان کے ہاتھ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور سانسیں بھاری ہو گئیں۔

ایمان نے جھک کر اسے دیکھا تو وہ گہری نیند میں جا چکا تھا۔ بہت ہمت جتا کر اس کے چہرے پر جھکتی وہ دل کی پکار پر لبیک کہتی اپنے کپکپاتے لب اس کی چوڑی پیشانی پر رکھ گئی۔

پھر پیچھے ہٹ کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے جوڑے آنکھیں بند کر گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اس نے بہت برا کیا تھا پر تب وہ مجبور تھی پر اسے یقین تھا کہ وہ اسے منا لے گی۔

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو وہ مصیبت اس سے پہلے ہی اس کے کمرے میں نازل ہو چکی تھی اور اب پیر پسارے اس کے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

وہ آنکھیں بند کر کے گہری سانس بھرتا خود کو نارمل کرنے لگا ورنہ غصّہ تو اتنا آ رہا تھا کہ حد نہیں۔

مجھے دیکھ کر یوں ٹھنڈی آہیں مت بھریں۔یقین کریں آپ کی ہی ہوں۔وہ بھی "

"!!! پوری کی پوری

شرارت سے کہتی وہ اس کی طرف دیکھتی آنکھ کا کونہ دبا گئی تو آدم کمال کا پارہ ہائی

ہوا۔

"؟؟ تم آخر چاہتی کیا ہو"

وہ دانت کچکچاتا بولا تو وہ بیڈ سے اٹھتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"!!صرف آپ کو"

بے باکی سے کہتی زہر ہی لگ رہی تھی آدم کمال کو۔

دل چاہتا ہے تھپڑ مار کر تمہاری عقل ٹھکانے لگاؤں پھر سوچتا ہوں کہ سدھرنے "

"والی شے نہیں ہو تم۔

اس کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تو لگائیں نا!! آخر کسی بہانے آپ کا لمس تو عطاء ہو گا اس ناچیز کو۔"

بے باکی میں زونیہ کا ثانی کون تھا بھلا۔آدم نے سخت نظر اس پر ڈالی پھر بیڈ کی طرف

بڑھا۔

فکر نہ کرو۔ جو تمہاری حرکتیں ہیں نا مجھے پورا یقین ہے کہ میرے ہاتھوں ہی ذبح ہو گی تم۔"

اس کی بات پر وہ پھر سے کھلکھلا دی تو آدم کو کوفت ہوئی۔ اس قدر کون ھنستا ہے بھلا۔

"کیا کر رہی ہو اس وقت یہاں؟؟ نکلو میرے کمرے سے۔"

وہ سخت لہجے میں اسے دیکھتا بولا تو زونیہ ناک سے مکھی اڑا گئی۔

"عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دماغ کو بھی زنگ لگتا جا رہا ہے اس لئے جناب بھول گئے کہ مجھے پڑھاتے ہیں آپ۔"

اس کی بات پر آدم پیشانی مسل کر رہ گیا۔

"شام میں پڑھاتا ہوں اگر یاد ہو تو۔ آفس کام زیادہ تھا آج تو لیٹ ہو گیا۔ کل پڑھیں گے اب۔"

وہ اپنا تکیہ سہی کرتا بولا تو وہ اس کی طرف آئی۔

"لیٹ ہو گئے تو کیا ہوا اب پڑھ لیتے ہیں۔"

مزے سے کہتی وہ بیڈ پر بیٹھنے لگی جب وہ اسے بازو سے پکڑ تا پیچھے کر گیا۔

سمجھ نہیں آرہی تمہیں۔ چھوٹی بچی ہو کیا؟؟ آدھی رات ایک نامحرم کے ساتھ بند "کمرے میں اکیلے بیٹھو گی۔ عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ چلو اب کل پڑھنا۔"

کہنے کی ساتھ وہ اسے یوں ہی بازو سے پکڑے کمرے سے باہر نکال کر اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا تو زونیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

" سمجھتے کیا ہیں خود کو۔ دیکھ لوں گی میں بھی۔"

خود سے بڑبڑاتی وہ غصّے سے پیر اس کے دروازے پر مار کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کالج سے واپس آرہی ہے تھی جب اسے گلی کے باہر پھر سے وہی لڑکا گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا نظر آیا۔ہاتھ میں موبائل پکڑے وہ بظاہر آنکھوں پر جمی کالی عینک میں چھپی آنکھیں موبائل پر ٹکا کر کھڑا تھا پر ایمان جانتی تھی کہ اس لڑکے کی نگاہیں اس پر ہی جمی ہیں۔

وہ گھبراتی اپنے چہرے پر آئے پسینے کو ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے صاف کرنے لگی۔

دھیان کے سارے دھاگے ایک طرف کھڑے لڑکے سے جڑے تھے جو روزاسے یہیں کھڑا ملتا تھا۔

تبھی بے دھیانی میں اس کا پاؤں راستے میں پڑے پتھر سے ٹکرایا تھا اور وہ منہ کے بل سڑک پر گری۔ سر زمین پر لگتے ہی ایک چیخ اس کے حلق سے برامد ہوئی تھی۔

وہ جو اس پر ہی آنکھیں جمائے کھڑا تھا تیر کی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

سب سے پہلے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تو وہ بدک کر پیچھے ہوتی اپنا بازو چھڑوا گئی۔

باسط نے گہری نظروں سے اس کا خوف سے سفید پڑتا چہرہ دیکھا پھر اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کے آگے کر گیا۔

"مٹی لگی ہے آپ کے چہرے پر۔ صاف کر لیں۔"

وہ عینک اتار کے جیب میں رکھتا رومال اس کے سامنے کرتا بولا تو وہ جھجک کر تھام گئی۔

کالی آنکھیں تکلیف کے احساس سے نم پڑ چکی تھیں۔

اس کا چہرہ کافی زور سے زمین پر لگا تھا۔ماتھے پر آبلا بن گیا جب کہ ناک اور گال بھی رگڑ کھانے سے سرخ ہو رہا تھا۔گھٹنے الگ دکھ رہے تھے۔

باسط نے جھک کر سڑک پر گری اس کی فائل اٹھائی تو پہلے ہی صفحے پر خوب صورت لکھائی میں "ایمان احمد" لکھا تھا۔

اس نے زیر لب اس کا نام دہرایا اور مسکرا دیا پر نظریں جیسے ہی اس کی نم آنکھوں سے ٹکرائی تو اس کا چہرہ پل بھر میں سنجیدہ ہوا۔

"دکھائیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھاتا اس کے ماتھے کو چھونے لگا جب وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔

باسط نے تعجب سے اس کی حرکت کو دیکھا۔

"مم۔۔۔میں ٹھیک ہوں!!!"

اپنا خراب ہوا حجاب سہی کرتی وہ نظریں جھکا کر بولی محض ایک پل کو باسط کی نگاہیں اس کی کالی گھٹاؤں سی زلفوں سے الجھی تھیں تھیں۔اگلے ہی پل وہ انہیں حجاب سے ڈھک چکی تھی۔

گھر کہاں ہے آپ کا لٹل گرل؟ آپ کو چوٹ لگی ہے آئیں میں آپ کو گھر چھوڑ "
" دیتا ہوں۔

وہ نرمی سے بولا تو وہ لب دانتوں میں دبائے جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں چلی جاؤں گی خود بھائی۔"

وہ فائل اس کے ہاتھ سے لیتی نظریں جھکا کر بولی تو اس کے بھائی کہنے پر باسط کو یوں محسوس ہوا جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"کیا آپ نہیں جانتی کہ اچھی لڑکیاں یوں ہی راہ چلتے کسی کو بھی بھائی نہیں بنا لیتی۔"

فائل اس کے ہاتھ میں دیتا وہ کچھ بگڑے انداز میں بولا تھا۔

تو کیا آپ یوں ہی اچھے لڑکے بن کر راستے میں کھڑے ہر مشکل میں پڑنے والی"
"لڑکی کی مدد کرتے ہیں؟

اس کے سوال پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا پھر نفی میں سر ہلاتا کچھ سوچ کر متبسم ہوا۔

"!!ہر لڑکی کی نہیں۔ صرف اپنی لڑکی کی"

وہ اپنی لڑکی پر زور دیتا بولا تو ایمان گڑبڑا اٹھی پھر بغیر ایک لفظ بھی بولے وہاں سے بھاگنے کے انداز میں نکلی تو باسط سر جھکا تا ہنس دیا۔

"!!مائے سلی لٹل گرل"

خود سے سرگوشی میں بولتا وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے روز کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں بیٹھنے لگے جب فاراکمال بول اٹھی۔

"داؤد اپنی بیوی کو لے کر میرے کمرے میں آؤ کچھ بات کرنی ہے۔"

رعب سے کہتی وہ اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"جی بہتر ممی۔"

داؤد ان کے آگے ادب سے سر جھکاتا ان کے جانے کے بعد زلیخہ کی طرف مڑا جو آنکھوں میں سوال لئے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

داؤد نے اپنا ہاتھ اس کے آگے بڑھایا تو وہ اگلے ہی لمحے اپنا نازک ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے گئی تو داؤد اسے ساتھ لیتا فاراکمال کے کمرے کی طرف بڑھا

جب کہ ان کے جانے کے بعد وہ تینوں شیطان داؤد کی حرکت پر کھسر پھسر کرنے لگے۔ انہیں یوں سر جوڑ کر بے لاگ گفتگو کرتے دیکھ آدم نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔
وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو فار اکمال بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ ان کے اشارے پر وہ دونوں سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

بات کرنی ہے ایک داؤد۔ امید ہے تمہیں یا تمہاری بیوی کو ناگوار نہیں گزرے گی۔"
ان کی بات پر داؤد اٹھ کر ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔
"کیسی باتیں کر رہی ہیں ممی آپ۔ پلیز مجھے اس طرح شرمندہ مت کریں۔"
ان کے سامنے پاؤں کے بل بیٹھتا وہ ان کی گود میں رکھے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر چومتا اپنی آنکھوں سے لگا گیا تو فار اکمال مسکرا دیں۔
ان کی مسکراہٹ بہت عجیب لگی زلیخہ کو۔ اسے فار اکمال پر رشک آتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں کسی بیٹے کی اپنی ماں سے اس قدر محبت اور فرماں برداری نہیں دیکھی تھی۔

دیکھو داؤد تم نے اپنی مرضی کی لڑکی سے رات ورات اس لڑکی سے نکاح کر لیا پھر "
"اسے گھر بھی لے آئے۔میں خاموش رہی۔تمہاری رضا میں راضی ہو گئی۔

ان کی بات پر زلیخہ کو شرمندگی نے آگھیرا۔

"جی ممی !!"

وہ بولا بھی تو صرف یہ دو لفظ۔

"پر میں چاہتی ہوں تم لوگ ابھی اپنی فیملی بنانے کے متعلق مت سوچو۔"

ان کی بات پر وہ دونوں ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگے تو انھیں کوفت ہوئی۔

دیکھو میرا مطلب ہے کہ ابھی بچے پیدا کرنے کے چکر میں مت پڑ جانا تم لوگ۔ نئ "
نئ شادی ہوئی ہے تم لوگوں کی ابھی اپنی لائف انجوئے کرو۔کم از کم چار پانچ سال تو
"سوچنا بھی مت اس متعلق۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔

ان کی بات پر ناگواری کی ایک شدید لہر زلیخہ کے تن بدن میں دوڑ گئی۔بیشک اس
کے اور داؤد کے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں تھا نہ ہی دور دور تک نظر آرہا تھا پر فارا
کمال کی بات اسے بہت ناگوار گزری تھی۔

"جی بہتر ممی!!!"

داؤد کے یہ دو الفاظ اسے زہر سے بھی برے لگے تھے جب کہ فارا مسکرا دی۔

ہاں بھئی ساری عمر پڑی ہے ابھی بچے پیدا کرنے کو۔ایک دوسرے کو سمجھ لو"

پہلے۔بلکہ ایسا کرنا کل زلیخہ تم ریڈی رہنا میرے جاننے والی بہت اچھی ڈاکٹر ہیں ان

"سے اپائنٹمنٹ لے لوں گی تمھارے لئے میں۔رسک نہیں لینا چاہئے۔

ان کی باتوں پر زلیخہ کا پارہ ہائی ہوتا جا رہا تھا جب کہ داؤد ماں کے سامنے سر جھکائے

بیٹھا تھا۔

"پر ممی مجھے تو بچے بہت پسند ہیں اور داؤد کو بھی۔ہیں نا داؤد؟؟"

اس کی بات پر داؤد کی آنکھیں پھیلیں۔اس نے جھٹکے سے سر موڑ کر اسے دیکھا جو

ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا رہی تھی۔

"!!! ممی کو بتائیں نا داؤد"

وہ اترا کر لاڈ سے بولی تو داؤد بامشکل اثبات میں سر ہلا پایا۔

"!!! جی"

الفاظ جیسے حلق سے پھنس کر نکلے تھے۔اس کی شکل دیکھتے زلیخہ کو بے ساختہ ہنسی

آنے لگی جسے وہ بہت مشکل سے چھپا پائی تھی۔

"پر میں تم لوگوں کے بھللے کے لئے ہی کہہ رہی ہوں۔"

فار اکمال نے اپنی ناگواری چھپانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی تھی۔ ان کے چہرے پر ناگوار تاثرات چھائے ہوئے تھے جیسے انھیں اس کی بات پسند نہ آئی ہو۔

"آپ بے فکر رہیں ممی۔ ظاہر ہے آپ جو بھی بات کریں گی ہمارے بھلے کے لئے ہی ہو گی۔"

وہ ان کا ہاتھ سہلاتا بولا تو وہ لب بھینچ کر سر ہلا گئی۔

"دھیان رکھنا میری بات کا۔ مجھے آرام کرنا ہے اب۔"

ان کے بولنے پر داؤد ان کا ہاتھ چومتا وہاں سے اٹھا اور زلیخہ کو اشارہ کیا تو وہ بھی اس کی پیروی میں وہاں سے نکل آئی۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اپنا نائٹ ڈریس لیتی چینج کرنے چلی گئی تو وہ بھی ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

چینج کر کے وہ واپس کمرے میں آئی تو داؤد پہلے سے چینج کیے بیڈ پر نیم دراز تھا پر اس کے ہاتھوں کو دیکھتے زلیخہ کی آنکھیں پھیلیں۔ اگلے ہی پل وہ پر جوش ہوتی تیزی سے اس کی سائیڈ پر گئی اور بلکل اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"؟؟ آپ سگریٹ پیتے ہیں"

وہ جس طرح پرجوش ہو کر پوچھ رہی تھی داؤد سمجھ نہ سکا کہ اسے اس قدر خوشی کس بات کی ہو رہی تھی۔

"جی۔ سگریٹ کا دھواں میری سانسوں میں رچا ہوا ہے۔"

وہ نظریں اس کے دلکش وجود سے پھیرتا بولا تو وہ مزید اس کے قریب کھسکی۔

"؟؟ کیا میں بھی یہ پی سکتی ہوں پلیز"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"؟؟ آپ سگریٹ پیتے ہیں"

وہ جس طرح پرجوش ہو کر پوچھ رہی تھی داؤد سمجھ نہ سکا کہ اسے اس قدر خوشی کس بات کی ہو رہی تھی۔

"جی۔ سگریٹ کا دھواں میری سانسوں میں رچا ہوا ہے۔"

وہ نظریں اس کے دلکش وجود سے پھیرتا بولا تو وہ مزید اس کے قریب کھسکی۔

"؟؟ کیا میں بھی یہ پی سکتی ہوں پلیز"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"!! نہیں بلکل بھی نہیں"

اس کے صاف جواب پر زلیخہ کا منہ بن گیا۔

اوہ تو آپ بھی ان مردوں میں سے ہیں جو خود تو سگریٹ شوق سے پیتے ہیں لیکن"

"یہی کام اگر ان کی عورت کرنا چاہے تو ان کو کردار یاد آجاتا ہے۔

وہ آنکھیں گھماتی بولی تو داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔

"میں یہ بات اچھے سے جانتا اور مانتا ہوں کہ سگریٹ پینے کی وجہ سے مرد کی طرح عورت کے بھی پھیپھڑے ہی خراب ہوتے ہیں کردار نہیں! سگریٹ کا ایک ٹکرا عورت کے کردار کو بیان نہیں کر سکتا۔"

اس کی بات پر زلیخہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔اسے داؤد سے اس طرح کے کسی جواب کی توقع بلکل بھی نہیں تھی۔اگلے ہی لمحے اس کے نازک ہونٹوں پر خوب صورت مسکان پھیل گئی جب داؤد نے ہاتھ میں پکڑا سگریٹ اس کی جانب بڑھایا۔

وہ پر جوش ہوتی سگریٹ پکڑ کر لبوں کے درمیان دباتی اس کا دھواں اندر کھینچنے لگی۔

اب کی بار حیراں ہونے کی باری داؤد کی تھی۔اس کو لگا کہ پہلا کش لگاتے ہی وہ کھانستی ہوئی اسے پھینک دے گی پر وہ بہت مزے سے کش پر کش لگاتی جارہی تھی جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ عمل پہلی دفعہ نہیں کیا گیا۔

"آپ نے پہلے بھی یہ ٹرائے کیا ہوا ہے؟؟"

داؤد کے سوال پر وہ سگریٹ ہونٹوں سے الگ کرتی اس کی طرف بڑھا گئی جو تھوڑا سا ہی بچا تھا۔

"جی کافی مرتبہ۔پر عادی نہیں ہوں بس کبھی کبھار شوق میں!!!"

وہ اب کی دفعہ تھوڑی نروس ہوتی بولی تھی۔جوش میں آتی داؤد کے سامنے یہ کارنامہ تو سرانجام دے چکی تھی پر اب شرم بھی محسوس ہو رہی تھی کچھ کچھ۔

"اور کس سے چرایا یہ شوق؟؟"

وہ تو شاید پوری تفتیش کے موڈ میں تھا۔

"ایک دوست سے۔"

اس کے جواب پر وہ سر ہلا گیا۔

"لیکن میں آپ کو یہی کہوں گا کہ اس کی عادی مت بنئیے گا۔ آپ کی صحت بہت متاثر ہو گی۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی اپنی سائیڈ پر آ کر لیٹ گئی تو داؤد لیپ ٹاپ آن کر تا اپنا کام کرنے لگا۔ سائیڈ لیمپ بھی وہ اس کی نیند کے خیال سے بجھا چکا تھا

وہ کافی دیر سے اس کے چہرے پر نظریں جما کر لیٹی تھی۔ نیند تھی کہ آج نہ آنے کی قسم کھا چکی تھی۔ اسے اکتاہٹ ہونے لگی۔

"سنیں !!!"

تنگ آتی وہ بالآخر داؤد کو پکار بیٹھی۔

"جی بولیے !!"۔

وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالتا بولا تو اس کی بھاری دلکش آواز پر زلیخہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ اسے اعتراف کرنا پڑا کہ داؤد کمال کی آواز بہت دلکش تھی۔

"مجھے نیند نہیں آرہی مجھ سے باتیں کریں پلیز۔"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد نے چہرہ موڑ کر بھرپور نگاہ اس پر ڈالی جو اسی کی طرف کروٹ لئے دونوں ہاتھ گال کے نیچے رکھے بچوں کی سی معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

گہری سانس بھرتا وہ لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھتا سائیڈ لیمپ آن کر گیا۔

"کیا باتیں کرنی ہیں آپ کو۔"

نیم دراز ہوتا وہ رخ اس کی طرف موڑ کر پوچھنے لگا تو زلیخہ کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ چمک اٹھی۔ پرجوش ہوتی ایک دم اٹھ بیٹھی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔
ہم ایک گیم کھیلتے ہیں جس میں ہم باری باری ایک دوسرے سے سوال پوچھیں گے"
"؟؟ اوکے

اپنا ارادہ بتاتی وہ آخر میں اس سے سوال کر گئی تو وہ محض سر ہلا گیا۔

اوکے تو پہلی باری میری۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کسی لڑکی کو آپ سے محبت "ہوئی ہے ؟"

اپنا سوال پوچھ کر وہ بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جیسے اس کے تاثرات جانچ رہی ہو۔

اگر میرے سٹیٹس کی بات کی جاتو ہاں !! بہت سی لڑکیوں کو میرے سٹیٹس سے" محبت ہوئی ہے۔ اگر میری بات کی جاتو نہیں !!! ایک کالے مرد سے کبھی کسی کو "محبت نہیں ہو سکتی۔

اس کے جواب پر زلیخہ کا چہرہ ایک دم اتر سا گیا جسے داؤد نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

ایسے تو مت کہیں۔ آپ کالے کب ہیں ہلکے سے سانولے ہیں بس۔ اور یقین کریں" مرد ہمیشہ سانولا ہی پیارا لگتا ہے۔ سفید لڑکوں سے تو خسروں والی وائبز آتی ہیں اور "اپ کے نقوش اتنے پیارے اور اٹریکٹو ہیں اسپیشلے آپ کی آواز سحر انگیز ہے۔

داؤد کمال حیرت بھری نظروں سے سامنے بیٹھی اپنی نئی نویلی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو اس کی تعریفوں میں رطب اللسان ہو چکی تھی۔

وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ یہ لڑکی ہر دفعہ اسے نئے سرے سے حیران کر دیتی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ وہ اس پر پرت در پرت کھلتی جا رہی تھی۔ وہ اسے پہلی ملاقات میں بہت سنجیدہ اور کمزور سی لڑکی سمجھا تھا جو خاموش طبعیت سی لگتی تھی پر در حقیقت وہ ایک چلبلی، با اعتماد اور باتونی لڑکی تھی۔ زندگی سے بھرپور۔

پر وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ اس کی تعریفیں محض اسے خوش کرنے کو کر رہی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ وہی اس کا آخری سہارا ہے۔ زلیخہ کے متعلق یہ داؤد کمال کی سوچ تھی۔

"اچھا اب آپ کی باری آپ مجھ سے سوال پوچھیں۔"

اس کی بات پر داؤد سوچ میں پڑ گیا۔ بھلا وہ کیا سوال کرے اس سے۔

"آپ کی تعلیم کتنی ہے؟"

اس کے سوال پر زلیخہ منہ بنا گئی۔ منہ بنانا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا شاید۔

"اس قدر بورنگ سوال!! خیر میں نے باٹنی میں بی ایس کیا ہوا ہے۔"

داؤد کو پھر سے حیرت ہوئی۔ اس لڑکی کے مطابق اس کا ہر اندازہ غلط ثابت ہوتا جا رہا تھا۔ وہ تو اسے کالج گرل لگتی تھی۔ چھوٹی سی نازک سی پر وہ تو گریجویٹ نکلی۔

"۔۔۔ پھر تو آپ کو اپنی اسٹڈیز کانٹینیو کرنی چاہئے آپ تو"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

داؤد نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر اس کے نازک ہاتھ کو دیکھا جو اس کے لبوں پر جما ہوا تھا۔ وہ واپس نظریں اس کے چہرے پر جما گیا تو وہ اپنا ہاتھ ہٹا گئی۔

"!!! اتنی بورنگ باتیں کرنے کا نہیں کہا تھا میں نے بھئی"

اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹاتی وہ اپنے بال درست کرنے لگی۔
اوکے نہیں کرتا بورنگ سوال اب۔ یہ بتائیں کیا واقعی آپ کو بچے بہت پسند ہیں"
؟"

اس کے سوال پر یک لخت زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔اسے امید نہیں تھی بلکل بھی کہ وہ اس سے یہ سوال کرے گا۔اس کا دل کیا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔بھلا کیا ضرورت تھی فارالکمال کے سامنے اتنی لمبی چھوڑنے کی۔

ہ۔۔ہاں بلکل بچے کس کو نہیں اچھے لگتے سب کو ہی لگتے ہیں اچھے۔وہ ہوتے ہی اچھے ہیں نا چھوٹے سے کیوٹ سے۔"

گڑبڑا کر کہتی وہ زبردستی چہرے پر مسکان سجا گئی ورنہ شرمندگی کے مارے رونے کا جی چاہ رہا تھا اوپر سے داؤد کی گہری نظریں۔

جانے اس کے من میں کیا سمائی کہ اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچتا وہ اسے اپنے اوپر گرا چکا تھا ۔
اس کی بے ساختہ حرکت پر زلیخہ کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھل چکی تھیں۔

تکیے پر سر رکھتا وہ اس کا سر اپنے سینے پر رکھے دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد لپیٹ چکا تھا۔

"سو جائیں بہت باتیں ہو گئیں۔ گڈ نائٹ۔"

اپنے ہاتھ سے اس کی آنکھیں بند کرتا وہ اس کی پیشانی پر اپنا پہلا لمس چھوڑتا بولا تو زلیخہ کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ دوبارہ آنکھیں کھول سکے۔

اس کی شرٹ مٹھی میں دبوچے وہ آنکھیں بند کیے پڑی رہی یہاں تک کہ اسے نیند کے جھونکے نے آلیا۔

داؤد بھی آنکھوں پر بازو رکھتا سونے کی کوشش کرنے لگا۔

زلیخہ سیٹھ اکرام کی اکلوتی اولاد تھی۔اس کی ماں یاسمین کا انتقال اس کی پیدائش پر ہو گیا۔ سیٹھ اکرام نے زلیخہ یاسمین کی ماں کے حوالے کر دی اور اس کا خرچ خود اٹھا لیا۔زلیخہ نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی نانی عشرت جہاں کو ہی اپنے پاس پایا۔اسے اس کے باپ نے ہر طرح کی سہولت مہیا کی تھی۔وہ سال کے تین ماہ جرمنی اپنے باپ کے پاس گزارتی تھی کیوں کہ ان کا بزنس جرمنی تھا۔وہاں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی ان کی دوسری بیوی سے۔

ان کی دوسری بیوی اور بچے سب بہت اچھے تھے زلیخہ سے بہت محبت کرتے تھے پر عشرت جہاں اس کے دماغ میں ایسا خناس بھر چکی تھی ان لوگوں کے خلاف کہ اسے کبھی ان کی اچھائیاں نظر ہی نہ آئیں۔

اس کی یونیورسٹی ختم ہو چکی تھی۔ایک دن شام کے وقت یوں ہی عشرت جہاں اس کے کمرے میں آئی۔

"سنو زلیخہ کل گھر پر رہنا اور اچھے سے تیار ہو جانا لنچ پر کچھ مہمان آ رہے ہیں۔"

وہ اس کے سامنے کھڑی ہوتی بولی تو زلیخہ نے موبائل رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔

خیریت نانو!! ویسے بھی آپ کے مہمانوں سے میرا کیا تعلق۔ میں بور ہو جاتی ہوں۔"

وہ منہ بسور کر بولی تو عشرت نے ایک کٹیلی نظر اس پر ڈالی۔

تعلق تم سے ہی ہے۔ رحمان صاحب آ رہے ہیں تمہارے رشتے کے لئے۔ پسند آ گئی ہو تم انھیں۔ میں بات پکی کر چکی ہوں کل آ کر انگوٹھی پہنا جائیں گے تمہیں۔

اس کی بات پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"مجھے نہیں کرنی رحمان انکل کے بیٹے سے شادی۔ عجیب سنکی آدمی ہے وہ۔"

اس کا چہرہ غصّے سے سرخ پڑ گیا رحمان انکل کے سائکو بیٹے کا سوچتے۔

"وہ اپنے بیٹے کا نہیں اپنا رشتہ لا رہے ہیں۔"

اپنی نانی کی بات پر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔نانی کی دماغی حالت پر سخت شبہ ہوا۔

آپ ہوش میں تو ہیں۔ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔اس ساٹھ سالہ بڈھے سے شادی"
"کریں گی میری آپ۔کوئی گائے بکری سمجھ رکھا ہے کیا مجھے۔

وہ بپھرتی بولی تو عشرت جہاں نے اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا۔وہ پیچھے بیڈ پر جا گری۔

شادی تو تمہارے اچھے بھی کریں گے۔بات کرتی ہوں رحمان صاحب سے کہ "منگنی نہیں نکاح ہو گا وہ بھی کل۔"

اس کے سر پر دھماکا کرتی وہ بیڈ پر پڑا اس کا موبائل اور لیپ ٹاپ پکڑ کر کمرے سے نکل گئی۔

ہوش تو اسے تب آیا جب کمرے کا دروازہ لاک ہونے کی آواز سنی۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگی اور زوردار طریقے سے دروازہ کھٹکھٹانے لگی پر نہ کسی نے آنا تھا اور نہ ہی کوئی آیا۔

وہ ساری رات بھوکی پیاسی دروازے کے ساتھ بیٹھی روتی رہی۔

اگلے دن شام چار بجے دروازہ کھلا تھا۔

"یہ نکاح کا جوڑا ہے۔ پہن کر تیار ہو جاؤ رات نکاح ہے اور یاد رکھو اگر کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی یا وقت پر تیار نہ ہوئی تو نکاح کے بغیر ہی اس کا ساتھ چلتا کر دوں گی۔"

کرخت آواز میں کہتی وہ جس انداز میں آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔

رات ملازمہ اسے لینے آئی تو وہ تیار ہوئے بغیر ہی بیٹھی تھی۔

"بی بی جی آپ تیار نہیں ہوئی اب تک۔ بڑی بیگم بہت غصہ کریں گی مہمان آ گئے ہیں اور آپ کو بلایا جا رہا ہے۔"

وہ ابھی کچھ اور بولتی کہ عشرت جہاں دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی دھمکی یاد آتے ہی زلیخہ اپنا لباس پکڑتی باتھروم میں گھس گئی۔ خوب رو لینے کے بعد وہ

کمرے میں واپس آئی تو اسے دیکھتے عشرت جہاں ٹھٹھک سی گئی۔وہ اس سرخ جوڑے میں لگ ہی اتنی حسین رہی تھی۔

اس کا سوگوار حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔

"پانچ منٹ ہیں یہ گھنے پہن کر تیار ہو جا۔"

عشرت جہاں بیڈ پر پڑے زیورات کی طرف اشارہ کرتی بولی۔

"نانی آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔"

کرب سے پوچھتی وہ پھر سے رو پڑی۔

دس کروڑ دے رہا ہے رحمان تیرے بدلے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے مجھے۔"
تیرے باپ کو بول دوں گی کہ میرے منہ کالا کر کے بھاگ گئی تو۔ جلدی سے تیار ہو
"اب ورنہ نکاح کے بغیر ہی چلتا کروں گی۔

اس کی بات پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر زیورات پہن کر ہلکا پھلکا تیار ہو گئی۔

عشرت نے تنقیدی نظروں سے اسے دیکھا پھر مطمئن ہو گئی۔

"سکینہ پورے دس منٹ کے بعد اس کو ڈرائنگ روم میں لے آنا۔"

ملازمہ سے کہتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

"سکینہ دل بہت گھبرا رہا ہی ایک گلاس لیموں پانی لا دو پلیز۔"

وہ سکینہ سے بولی تو وہ جی بی بی جی کہتی کمرے سے نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد زلیخہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھی۔ اپنے بیگ سے کچھ پیسے نکالے اور لان میں

کھلنے والی کھڑکی کھولی۔ بھاری لباس تھامے لان میں نکل گئی۔ یہاں وہاں دیکھتی دھیان سے گھر کی پچھلی طرف گئی اور وہاں پڑا اسٹول دیوار کے پاس رکھ کر دیوار پھلانگ گئی۔

دیوار اتنی بڑی نہ تھی جس کی وجہ سے اسے آسانی ہوئی۔ بغیر پیچھے دیکھے وہ بھاری لہنگا ہاتھ میں پکڑے اندھادھند بھاگنے لگی۔ کافی بارش ہو رہی تھی۔ اتنی ٹھنڈ میں برستی تیز بارش سے بے نیاز وہ بس اپنی عزت بچانے کے لئے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ کافی دیر بھاگتے رہنے کے بعد اس کی ٹانگوں نے جواب دے دیا تو وہ رکتی اپنا سانس ہموار کرنے لگی۔

پکڑے جانے کے ڈر سے اس نے پھر سے چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب اسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی چل رہا ہے۔

اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی اور پھر سے بھاگنے لگی۔

"پکڑو سالی کو ہاتھ سے نکلنی نہیں چاہیئے۔"

ایک آدمی کی آواز اور بھاگتے قدموں کی چاپ سن کر وہ ادھ موئی ہو گئی۔

وہاں اس کا ٹکراؤ ہوا داؤد کمال سے۔

داؤد کو ساری حقیقت بتاتے اس نے نکاح کی درخواست کی تاکہ اگر اس کی نانی اس تک پہنچ بھی جا تو وہ بے بس ہو جا۔جب اس کا نکاح ہو جاتا تو دنیا کا کوئی قانون بھی ایک لڑکی کو اس کے شوہر سے الگ نہیں کر سکتا تھا جب تک وہ خود نہ چاہتی۔

یہ تھی زلیخہ اکرام اور داؤد کمال کی ملاقات کے سبب کی کہانی۔

وہ گنگناتی ہوئی کمرے سے نکلی تو اشعر اور طالب لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔

"میرے بغیر اکیلے اکیلے گپیں مارتے ہوئے شرم تو نہیں آرہی تم لوگوں کو۔"

کچھ فاصلے پر کھڑی ہوتی وہ کمر پر دونوں ہاتھ ٹکائے ان دونوں کو گھورتی بولی تھی۔

"نہیں !!!"

وہ دونوں ایک ساتھ بولے تو زونیہ دانت کچکچا کر رہ گئی ان کی بے شرمی پر۔

"شرم نامی چیز واقعی بیچ کھائی ہے تم لوگوں نے خیر بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں میں۔"

ان دونوں کو دفعان کرتی وہ اپنا موڈ اچھا کرتی آخر میں اترا کر بولی تو دونوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اگلے ہی لمحے دونوں کے چھت پھاڑ قہقہے نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا۔

"کیا مسلہ ہے کیوں پاگلوں کی طرح بلکہ گدھوں کی طرح ہانک رہے ہو مسلسل۔"

جب وہ ایک پل بھی چپ نہ کیے تو وہ چڑ کر پوچھ بیٹھی۔
زونی یار یہ کیا بنی ہوئی ہو۔یہ "بھینسا انسپائر" میک اپ کر کے کہاں جانے کی" تیاریوں میں ہو؟
طالب کے سوال پر اسے گش پڑتے پڑتے رہ گیا۔

"؟؟ بھینسا انسپائر"

وہ ہونک بن کر پوچھتی بے ساختہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کرتی اپنا جائزہ لینے لگی پر کافی باریک بینی سے دیکھنے کے باوجود اسے ایسا کوئی نقص نظر نہ آیا۔

"ہاں بھئی یہ بھینسے سے انسپائر ہو کر جو آنکھیں کالی کی ہیں تم نے اسی کی بات کر رہے ہیں ہم۔"

وہ اس کے سموکی آئی میک اپ کی طرف اشارہ کرتا بولا تو زونیہ کا دل کیا سر دیوار میں دے مارے۔

"میرے دل کر رہا ہے سر دیوار میں دے ماروں۔ اپنا نہیں بلکہ تم لوگوں کا۔ اچھے خاصے میک اپ کو کیا نام دے دیا تم لوگوں کو تو۔۔"

وہ غصّے اور جوش کے ملے جلے تاثرات لئے زور و شور سے بول رہی تھی جب آدم کمال اس کے پاس سے گزرتا ایک سرسری نظر اس پر ڈالے آگے بڑھتا اپنے کمرہ میں جا بند ہوا۔

زونیہ کا منہ کھل گیا۔

"یہ کون تھا جس نے مڑ کر مجھے نہیں دیکھا۔"

وہ لوز کرل میں سٹائل ہوئے بالوں کو جھٹکا دے کر کمر پر پھینکتی اک ادا سے ان دونوں سے سوال کرنے لگی۔

Novelistan

آدم کمال صاحب تھے یہ جو تمہاری صاف ستھری اور قابل قبول حد تک پیاری بوتھی پر دوسری نظر ڈالنا پسند نہیں کرتے آج تو پھر تم کالی بھوتنی بنی ہوئی ہو۔ بیچارے مڑ کر تمہیں دیکھتے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور وہ ابھی مرنا نہیں چاہتے وہ بھی بھری جوانی میں۔"

اشعر سکون سے جواب دیتا طالب کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

زونیہ جو اس کی بات پر تپی تھی اس کے آخری الفاظ سنتی بے طرح مسکرا دی۔

"!! جان سے کیوں جاتے ؟؟ میرے حسن کو دیکھ کر"

بالوں کو ہاتھ سے سہی کرتی ادا سے بولی تو اس کے کونفیڈینس پر دونوں عش عش کر اٹھے۔

"!!!نہیں۔ خوف کے باعث"

یک زبان ہو کر کہتے وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر زور سے ہنس دیے تو زونیہ پیر پٹختی واپس اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

وہ دونوں جو بامشکل چپ ہوئے تھے اس کے جانے کے بعد ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے پھر پاگلوں کی طرح ہنستے لوٹ پوٹ ہونے لگے۔

زیادہ ہی تنگ کر دیا بے چاری کو۔ اچھی خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ اکڑو کمال" (آدم) صاحب کا دل بھی پل بھر کو ڈگمگا گیا ہو گا دیکھ کر پر بہت میسنے ہیں اوپر اوپر سے ہی کڑوا کریلا بنتے ہیں بس۔ "

طالب بولا تو اشعر نے لمحے کی تاخیر کے بغیر سر ہلایا۔

سہی کہا بلکل۔ چلو چل کر بتاتے ہیں ورنہ غصّے میں آتی حلیہ بگاڑ لے گی۔ ویسے اتنا" بن ٹھن کر جا کہاں رہی ہے؟ "

وہ دونوں وہاں سے اٹھتے باتیں کرنے کے ساتھ زونیہ کے کمرے کی طرف جانے لگے۔

"اس کی دوست کی برتھڈے پارٹی ہے وہیں جانا ہے اسے۔"

طالب کی بات پر اشعر سر ہلا گیا۔

وہ لڑکا اسے روز ہی وہیں اپنی مخصوص جگہ کھڑا نظر آتا تھا۔اب تو ایمان کو بھی اسے دیکھنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔

آج جب وہ کالج سے واپس آ رہی تھی تو غیر معمولی طور پر وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ایمان کا دل ایک دم بے چین سا ہو گیا۔

اس نے نظریں گھما کر آس پاس دیکھا پر نہ ہی اس کی گاڑی نظر آئی اور نہ ہی وہ خود۔ اس کا دل افسردہ ہو گیا۔

گھر داخل ہوئی تو ابّا کے مسلسل کھانسنے کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

وہ تیزی سے ان کے کمرے میں داخل ہوئی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کے ان کے منہ سے لگایا۔
دو گھونٹ بھرنے کے بعد وہ گلاس ہٹا گئے۔

"ابا کیا ہوا آپ کا رنگ کیوں اتنا پیلا پڑ رہا ہے دوالی تھی آپ نے دوپہر والی۔"

وہ پریشانی سے بولتی سائیڈ پر پڑا دوائی والا ڈبہ چیک کرنے لگی جو خالی پڑا تھا۔

"ختم ہوگئی تھی۔"

ابا کی نحیف آواز سنتی وہ لب بھینچ گئی۔

"آپ تھوڑا سا انتظار کریں میں پاس والے اسٹور سے لے کر آتی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ اس نے بیگ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور یوں ہی برقہ پہنے گھر سے نکل گئی۔

اس کی کل کائنات اس کے ابّا ہی تھے۔ ماں کے انتقال کے بعد صرف ابّا ہی اس کا واحد سہارا تھے۔ امیر رشتہ دار غریب کو کہاں منہ لگاتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی سین تھا۔
کپڑے کی چھوٹی سی دکان تھی جہاں ملازم رکھا ہوا تھا کیوں کہ ابّا کی طبعیت اب کام کی اجازت نہ دیتی تھی انھیں۔

ان کے گردے خراب ہو چکے تھے۔ گزرے چھ ماہ سے تو وہ بلکل ہی بستر کے ساتھ لگ چکے تھے۔ ایمان نے کالج چھوڑنا چاہا پر انہوں نے سختی سے منع کر دیا۔

وہ جانتے تھے کہ ان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں رہا اب اس لئے اپنی بیٹی کو اس کے پیروں پر کھڑا کرنا چاہتے تھے تاکہ زمانے کے سرد و گرم سے محفوظ رہے۔

وہ دوا لینے فارمیسی گئی تو وہاں پر مردوں کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ ایمان کو رونا آنے لگا۔ ایک تو کالج سے تھکی ہوئی آئی تھی صبح سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا اور اب لمبی لائن کے ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا۔

وہ بے بسی سے دوائی والی پرچی ہاتھ میں پکڑے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"لائیں مجھے پکڑائیں یہ۔ میں لے آتا ہوں آپ یہیں رکیں۔"

اتنے دن بعد اس کی آواز سنتی وہ حیران رہ گئی۔ اسے خوشگوار حیرت ہوئی پر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ خود اس کے ہاتھ سے پرچی پکڑتا فارمیسی کی طرف بڑھ گیا۔

پورے دومنٹ میں اس کی واپسی ہوگئی تھی۔ دواوالا شاپر اسے پکڑائے بغیر وہ اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ایک طرف چلنے لگا تو ایمان ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کے پیچھے چل دی۔

کچھ فاصلے پر ہی ایمان کو اس کی گاڑی کھڑی نظر آ گئی۔ وہ آگے بڑھتا فرنٹ ڈور کھولتا اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"نن۔۔۔ نہیں آپ۔۔۔ آپ مجھے یہ دوائی دیں مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

وہ اس پاس دیکھتی خوف زدہ ہوتی بولی تو وہ اس کے کچھ قریب آیا۔

"پلیز دو منٹ میری بات سن لیں بس۔ یہاں باہر کھڑے ہونا مناسب نہیں اس لئے ہم گاڑی میں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔"

اس کے عاجزی سے کہنے پر وہ کچھ سوچتی جھجکتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی تو باسط دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا۔

وہ نظر بھر کر حجاب کے ہالے میں مقید اس کا حسین چہرہ دیکھنے لگا جو گرمی کی تمازت سے تپ کر سرخ ہو رہا تھا۔
کالی گھٹاؤں سی آنکھوں پر گھنی پلکوں کی جھالر گری ہوئی تھی۔

"؟؟ آپ کے فادر کی میڈیسن ہے یہ"

اس کے سوال پر وہ محض سر ہلا گئی۔

مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے ایمان۔ امید ہے آپ میری بات کو سمجھیں گی پھر کوئی" جواب دیں گی۔"

اس کی سنجید گی پر ایمان نے پل بھر کو پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پر اس کی گہری نظروں کی تاب نہ لاتی نظریں جھکا گئی۔

"میں نے آج سے چھ ماہ پہلے آپ کو دیکھا تھا آپ کے کالج کے باہر۔ میں ایک بہت پریکٹیکل سا بندا ہوں پیار محبت کی باتوں پر کبھی یقین نہیں کیا پر جس پل آپ کو دیکھا تو یقین آیا کہ محبت بھی وجود رکھتی ہیں۔ کبھی محبت پر یقین نہ کرنے والا پہلی نظر کی محبت کا شکار ہو گیا۔پتا بھی نہیں چلا اور میرے لئے سراپا محبت و عزت بن گئیں آپ۔"

وہ بہت سنجید گی اور شائستگی سے بول رہا تھا جب کہ ایمان سانس تک روک گئی۔

"؟؟ کیا آپ مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش نصیب بننے کا شرف بخشیں گی"

اس کے سوال پر وہ حق دق رہ گئی۔

"؟؟ کیا آپ مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش نصیب بننے کا شرف بخشیں گی"

اس کے سوال پر وہ حق دق رہ گئی۔

"؟؟ مم۔۔میں"

وہ آنکھیں پھیلاتی انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتی بولی تو باسط کے لبوں پر بے ساختہ حسین مسکراہٹ جھلک اٹھی پر وہ لب دبا گیا۔

"!! جی آپ"

وہ آپ پر زور دیتا بولا تو اگلے ہی پل ایمان کے چہرے کا رنگ بدلہ۔پلکیں بے ساختہ جھک گئیں۔اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا بولے۔اس نے بھلا کب آج سے پہلے کسی کے

منہ سے اپنے لئے اظہار محبت سنا تھا پر یہ بھی سچ تھا کہ سامنے بیٹھا انسان اس کے دل میں ایک خاص مقام بنا چکا تھا۔ اسے اپنے قریب دیکھنے کی ایک عادت لگ گئی تھی ایمان کو۔

میرے ابّا بہت بیمار ہیں۔ میں ابھی ان حالات میں آپ کو اس سوال کا کوئی بھی جواب نہیں دے سکتی۔"

وہ بہت سوچنے کے بعد احتیاط سے ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی پر اس کی طرف دیکھنے کی غلطی ہرگز نہ کی تھی۔

دیکھیں ایمان۔ میں اس ملک کا باسی نہیں ہوں۔ میں اٹلی کا رہنے والا ہوں میرا" ملک وہ ہے۔ میں ایک ضروری کام سے پاکستان آیا تھا اور پھر مجھے آپ مل گئیں۔ میں چاہ کر بھی واپس نہ جا سکا پر میرا واپس جانا بہت ضروری ہے اب ایک بہت ضروری کام آن پڑا ہے۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد آپ میرا انتظار کریں۔ آپ کو اپنے نام کر کے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش ہوا تو ایمان نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جہاں وہ سرمئی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلائے گہری نظروں سے اسے ہی تکتا جا رہا تھا۔اس کی نظروں کے ارتکاز سے اس کے گلابی چہرے پر لالی چھا گئی۔

"بولیں کریں گی میرا انتظار؟؟خود کو میری امانت سمجھ کر اس قیمتی امانت کی حفاظت کریں گی میرے لئے؟؟"

اس کی گھمبیر آواز اور جذبات سے پر الفاظ ایمان کے جذبات میں تغیانی برپا کر رہے تھے۔

پھر کچھ سوچتے وہ دھیرے سے سر ہلا گئی تو باسط درانی کو لگا جیسے اسے نئی زندگی مل گئی ہو۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں کیا بولوں میں بہت خوش ہوں آپ نے مجھے نئی زندگی کی نوید سنا دی ہے۔"

اس کے جذبات اس کی پر جوش آواز سے واضح تھے۔

"آپ کے پاس موبائل ہے؟"

وہ اچانک اس سے پوچھ گیا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"اوکے یہ موبائل رکھیں آپ۔مجھے آئیڈیا تھا اس لئے ساتھ لے کر آیا۔یہ پاس رکھیں میں آپ کی خیریت جاننے کے لئے آپ سے کنٹیکٹ کروں گا۔"

وہ ایک چمکتا ہوا موبائل اس کی طرف بڑھاتا بولا تو وہ جھجکتی ہوئی اس کے ہاتھوں سے وہ موبائل تھام گئی۔

وہ اس وقت بھول چکی تھی کہ ایک نامحرم کے ساتھ رابطہ رکھ کر اور مراسم بڑھا کر وہ گناہ کرنے جارہی تھی اور گناہ کی سزا ملتی ہی ملتی ہے۔پر وہ ہر بات بھلا کر اس کے بڑھتے ہاتھوں کو تھام چکی تھی انجام کی فکر سے بے نیاز ہو کر۔

"میں آج شام کی فلائٹ سے جارہا ہوں۔پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔اپنا بہت سا خیال رکھئے گا۔"

وہ نرمی سے مسکرا کر کہتا دوائی والا بیگ اس کی طرف بڑھا گیا تو وہ پکڑ کر ہلکی سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی "اللہ حافظ" کہتی گاڑی سے نکل گئی۔

وہ تب تک اسے دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی پھر گاڑی سٹارٹ کرتا اپنی منزل کی طرف بڑھ گیا۔مستقبل کی فکر سے بے نیاز وہ اپنے آج کو سوچ کر مسکرا رہا تھا پر جلد ہی قسمت یہ مسکراہٹ نوچنے والی تھی۔

وہ سو کر اٹھی تو ہمیشہ کی طرح داؤد آفس جا چکا تھا۔ اسے افسوس ہوا۔ کتنی بار داؤد کو کہا تھا اس نے کہ آفس جانے سے پہلے وہ اسے اٹھا دیا کرے تیاری میں مدد کروا دیا کرے گی پر اس کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ میں آپ کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ فریش ہو کر اس نے ناشتہ کمرے میں ہی ناشتہ منگوالیا۔ ناشتہ کر کے وہ کمرے سے باہر نکلی تو زونیہ اکیلی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کالج نہیں گئی تم آج؟"

اس کے سوال پر زونیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں بھابھی آج سر میں بہت درد تھا اس لئے چھٹی کر لی۔"

اسے جواب دیتی وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل سائیڈ پر رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

سر درد تھا تو ریسٹ کرنا چاہئے تھا نا۔ موبائل یوز کر کے تو اور درد ہو گا۔ اس عینک کا"

"شیشہ اور بہت موٹا ہو جا گا۔

وہ پیار سے اس کے سر پر چپت مارتی بولی تو زونیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ڈونٹ وری پیاری بھابھی کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ اس کے گلے میں دونوں بازو ڈالتے سر اس کے کندھے پر رکھ گئی۔ کچھ ہی دنوں میں وہ زلیخہ کے بہت نزدیک ہو گئی تھی۔

"زونی جان ایک بات تو بتاؤ؟؟"

زلیخہ زونیہ کے بالوں میں انگلیاں چلاتی بولی تو اس نے سر تھوڑا اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

یہ ممی کا رویہ داؤد کے ساتھ کچھ عجیب سا نہیں۔ میرا مطلب میں جانتی ہوں وہ"

" داؤد کی سوتیلی ماں ہیں پر کبھی اتنی میٹھی بن جاتی ہیں اور کبھی اتنی سرد۔

اس کی بات پر زونیہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

ارے بھابھی میں تو بچپن سے ہی انھیں داؤد بھیا کے ساتھ کولڈ دیکھتی آ رہی ہوں"

پر جیسے ہی داؤد بھیا جوان ہوئے اور گھر سنبھالنے لگے تو ممی کا رویہ سہی ہو گیا۔ وقت

گزرنے کے ساتھ انسان سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔ داؤد بھیا ممی کے لئے بہت خاص بن گئے۔ آپ نے دیکھا نہیں اکثر جب موڈ اچھا ہو ممی کا تو کتنا پیار آتا ہے انھیں داؤد بھیا پر۔"

زونیہ تو شروع ہی ہو گئی۔

"ہاں آتا ہے پیار داؤد پر جب کوئی بڑا کام ہو۔"

زلیخہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"کسی کی میٹھی زبان اور میٹھی باتوں کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ اس شخص کے لئے بہت خاص ہو کیونکہ اکثر وقت کبوتر کو کھلانے نہیں بلکہ شکنجے میں پھنسانے کے لئے دانہ ڈالا جاتا ہے۔"

اس کی بات پر زونیہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب بھابھی۔ مطلب آپ کہنا چاہ رہی ہیں کہ۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملا مکمل کرتی داؤد کی سلام کی آواز پر ایک دم اپنی جگہ سے اچھلی۔

"بھیا آپ اس وقت گھر پر۔ دیکھیں کتنی لمبی عمر ہے ماشاءاللہ آپ کی۔"

داؤد اس کے نزدیک آتا اسے اپنے ساتھ لگا کر وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

۔"کیوں بھئی میں گھر نہیں آسکتا کیا اور عامل بابا کو میری عمر کا اندازہ کیسے ہو گیا؟"

زلیخہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی جا رہی تھی جو کالے پینٹ کوٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس آج تھکا تھکا نہیں بلکہ بہت فریش لگ رہا تھا۔ ٹائی گلے سے غائب تھی اور شرٹ کے اوپری دو بٹن بھی کھلے ہوئے تھے۔

نہ جانے وہ اسے اتنا پیارا اور معصوم کیوں لگتا تھا۔

اس کی گہری نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے داؤد نے اس پر نظر ڈالی تو وہ نظریں چرانے کی بجائے بھرپور انداز میں مسکرا دی۔ الٹا داؤد نظریں چرا کر رہ گیا۔

ایک تو اللہ نے اس عورت کو اس بے تحاشا حسن سے نوازا ہے اوپر سے مسکان بھی" اس قدر قاتلانہ دی ہے۔ ابھی مجھے اس سے محبت نہیں تو میرے دل پر خنجر چل "رہے ہیں جب محبت ہو گئی تو کیا عالم ہو گا۔

اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر زونیہ نے اس کا بازو ہلایا۔

"بھیا کس نگری میں کھو گئے۔"

اس کی آواز پر وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سوچ رہا ہوں کہ یہ چھوٹا پیکٹ آج گھر کیا کر رہا ہے۔ کالج کیوں نہیں گئی۔"

داؤد کے سوال پر زونیہ نڈھال ہونے کی بھرپور اداکاری کرتی اس کے کندھے پر سر گرا کر بیٹھ گئی۔

"بھیا سر بہت درد ہے اور آنکھیں جل رہی ہیں۔"

حالاں کہ اتنا درد تھا نہیں جتنا وہ ڈرامہ کر رہی تھی۔ زلیخہ نے اس کی ڈرامہ بازی پر لب دبا کر اپنی مسکراہٹ روکی۔

میری جان کون کہتا ہے کہ سارا دن اور ساری رات موبائل پر ناول پڑھتی رہو۔"

"آنکھوں کا حشر تو خود ہی کیا ہے۔ اب لگتا ہے سختی کرنی پڑے گی۔

اس کی بات پر زونیہ نے منہ بنایا۔

اچھا نہ ڈانٹیں مت اور میری بات سنیں آج ان دونوں بندروں کے کان کھینچیں"

"گے آپ۔

وہ سیدھی ہوتی سارا درد بھول بھال کر ایک دم ہی ایکٹو ہوئی تھی۔

" ہمارے گھر تمہارے ہمزاد میری مطلب بندر کہاں سے آئے؟"

وہ شرارت سے بولا تو زونیہ شکایتی نظروں سے زلیخہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں داؤد اور ان دونوں نمونوں کے واقعی کان کھینچیئے گا آج۔
آدم بھائی کے سامنے زونی کو بندری کیوں کہا آخر ہماری زونی کی عزت کا معاملہ
ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو زونیہ نے پورے جوش سے سر ہلایا جب کہ داؤد زلیخہ کی
آنکھوں میں موجود شرارت دیکھ رہا تھا۔

"اوکے میری جان پریشان مت ہو یہ بھی کر لیں گے۔اب اٹھو جا کر ریسٹ کرو
موبائل یوز کرتی مت نظر آؤ مجھے۔اور زلیخہ آپ روم میں آ کر میری بات سنئے
گا۔"

زونیہ کا ماتھا چوم کر اسے ہدایت دیتا وہ صوفے سے اٹھا اور زلیخہ کو کمرے میں آنے کا
کہتا خود کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ بھی اس کے پیچھے ہی چل دی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو داؤد بیڈ پر نیم دراز تھا۔وہ دروازہ بند کرتی خود بھی بیڈ کی طرف آگئی۔

"بیٹھ جائیں۔"

اسے ہاتھ سے پکڑ کر وہ اپنے قریب بیٹھا گیا۔

میرے ایک دوست نے ہمیں لنچ پر انوائٹ کیا ہے۔بہت اصرار کیا اس نے تو مجھے "منع کرنا اچھا نہیں لگا۔آپ چلیں گی میرے ساتھ ؟؟"

اس کا ہاتھ یوں ہی اپنے ہاتھ میں تھامے وہ دھیرے دھیرے انگوٹھے کی مدد سے سہلانے لگا۔

وہ اس قدر نرمی سے بات کرتا تھا کہ زلیخہ کا بس نہ چلتا تھا اس کا منہ ہی چوم لے پھر اپنی ہی سوچ پر شرمندہ ہو کر رہ جاتی۔

آپ کے ساتھ تو دنیا کے آخری کونے تک بھی ہنسی خوشی جا سکتی ہوں میں داؤد۔" آپ کے کپڑے نکال دیتی ہوں پر آپ ایسا کریں تھوڑی دیر ریسٹ کر لیں جب تک میں تیار ہو جاتی ہوں آپ تو دس منٹ میں ہو جاتے ہیں تیار۔"

اسے کہتی وہ نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ داؤد کا ڈریس سلیکٹ کر کے نکال چکی تھی اور اب اپنا سلیکٹ کر رہی تھی جب وہ اس کے پیچھے بلکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا پہن رہی ہیں؟"

اس کی آواز پر وہ مڑنے لگی تو اس کا کندھا داؤد کی کشادہ چھاتی سے ٹکرایا۔

"وہی جو ہمیشہ پہنتی ہوں۔"

دھیرے سے مسکرا کر کہتی وہ واپس الماری کی طرف مڑ گئی جب وہ اچانک اس کا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔

"؟؟ میں ہیلپ کروں آج"

اس کے سوال پر زلیخہ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔وہ پہلی دفعہ اس کے معاملے میں بول رہا تھا اور اپنی مرضی بتا رہا تھا۔وہ خوش کیوں نہ ہوتی۔

"شیور !!"

خوشگواری سے کہتی وہ پیچھے ہٹ گئی تو داؤد اپنی "پسند" کا ڈریس دیکھنے لگا۔

وہ خاموش کھڑی اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

"!!! یہ پہنیں آج آپ"

وہ ہاتھ میں پکڑا ڈریس اس کی طرف بڑھاتا بولا تو اس ڈریس کو دیکھتے زلیخہ کے چھکے چھوٹے۔

وہ ڈل گولڈن کلر کی پلین ساڑھی تھی۔ بہت خوبصورت اور نفیس۔ پر مسلہ یہ تھا کہ اس نے ایسا لباس کبھی پہنا نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ پینٹ شرٹس پہنتی تھی۔

"!!! لیکن مجھے یہ پہننی نہیں آتی داؤد"

وہ بے چارگی سے بولی تھی۔ اس نے بھلے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا تھا مگر یہ لباس اس کا شوہر اپنی پسند سے خرید کر لیا تھا اور اب پہننے کی فرمائش بھی کر رہا تھا تو وہ کیسے نہ پہنتی پر اسے یہ باندھنی نہیں آتی تھی۔

اس کا دل ایک دم اداس ہو گیا۔ اسے رونا آنے لگا۔ پہلی دفعہ داؤد نے خود سے کوئی فرمائش کی تھی جسے وہ پوری بھی نہ کر سکتی تھی۔

"کوئی بات نہیں میں ہیلپ کر دوں گا۔"

داؤد کی بات پر اس کا اداس چہرہ ایک دم ہی روشن ہوا تھا۔

سچی!!! پھر تو بس ڈن ہو گیا میں یہی پہنوں گی۔لائیں میں میڈ سے بولتی ہوں پریس کر دے۔"

خوشی سے کہتی وہ اس کے ہاتھ سے ساڑھی پکڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ کمرے میں داخل ہوتا دروازہ اپنے پیچھے بند کر گیا۔پورا دھیان ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین پر تھا۔

"سنیں داؤد یہ باندھ دیں اب!!!"

زلیخہ کی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر آواز کی سمت میں دیکھا پر اگلے ہی اس کی آنکھوں نے سامنے نظر آتے منظر سے ہٹنے سے انکار کر دیا تھا۔

ہر وقت میک اپ سے پاک رہنے والا سادہ اور ملیح چہرہ اس وقت نفاست سے کیے گئے میک اپ میں اور بھی دل نشین لگ رہا تھا۔

آنکھوں میں محض کاجل ڈال رکھا تھا اور گالوں کو مزید گلابی کیے ہونٹوں کو سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا۔

اس کے بھرے بھرے لب سرخی میں ڈھل کر قہر ہی تو برپا کر گئے تھے داؤد کمال کے دل پر۔

میسی جوڑے میں بندھے بالوں سے چند آوارہ لٹیں نکل کر چہرے پر اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔

نظریں جوں ہی چہرے سے نیچے سر کی تھیں سہی معنوں میں داؤد کمال کے ہوش تب اڑے تھے۔

وہ محض ساڑھی کی کرتی اور نیچے ٹائٹس پہنے کھڑی تھی۔اس کا ہوش ربا حسن داؤد کمال کے لئے سراپا امتحان بنا کھڑا تھا۔بہت کوشش کے بعد وہ اپنی نظریں اس پر سے ہٹا پایا تھا۔

"کہاں کھو گئے۔یہ باندھ دیں اب۔"

اس کے پھر سے پکارنے پر وہ گہرا سانس لیتا اس کی طرف بڑھا اور بیڈ پر پڑی ساڑھی پکڑ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

ڈل گولڈن کلر اس کی رنگت پر اخیر جچ رہا تھا۔کرتی سے جھانکتا گورا بدن داؤد کو نظریں چرانے پر مجبور کر رہا تھا۔
اس نے سر جھٹکتے ساڑھی پہنانا شروع کی۔

پلو اس کی کمر کے گرد باندھ کر ہک بند کرتا وہ ساڑھی کی فال کی تہوں کو مہارت سے جوڑ کر اس کی ساڑھی کے نچلے حصے میں پھنسا گیا تو اس کے مردانا ہاتھ کا جان لیوا لمس محسوس کرتی وہ سانس تک روک گئی جب کہ داؤد مشکل سے ہی سہی پر اپنے جذبات پر بند باندھ چکا تھا اور اب اس کا پلو سہی طریقے سے ایڈجسٹ کر رہا تھا۔

کرتی کا پچھلا گلا گہرا تھا جب کہ پیٹ کا کچھ حصّہ بھی واضح ہو رہا تھا پر داؤد اس کا پلو اچھی طرح ایڈجسٹ کر گیا کہ اس کے جسم کے واضح ہوتے حصّے بھی چھپ گئے۔

"لوکنگ سٹننگ !!!"

وہ بے خود ہو کر بولا تھا۔اپنی بتیس سالہ زندگی میں پہلی دفعہ اس قدر بے خود ہوا تھا آدم کمال اور اسے اس قدر بے خود کرنے والی لڑکی اس کی بیوی تھی۔

زلیخہ نے حیرت و بے یقینی سے داؤد کی طرف دیکھا۔ اسے یقین ہی نہ آرہا تھا کہ داؤد نے اس کی تعریف کی ہے۔ اس خشک طبعیت انسان سے اس نے کہاں ایسی کوئی امید رکھی تھی بھلا۔

"چلیں ؟"

وہ ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولا تو زلیخہ اپنا نازک ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں تھما گئی۔ داؤد ایک دم جھکتا اس کی پیشانی پر اپنے ہونٹوں کا جلتا ہوا لمس چھوڑ گیا۔ زلیخہ دل سے مسکرا دی۔

پیشانی چومنا تو داؤد کی عادت بن گئی تھی۔ آفس جانے سے پہلے اور پھر آفس سے واپسی پر۔

پیچھے ہٹتا وہ اسے اپنے ساتھ لئے کمرے سے نکل گیا۔

لنچ بہت اچھا گیا تھا۔زلیخہ نے کافی انجوائے کیا تھا۔واپسی پر وہ لانگ ڈرائیو پر چلے گئے۔رات آٹھ بجے وہ دونوں گھر واپس لوٹے تھے۔

داؤد سید ھاماں کے کمرے میں چلا گیا جب کہ زلیخہ فریش ہونے اپنے کمرے میں۔

وہ فریش ہو کر کمرے میں آئی تو داؤد اب تک کمرے سے غائب تھا۔وہ موبائل پکڑ کر کمبل میں گھستی گیم کھیلنے لگا۔

گھنٹہ مزید گزر گیا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور داؤد کمرے میں داخل ہوا۔مزید ایک بھی لفظ بولے یا سنے وہ چینج کرنے چلا گیا۔

وہ باہر آیا تو زلیخہ نے موبائل رکھ کر اپنی پوری توجہ اس کی طرف کر دی جس کا موڈ بہت بری طرح آف لگ رہا تھا۔

اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔

"کل ممی سے کیا بات ہوئی تھی آپ کی؟"

اس کی آواز حد درجہ سرد اور بے تاثر تھی۔

"کس متعلق؟"

وہ ناسمجھی سے پوچھنے لگی۔ اسے واقعی اس کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا

"ممی نے آپ کو بولا تھا کہ آپ ان کی فرینڈ کی طرف چلیں ان کے ساتھ؟؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے اس کے بلکل سامنے کھڑا تھا پر اس کے تاثرات زلیخہ کو ڈرا رہے تھے۔

"جی کہا تھا پر۔۔۔"

اس کی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

"اگر آپ کو ممی نے کہا تھا تو آپ کو ان کی بات ماننی چاہیے تھی زلیخہ!!! وہ میری ٹائم ممی ہیں جن کی میں نے آج تک حکم عدولی نہیں کی۔ ان کی فرینڈ نے اسپیشل آپ کو ساتھ لے جانے کا بولا تھا پر آپ نے منع کر دیا۔ کس قدر انسلٹ کا سامنا کرنا پڑا ہو گا ممی کو جانتی ہیں یہ آپ؟؟ مجھے بہت ڈس اپائنٹ کیا ہے آپ نے۔"

بے رخی سے کہتا وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا سگریٹ کا پیکٹ اور لیٹر اٹھا کر اسٹڈی روم میں جانے لگا جب وہ اس کا بازو اپنے ہاتھ میں جکڑ گئی۔

"آپ نے اپنی بات سنا دی جو کہ میں نے چپ چاپ سن لی۔ اب میری بات بھی سنیں۔"

وہ اسے بازو سے پکڑتی خود کھڑی ہوتی اس کے سامنے آ گئی۔ داؤد نے انہی سرد نظروں سے اسے دیکھا گویا بولنے کی اجازت دی ہو۔

"ممی نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان کے ساتھ ان کی فرینڈ کی طرف جا سکتی ہوں ورنہ گھر رہ کر کک سے رات کا کھانا بنوا لوں۔ میں نے کہا کہ اگر میرا جانا ضروری ہے تو آپ بتا دیں ورنہ میں گھر رہ کر مینیج کر لوں گی کچن تو ممی نے کہا کہ ٹھیک ہے میں گھر رہوں اور ڈنر بنوا لوں اپنی نگرانی میں۔"

وہ بولنے پر آئی تو ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔ داؤد چپ چاپ اسے سن رہا تھا جب وہ مزید بولی۔

"جو بھی بات ہوئی میں ساری کلیئر کر چکی ہوں۔"

داؤد دو قدم اس کے نزدیک ہوا۔

"تو کیا ممی جھوٹ بول رہی تھیں؟"

اس کے ٹھنڈے ٹھار انداز پر زلیخہ کو نہ جانے کیوں رونا آنے لگا۔

تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ میں یہ نہیں کہہ رہی ممی جھوٹ کہہ رہی ہیں پر" میں اتنا جانتی ہوں کہ یہ سچ بھی نہیں ہے۔ خیر میں کون ہوتی ہوں جس کا یقین کریں "گے آپ۔

بولتے بولتے آخر میں اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔

اس کا بازو چھوڑتی وہ جھٹکے سے پیچھے مڑی پر اس سے بھی تیزی سے داؤد اسے کمر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔

"رو کیوں رہی ہیں۔ آنکھیں صاف کریں اپنی۔"

اس کے بولنے پر اسے مزید رونا آنے لگا تو داؤد بغیر کچھ سوچے سمجھے اسے اپنے سینے میں چھپا گیا۔ زلیخہ نے غصّے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی پر داؤد اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔

چھوڑیں مجھے۔ ایسے انسان کے سینے سے لگ کر آنسو بہانے کا کوئی شوق نہیں مجھے جو" میرا یقین نہ کرتا ہو۔"

وہ اس کی گرفت میں کسمساتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتی بولی تو داؤد کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا۔

"اگر آنسو نہیں بہانہ چاہتی میرے سینے سے لگ کر تو پیار کر لیں۔یقین جانیں رونے سے اچھا تجربہ ہو گا پیار کا۔"

اس کی بات پر زلیخہ کے گالوں پر گلال بکھرا۔پر کچھ لمحے پہلے ہوئی بات بھولی نہیں تھی وہ۔

"اور جہاں تک بات ہے یقین کی تو آپ پر تب بھی آنکھیں بند کر کے یقین کیا تھا جب میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔اب تو جائز اور مضبوط رشتے میں بندھے ہیں۔آپ کا یقین نہ کر کے مجھے اپنی ذات کا مان نہیں کھونا۔"

زلیخہ دم سادھے اسے سننے لگی۔اگے زخم اس کی بے خبری کی وجہ سے ملا تھا تو مرہم بھی وہ خود رکھ رہا تھا اور وہ بھی ہوش وحواس میں رہتے ہوئے۔

"!!چھوڑیں مجھے"

اسے داؤد کی اس قدر نزدیکی سے شرم آنے لگی تھی۔

"چھوڑنا ہوتا تو تھامتا ہی کیوں۔ اصلی مرد ہوں۔ آخری سانس تک خود سے باندھ کر رکھوں گا۔"

اس کی آواز بوجھل ہونے لگی تھی جسے محسوس کرتے زلیخہ کو غش پڑتے پڑتے رہ گیا۔

اسے کندھوں سے پکڑ کر داؤد نے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

زلیخہ نے بہت غور سے اس کی آنکھوں کے بدلتے تاثرات دیکھے تھے۔

"میری بات یاد رکھئے گا زلیخہ!!! میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو ماں اور بیوی میں کسی ایک کو افضل جانتے ہیں اور دوسرے کو کم تر۔ کسی ایک فریق کی وجہ سے دوسرے کو ڈس اون کرتے ہیں۔ میں اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک ماں کا مقام الگ ہے اور بیوی کا الگ۔ کسی ایک کی خوشنودی کے لئے دوسرے کی حق تلفی کبھی نہیں کروں گا۔ سمجھ رہی ہیں میری بات؟؟"

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی۔

"آپ کے یہ شربتی لب مجھے بری طرح بہکا رہے ہیں۔ کیا میں انہیں چھو کر محسوس کر سکتا ہوں؟؟"

وہ بایاں ہاتھ اس کی شفاف گردن پر رکھتا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کے نازک ہونٹوں کو سہلاتا انھیں گہری نظروں سے دیکھتا مستفسر ہوا تو زلیخہ کے پورے بدن کا لہو جیسے اس کے چہرے پر سمٹ آیا۔

اتنی سنجیدہ بات کرتے ہوئے وہ ایک دم اتنے غیر سنجیدہ ٹریک پر اترا تھا کہ زلیخہ کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کیا جواب دے۔

ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر وہ ایڑیوں کے بل تھوڑا اوپر اٹھتی اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

اگلے ہی پل اسے اپنی سانسیں قید ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔اس قدر انوکھا اور جان لیوا احساس اسے کپکپانے پر مجبور کر گیا۔داؤد کی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن محسوس کرتی زلیخہ اس کی شرٹ دونوں مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

داؤد کے لمس میں اس قدر نرمی اور محبت تھی گویا وہ کسی نازک آبگینے کو چھو رہا ہو جو اس کی ذرا سی سختی پر ٹوٹ کر بکھر جا گا۔زلیخہ کا دل سینے میں پکڑ دھکڑ مچا گیا.

اس کی سانسوں کو آزادی بخشتا وہ اس کے ماتھے پر لب رکھ کر اسے اپنے لمس سے معتبر کرتا اپنے سینے میں بھینچ گیا

وہ الجھی بکھری سانسیں بھرتی اس کے مضبوط سینے میں منہ دیے کھڑی تھی اس کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی کہ کاش یہ پل یہیں ٹھہر جائیں۔ یہ گھڑیاں یہیں تھم جائیں۔

سونا نہیں ہے کیا آج ؟؟ یقین جانیں آج دل بغاوت پر اتر رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ " اس کے بے قابو ہونے سے پہلے پہلے سو جائیں ورنہ حد یاد نہ رہے گی کوئی آج !!!"

وہ اس کے کانوں میں سرگوشی کرتا بولا تو زلیخہ کا دل کیا آج وہ حد سے گزر ہی جا۔ اپنی سوچ پر وہ شرم سے خفت زدہ ہوتی تیزی سے اس سے الگ ہوتی بستر میں گھس گئی اور اپنا چہرہ بھی چھپا لیا جیسے یہ خوف ہو کہ کہیں وہ اس کے چہرے پر لکھی داستان نہ پڑھ لے۔

اس کے کمبل میں چھپے وجود پر ایک مسکراتی نظر ڈالتا وہ لائٹ بند کر کے خود میں اپنی جگہ لیٹ گیا پر اگلے ہی پل وہ اسے اپنی طرح کھینچ کر اس کا سر اپنے سینے پر رکھنا نہیں بھولا تھا۔

آج کی رات یقیناً میٹھی نیند آنے والی تھی ان دونوں کو۔

"؟؟ ممی آپ نے بلایا"
وہ کمرے میں داخل ہوتا بولا تو فارا کمال نے سر ہلایا۔
"!!! ہاں میں نے بلایا تھا۔ یہاں آؤ میرے پاس"
وہ کمرے میں رکھے صوفے پر براجمان تھیں۔ اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرتی بولی تو آدم ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

۔"؟؟ کیسا چل رہا ہے بزنس"

انہوں نے بہت سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔

"بہت اچھا ماشاءاللہ۔ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے ممی بس۔"

وہ ان کے ہاتھ چومتا اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

"اشعر بتا رہا تھا کل تم داؤد کے ساتھ باہر کہیں گئے تھے۔"

ان کے انداز میں کچھ تو تھا۔ کچھ کھوجتا ہوا۔

"جی ایک مسلہ بن گیا تھا جسے داؤد ہی حل کر سکتا تھا۔"

اس کا انداز اس کے تاثرات کی طرح ہی تھا۔ بلکل سادہ سا۔

"دھیان رکھنا کہیں وہ سانپ تمہیں نہ لوٹ کھا۔"

ان کے انداز و الفاظ میں تنفر ہی تنفر تھا۔ آدم نے سر ہلایا پر اس کی آنکھوں میں عجیب سی الجھن تھی.

"؟؟ ممی ایک بات پوچھوں"

وہ فار اکمال کی طرف دیکھتا بولا تو وہ محض سر ہلا گئیں۔

داؤد ویسا کیوں نہیں لگتا جیسا آپ بتاتی ہیں؟؟ وہ اتنا پر سکون سا لگتا ہے۔ ہر وقت" مدد کو تیار۔ بات کرو تو لگتا ہے جان بھی وارنے کو تیار ہو جا گا۔ اس کی بے تاثر رہنے والی آنکھوں سے محبت چھلکتی کیوں نظر آتی ہے؟ جتنا مرضی تلخ بولوں کبھی دانت سے دانت نہیں اٹھاتا۔ ایسا کیوں ؟؟"۔

وہ واقعی الجھا سا لگ رہا تھا۔ فارا کمال کا چہرہ تن گیا۔ آنکھوں میں تنفر پھیل گیا۔

دوگلا اور میسنا انسان ہے وہ اپنے باپ کی طرح۔ اس کے باپ نے بھی مجھ سے شادی" تو کرلی پر ساری عمر پہلی بیوی کے عشق میں ہی ڈوبا رہا اور مرتے وقت بھی اس کے لبوں پر اس منحوس عورت کا ہی نام تھا۔ ہمیشہ میری حق تلفی کی تمہارے باپ نے اس عورت کے چکر میں میری اور یہ داؤد بھی تو اسی عورت کی اولاد ہے نا۔ ہنہ بد صورت آدمی !!!"

ان کے لہجے میں حد درجہ حقارت تھی داؤد کے لئے۔

ممی آپ نے ہمیشہ کہا کہ داؤد سے دور رہوں میں اس سے دور رہا۔ آپ نے کہا" اس کی محبت کا جواب نفرت سے دوں تو میں نے ہمیشہ ایسا ہی کیا۔ آپ نے کہا اس کو تضحیک کا نشانہ بناؤں میں نے ہمیشہ ایسا کیا پر ممی اب میں تھک رہا ہوں اس سب

سے۔ میرا ضمیر ملامت کرنے لگا ہے مجھے۔ داؤد نے باپ کے بعد باپ بن کر پالا ہے ہمیں۔ مجھے آج بھی یاد ہے پاپا کی بعد جب حالت بہت برے ہو گئے تو اس نے مزدوری کر کے ہمیں پالا۔ میں نے کام کرنا چاہا تو مجھے سختی سے منع کر دیا۔ خود مزدوری بھی کی گھر بھی چلایا اپنی پڑھائی بھی کی ہماری چوکیداری بھی کی۔ ہمیں برے حالات سے نکالا اور عیش و عشرت والی زندگی دی۔ میں ہمیشہ اس سے بدظن رہا پر ممی اب اور نہیں ایسا کر پاتا میں۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ داؤد ایسی نفرت اور حقارت کا حق دار نہیں ہے۔"

اس کی بات سنتے فار اکمال کا چہرہ غصّے کے باعث سرخ پڑ گیا۔ وہ اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑواتی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس پنچ اور بد صورت انسان کی خاطر تم مجھ سے ایسے بات کرو گے؟؟ اپنی ماں سے؟؟ یہ اوقات ہے تمہاری نظروں میں میری۔ چلے جاؤ یہاں سے آدم ورنہ میں لحاظ بھول بیٹھوں گی۔"

فار اکمال بولی نہیں گرجی تھیں۔ آدم نے افسوس سے انہیں دیکھا۔

"ممی اگر اتنی ہی نفرت ہے اس سے تو اس کا دیا کیوں کھایا جاتا ہے اس گھر میں۔ اس گھر کا ایک ایک کام اس کی کمائی سے کیوں ہوتا ہے۔ اس کا پیسا بے دریغ کیوں اڑایا جاتا ہے۔ کام پڑنے پر آپ اس کے ساتھ میٹھی کیوں بن جاتی ہیں"

آدم کمال تو آج جیسے فیصلہ کر کے آیا تھا کہ سچ کے سوا کچھ نہ بولے گا۔

"نکل جاؤ میرے کمرے سے ابھی اور اسی وقت۔"

آدم نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کو برا لگا تو سوری ممی پر میں نے ہر بات بلکل سچ کہی ہے۔ میرا بھائی ہے وہ اور مجھے اس سے محبت ہے۔"

وہ اٹل لہجے میں بولا تھا۔

" آؤٹ "

فارا کمال دروازے کی طرف انگلی کرتی چیخی تھیں۔ چہرہ غیز و غضب کی غمازی کر رہا تھا۔

آدم نے چپ چاپ کمرے سے باہر نکل جانا ہی مناسب سمجھا۔

"میری اولاد ہو کر میرے سامنے ہی زبان چلائے گا۔"

فاراکمال کو آج احساس ہوا کہ وہ داؤد ہی تھا جو ان کی ہر تلخ اور روح چھلنی کر دینے والی باتیں بھی سر جھکا کر چپ چاپ سن لیتا تھا۔ان کی کسی اولاد میں ایسا حوصلہ نہ تھا۔ایسا بلند حوصلہ داؤد کمال کا ہی ہو سکتا تھا۔

فاراکمال کا بس نہ چل رہا تھا کہ داؤد کو جان سے مار ڈالتی جس کی وجہ سے ان کا بیٹا ان کو حقیقت کا آئینہ دکھا کر گیا تھا۔

اس بات کی سزا بھی اب داؤد کمال کو ملنے والی تھی۔اس کے کھاتے میں ایک اور جرم شامل ہو چکا تھا۔ہمیشہ کی طرح بغیر کسی قصور کے۔

ابا کو دوا دے کر سلا کر وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔اس نے تیزی سے آگے بڑھتے موبائل پکڑ کر کال اٹھاتے کان سے لگایا۔

"آخر جناب کو فرصت مل ہی گئی۔"

اس کی بھرپور شکوے بھری آواز کانوں سے ٹکرائی تو ایمان کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھری۔

"بس دیکھ لیں اپنے قیمتی وقت میں سے آپ کے لئے وقت نکال ہی لیا۔"

وہ شرارت سے بولی تو اس دوسری طرف ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔

بہت بے مروت ہیں آپ۔ میں اگر کال نہ کروں تو آپ خود کبھی بھی مجھے یاد کرنے کا تکلف نہیں کرتی۔ کیا واقعی آپ کو میری یاد نہیں آتی ؟؟"

اس کی آواز کا گھمبیر پن محسوس کرتی وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔

"کرتی ہوں نا !!!"

وہ بہت دھیرے سے بولی تھی۔

"کیا کرتی ہیں ؟؟"

باسط نے بھی اسی انداز میں سوال کر ڈالا۔

"آپ کو یاد !!!"

آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔ وہ بامشکل ہی سن پایا تھا پر سنتے ہی ہونٹوں پر دلفریب مسکان مچل اٹھی۔

پھر دیدار ہی کروا دیں۔ دو مہینے سے آپ کو نہیں دیکھا۔ آنکھوں کے ساتھ دل"

"بھی ترس رہا ہے۔

ایمان کی پلکیں لرز اٹھیں۔ کچھ ایسا ہی اثر رکھتے تھے اس انسان کے الفاظ۔

"آپ جانتے ناویڈیو کال پر بات نہیں ہوتی مجھ سے"

وہ بے بسی سے بولی تھی۔ باسط کے ساتھ رابطے میں رہتے اسے دو ماہ ہو گئے تھے۔ وہ اب تک واپس نہ آیا تھا تو ان کی روز کال پر ہی بات ہوتی تھی۔ باسط نے ایک دو مرتبہ اسے ویڈیو کال کا کہا پر اس نے منع کر دیا۔

ویڈیو کال کی بات بھی کس نے کی ہے۔ آپ کے روبرو آکر آپ سے ملنا چاہتا"

"ہوں۔ اپنے گھر کا دروازہ تو کھول کر دیکھیں ذرا۔

اس کی بات پر ایمان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکلتی باہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ چھوٹا سا تو گھر تھا۔ اگلے ہی منٹ وہ دروازہ کھول چکی تھی۔

سامنے ہی وہ بڑی شان سے اپنی گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا تھا۔ اسے یوں سامنے دیکھ ایمان کی سانسیں رک سی گئیں۔

اگلے ہی پل وہ ڈرتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔ اگر محلے سے کوئی دیکھ لیتا تو؟؟ وہ جھرجھری لے کے رہ گئی۔

"اف یار دروازہ بند کیوں کر دیا۔ ابھی تو سہی سے نظر بھی نہیں پڑی تھی آپ پر۔"

وہ بدمزہ ہو کر بولا تو ایمان دروازے میں بنے کی ہول سے چوری چھپے اسے دیکھنے لگی۔

"کسی نے دیکھ لیا تو؟؟ آپ پلیز جائیں یہاں سے۔"

وہ ملتجی ہو کر بولی تھی۔ اسے خوف کھا جا رہا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔

بہت ظالم ہیں آپ پر میں آج آپ کی ایک بھی نہیں سن رہا۔ چادر لے کر آئیں گلی"

"کے باہر گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں میں۔ انکار نہیں سننا مجھے آج۔ آ جائیں آپ۔

اپنی بات مکمل کرتا وہ کال بند کر گیا جب کہ ایمان کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے خوف کی وجہ سے۔

وہ وہیں کھڑی ہاتھ مسلتی رہی۔ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

ابّا کے اٹھنے میں بہت وقت تھا ابھی۔ اتنی جلدی اٹھنے والے نہیں تھے۔

کچھ سوچ کر وہ الماری سے اپنی چادر نکال کر اچھے سے اپنے گرد لپیٹ گئی۔ چہرہ بھی ماسک سے ڈھک لیا۔

"تھوڑی سی دیر میں بس ان کی بات سن کر واپس آجاؤں گی ابّا کے جاگنے سے پہلے۔"

خود کو تسلی دیتی وہ آخری نظر ابّا پر ڈال کر تالا لگاتی گھر سے باہر نکل گئی۔ گلی کے باہر اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھول گیا تو وہ جھجھکتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی وہ گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"کہاں جا رہے ہیں پلیز ہم گاڑی میں بیٹھ کر ہی بات کرتے ہیں نا۔"

وہ اسے گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کر بوکھلا کر بول اٹھی۔ باسط نے گردن گھما کر گہری نظر اس پر ڈالی پھر واپس سامنے روڈ پر۔

"یہاں بلکل قریب پارک میں جا رہے ہیں۔ سکون سے بیٹھ کر باتیں کریں گے کچھ دیر۔"

اس کی بات پر وہ وہ چپ ہی رہی۔ جانتی تھی اپنی مرضی کر کے ہی دم لے گا۔

پانچ منٹ میں ہی وہ پارک میں پہنچ گئے جو سنسان پڑا تھا۔

باسط اسے لئے پارک کے اندر چلا گیا۔

وہ دونوں آمنے سامنے گھاس پر بیٹھ گئے۔ ایمان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں جب کہ ہاتھ مسلسل کپکپا رہے تھے۔ باسط کا دل کیا اس کے مومی ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قید کر کے ان کی نرمی محسوس کرے پر جانتا تھا کہ اس کی اتنی سی جرات سے ہی وہ نازک حسینہ بے ہوش ہو گرے گی۔

"پلیز اب تو یہ نقاب اتار دیں میری پیاری مینا۔ اور کتنا تڑپائیں گی۔"

وہ اسے پیار سے مینا بلاتا تھا۔ اس کی بات پر وہ جھجکتی ہوئی ماسک اتار کر ایک طرف رکھ گئی۔ نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔

اس کے چہرے کو اتنا قریب سے دیکھتے باسط کے دل و دماغ پر ایک سرور بھرا سکون چھانے لگا۔

وہ اس کے سامنے ہی نیم دراز ہو کر دونوں بازو سر کے پیچھے رکھ گیا۔ وہ گہری نظروں سے اسے یک ٹک دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

"؟؟ آپ مجھے ایسے کیوں دیکھتے رہتے ہیں"

اس کی گہری نظروں سے گھبراتی وہ ایک دم بول اٹھی۔

"باسط درانی جب جب ایمان احمد کو نہ دیکھے تب تب اسے اپنی آنکھیں بے نور لگتی سی ہیں۔"

گھمبیر آواز میں بولتا وہ اسے گلابی پڑنے پر مجبور کر گیا۔

"!!! ایسے مت دیکھیں پلیز"

وہ لجا کر بولی تو باسط قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"تصور ہو یا تخیل، خواب ہو یا خیال، میری بے چین نظریں ہر جگہ آپ کو ہی دیکھتی ہیں۔"

وہ تو آج جیسے ٹھان چکا تھا کہ اسے منہ چھپانے پر مجبور کر دے گا۔

"اف باسط کیا کھا کر آئے ہیں آج آپ؟؟ ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی سستا نشہ کیا ہو۔"

وہ شرم چھپاتی چڑ کر بولی تھی۔

"آپ کی ان غزالی آنکھوں کے نشے سے بڑھ کر بھی کوئی نشہ ہو سکتا ہے کیا؟ آپ کی ان حسین آنکھوں کے سوا دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے بھلا۔ کسی دن جان ہی نہ لے لیں یہ میری۔"

اس کی بات پر وہ بلاوجہ ہی سر پر پڑا دوپٹہ مزید ماتھے پر کھینچنے لگی۔اس آدمی نے آج ٹھان ہی لیا تھا کہ اسے بوکھلا کر چھوڑے گا۔

"جا رہی ہوں میں۔اکیلے بیٹھ کر لگی رہیں۔"

خفگی سے کہتی وہ وہاں سے جانے لگی جب وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

چپ چاپ بیٹھ جائیں ورنہ باخدا آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو واپس بیٹھانا پڑے گا مجھے "

"اور میرے چھونے پر آپ کو ہے زیادہ اعتراض ہو گا۔

اس کی بات پر وہ فورا بیٹھ گئی جیسے ڈر ہو کہ وہ سر پھرا یہ بھی کر گزرے گا۔

"بلکل بھی اچھے نہیں ہیں آپ۔"

منہ پھلا کر بولی تو باسط کو اس پر مزید پیار آنے لگا۔

"جیسا بھی ہوں اب آپ کا ہی ہوں۔"

ہاتھ اٹھا کر بولتا وہ کندھے اچکا گیا۔

"؟؟؟ مینا ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گی نا۔آپ کبھی مجھے چھوڑ تو نہیں جائیں گی نا"

اس کے سوال پر ایمان نے اسے دیکھا تو اسے باسط کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف نظر آیا۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔جانے کیوں اس کے دل کو اس بات کا دھڑکا سالگا رہتا تھا کہ اس کی مینا اس سے جدا ہو جاگی۔

"آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔میرا آخری جزیرہ ہیں آپ۔مجھے موت تو قبول ہے پر آپ سے جدائی نہیں۔"

اس کا لہجہ اٹل تھا۔ہر طرح کے شبے سے پاک۔

"اپنی بات پر ہمیشہ کھری رہئے گا۔"

وہ مزید کچھ دیر بات کرتے رہے۔ایمان اب ایزی ہو کر بات کر رہی تھی۔تھوڑی دیر کے بعد اس نے گھر جانے کی جلدی مچائی تو باسط کو اس کی ماننی ہی پڑی۔

وہ کافی دیر سے لاؤنج میں چکراتی پھر رہی تھی۔زلیخہ کو اسے دیکھ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ میری جان کال کی ہے نا اشعر کو آ رہا ہو گا۔"

وہ اسے حوصلہ دیتی بولی تو زلیخہ منہ بناتی دھپ سے اس کے قریب بیٹھی۔

"مر جاگا یہ انسان میرے ہاتھوں بتا رہی ہوں آپ کو۔"

وہ دانت کچکچا کر بولی تو اس کی شکل اور انداز دیکھتی ہنس دی۔

"اچھا پریشان مت ہو میں دوبارہ کال کرتی ہوں۔"

زلیخہ نے اشعر کو کال کرنے کے لئے موبائل اٹھایا تبھی آدم وہاں آیا۔

"کیا ہوا خیریت؟؟"

اس نے بہت دھیان سے زونیہ کی تیاری دیکھی تھی۔

ویلویٹ کا گہرے مہرون رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے لبوں پر گہرا مہرون لب بکھیرے وہ اچھی نہیں بہت زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔

آنکھوں پر لگا چشمہ آج غائب تھا اس کی جگہ لینز لگا ہوئے تھے۔

"میری تیاری کو بھرپور توجہ سے دیکھ لیا ہو تو میرا مسلہ بھی سن لیں اب۔"

زونیہ کی آواز پر وہ سر جھٹک گیا۔ مجال تھی جو یہ لڑکی کبھی اپنی زبان پر قابو پا لیتی۔

"ارشاد فرماؤ!!!"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس کے بلکل سامنے کھڑا ہوتا بولا تو وہ دو قدم چل کر اس کے نزدیک آئی۔

میرے کالج میں پارٹی ہے آج۔اشر کے بچے نے کہا تھا لے جا گا مجھے پر اب تک "
"گھر واپس نہیں آیا اور نہ ہی کال اٹھا رہا ہے میری اب۔

پریشان ہوتی وہ ایک ہی سانس میں اپنا مسلہ بتا گئی آدم کمال کو جس سے کسی قسم کی مدد کی توقع تو نہیں تھی۔

"آجاؤ میں ویٹ کر رہا ہوں گاڑی میں۔"

وہ لاپرواہی سے بولتا وہیں سے واپس مڑ گیا تو زونیہ کی باچھیاں پھیل گئیں۔وہ ایک سیکنڈ کی دیر کے بغیر صوفے سے اپنا پرس اور موبائل اٹھا کر باہر کی جانب بھاگی جہاں وہ پہلے سے گاڑی سٹارٹ کیے بیٹھا تھا۔

اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا گیا۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ کیسی لگ رہی ہوں میں؟؟"

وہ رخ اس کی طرف موڑ کر بیٹھتی اس کے وجیح چہرے کو دیکھتی روشن آنکھوں سے پوچھنے لگی۔

"!!! ویسی ہی جیسے ہمیشہ لگتی ہو"

اس کے سپاٹ انداز پر زونیہ کی روشن آنکھیں ایک دم بجھی تھیں۔

"ہمیشہ تو ایسے نہیں تیار ہوتی۔یے رنگ بھی پہلی دفعہ پہنا ہے میں نے۔"

اس کی بات پر آدم نے پل بھر کے لئے نظر پھیر کر اس کی طرف دیکھا پھر نظریں سامنے روڈ پر جما دیں۔

"اچھا!!! میں نے نوٹ نہیں کیا۔"

اب بھی وہ اسی لاپرواہ انداز میں بولا تھا۔

پہلی دفعہ زونیہ اس کے انداز سے ہرٹ ہوئی تھی۔وہ تو ہمیشہ سے ہی ایسا تھا اور اسی انداز میں بات کرتا تھا پر اسے بہت تکلیف ہوئی تھی اس کے انداز سے آج۔

اس کے بعد وہ کالج جانے تک خاموش رہی تھی۔کالج میں فنکشن کے دوران بھی وہ بہت چپ چپ سی تھی۔

واپسی پر اسے لینے اشعر آیا تھا۔

وہ گاڑی کے باہر ہی کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"!!!اوئے ہو"

اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے وہ آنکھوں میں شوخ پن لئے سیٹی مارتا بولا تو زونیہ نے اس کے کندھے پر تھپڑ مارا۔

"کیا بات ہے بھئی آج تو اپنی شیدا اں پہچانی ہی نہیں جا رہی۔"

اشعر کی تعریف کا بھی اپنا ایک الگ ہی انداز تھا۔

"بکواس مت کرو۔"

اسے گھور کر کہتی وہ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تو وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

بہت پیاری لگ رہی ہو اس کلر میں یار۔ پہلی دفعہ تم نے ایسا گہرا رنگ پہنا ہے اور "

"!!! تمہیں حد سے زیادہ سوٹ کیا ہے بس ایک چیز کی کمی ہے

وہ سنجیدہ ہو کر بولا تو زونیہ نے بے ساختہ اسے دیکھا۔

"؟؟ کس چیز کی"

وہ بے صبری سے پوچھنے لگی۔

"گلاسز کی !! یقین جانو عینک لگا کر بلکل پانڈا جیسی کیوٹ لگتی ہو۔"

وہ کہہ کر زور سے ہنسنے لگا جب زونیہ چیختی ہوئی اس پر مکے برسا رہی تھی۔

بہت کمینے ہو تم۔ تم ہو گے موٹے پانڈا۔ تمہیں کس اینگل سے پانڈا دیکھ رہی "

ہوں۔"

وہ اس کے بال زور سے کھینچتی پوچھ رہی تھی جب کہ اپنے بالوں پر اس کی سخت گرفت محسوس کرتے اشعر بوکھلا گیا۔

"چھوڑ دے اللہ کی بندی ابھی تو بلکل کنوآرا پیس ہوں۔مجھے گنجا ہونے کا کوئی ارمان نہیں وہ بھی بھری جوانی میں۔اس حال میں کسی نے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی نہیں دینا مجھ مظلوم کو۔"

اس کی آہ و پکار پر زونیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کوئی بہت بڑے نوٹنکی ہو تم۔ فکر نہ کرو تمہیں ان بالوں کے ساتھ بھی کسی نے اپنی لڑکی نہیں دینی جس قدر تم لڑکی کو ترسے ہوئے ہو۔"

وہ اس کے بال چھوڑ کر ہاتھ جھاڑتی بولی تو اشعر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ڈائن ہو تم پوری۔تمہاری زبان میں خاک۔لڑکیاں مرتی ہیں میری حسین شکل اور ہینڈسم پر سنیلیٹی پر !!!"۔

وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر ایک ادا سے بولا تھا پر اگلے ہی پل کراہ کر رہ گیا جب زونیہ نے اس کی گردن کے پیچھے اپنے نازک ہاتھ کا زوردار تھپڑ مارا۔

"ڈائن ہو گی تمہاری ہونے والی بیوی خبر دار مجھے ایسا بولا تو۔شودہ انسان۔"

اس کی بات پر وہ اسے گھور کر رہ گیا پر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر مسکان چھا گئی جب زونیہ کے چہرے پر سکون بھری مسکراہٹ دیکھی۔اس کی آنکھیں بھی اس مسکراہٹ کا ساتھ دے رہی تھیں۔

وہ لاکھ اسے تنگ کرتا پر وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس کی اداس اور بے رونق آنکھیں میں رنگ بھرنے کی چھوٹی سی کوشش کی تھی اس نے جس میں کامیاب بھی ٹھہرا تھا۔

باقی راستہ وہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے آئے تھے۔

"داؤد میں کون سا ڈریس پہنوں آج؟؟"

وہ الماری میں منہ دیے وہیں سے اونچی آواز میں بولی تو کمرے میں بیٹھا داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔پھر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔

"آپ جانتی تو ہیں ہر رنگ میں اچھی لگتی ہیں مجھے آپ۔کوئی بھی پہن لیں۔"

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوتا دونوں بازو سینے پر باندھے اسے دیکھنے لگا جو نائٹ ڈریس میں ملبوس مصروف سی اپنے کپڑے دیکھ رہی تھی۔

"!! یہ والا ڈریس پہن لیں"

اچانک وہ آگے بڑھ کر اس کے بلکل پیچھے کھڑے ہوتے ایک ڈریس پر ہاتھ رکھ کر بولا تو زلیخہ اچنبے سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ ایک سیاہ رنگ کی شلوار قمیض تھی جس کے ساتھ سرخ کامدار شال تھی۔وہ بہت خوب صورت جوڑا تھا پر مسلہ یہ تھا کہ زلیخہ نے کبھی ایسا لباس پہنا نہیں تھا۔

وہ انکار کرنا چاہتی تھی پر پھر جانے کیا سوچ کر مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

ڈریس پکڑ کر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی تو داؤد خود بھی چینج کرنے لگا۔

اس کے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہ ریڈی ہو چکا تھا اور اب اس کا انتظار کر رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔

اس نے اندر آنے کی اجازت دی تو ملازمہ اندر آئی۔

"صاحب جی بڑی بیگم صاحبہ آپ کو نیچے بلا رہی ہیں۔کہہ رہی ہیں ابھی بات سنیں آ کر ان کی۔"

اس کی بات سنتے داؤد فورا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

وہ نیچے آیا تو فار اکمال ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھیں۔باقی سب بھی وہیں ہی تھے۔

وہ سب کو مشترکہ سلام کرتا ماں کی طرف بڑھ گیا۔ان کا ماتھا چوما پھر ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگا۔

"بیٹھو داؤد !!!"

ان کے کہنے پر داؤد پاس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"می آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ؟؟"

وہ تفکر سے ان کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر بولا تو فار اکمال نے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

شکر ہے تمہیں بھی خیال آیا میری طبیعت پوچھنے کا۔ورنہ بیوی کے بتانے پر تو تم "نے میری خیریت پوچھنا گوارا نہیں کی۔"

ان کی بات پر داؤد نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"کیا مطلب می ؟؟زلیخہ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

اس کی بات پر فار اکمال عجب سے انداز میں مسکرا دیں۔

"میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی رات۔ شوگر کم ہوگئی تھی۔ تمہاری بیوی کو بلایا تھا پاس پر وہ ملکہ عالیہ تو نیند کا بہانہ کرتی نکل گئی۔ ظاہر ہے تمہیں بھی تو بتایا ہی ہو گا میری طبیعت کا۔"

ان کی بات پر داؤد کی آنکھوں کا تاثر پل میں بدلہ تھا جسے وہاں بیٹھے ہر فرد نے محسوس کیا تھا۔ سب نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو دیکھتے افسوس ظاہر کر رہے تھے۔

داؤد رات کافی دیر سے گھر واپس لوٹا تھا۔ سب سے پہلے فارا کمال کے کمرے میں گیا تو وہ سو رہی تھیں جب کہ زلیخہ اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ ان دونوں نے کھانا ایک ساتھ کھایا تھا اور پھر کافی دیر باتیں کرنے کے بعد سوتھے پر اس نے داؤد سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔

اگلے ہی پل اس کی تیز دھاڑ کمال ہاؤس میں گونج اٹھی۔

"زلیخہ!!!!"

اس کی تیز پکار پر کچھ ہی پل کے بعد زلیخہ حیران سی وہاں آئی۔ پہلی دفعہ اس نے داؤد کو اس قدر اونچی آواز میں بولتے سنا تھا۔

"!! جج۔۔۔جی*

اس کی بوکھلاہٹ وہاں بیٹھے ہر فرد نے محسوس کی تھی۔

رات ممی کی طبیعت خراب تھی۔ آپ کو ان کے پاس رکنا چاہیئے تھا۔ اگر زیادہ نیند "آ رہی تھی تو وہیں ممی کے پاس سو جاتی آپ۔ آپ نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا ممی کی طبیعت کے بارے میں۔"

اس کا لہجہ ہر تاثر اور جذبے سے پاک تھا۔ سرد اور ہڈیوں کو ٹھٹھرا دینے والا لہجہ۔

زلیخہ شاک میں چلی گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ ایسا کب ہوا تھا۔

"ڈاؤد میں سونے سے پہلے ممی کو دیکھ کر گئی تھی تب بلکل ٹھیک تھیں اور مجھے بتایا بھی۔۔۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کرا گیا۔

زلیخہ لب بھینچ گئی۔

زونیہ اشعر اور طالب افسوس بھری نظروں سے فار الکمال کو دیکھ رہے تھے جب کہ آدم سپاٹ نظروں سے۔

ممی زلخہ کی طرف سے میں سوری کرتا ہوں۔پلیز آخری خطا سمجھ کر معاف کر دیں"

"آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔

وہ ماں کے پیروں میں بیٹھتا ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا عاجزی سے بولا تھا۔

زلیخہ ایک پل بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

ممی زلیخہ کی طرف سے میں سوری کرتا ہوں۔پلیز آخری خطا سمجھ کر معاف کر "

"دیں آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔

وہ ماں کے پیروں میں بیٹھتا ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا عاجزی سے بولا تھا۔

زلیخہ ایک پل بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

داؤد نے ایک پل کو گردن موڑ کر اسے وہاں سے بھاگتے دیکھا پھر ماں کی طرف مڑا۔

"ممی وہ ناسمجھ ہے۔اس نے اپنے پاس رشتے نہیں دیکھے شروع سے۔بہت سی باتوں اور اقدار سے لاعلم ہے وہ۔اگر اس سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو پلیز اسے پیار سے سمجھا دیا کریں یقین کریں وہ آپ کی بات کی نفی کبھی نہیں کرے گی۔بہت نازک سا دل ہے اس کا آپ پلیز اسے پیار سے ٹریٹ کریں وہ اس سے دگنا پیار آپ کو دے گی۔"

وہ ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے دھیمے لہجے میں بولتا جا رہا تھا اور فارا کمال کا چہرہ تنتا جا رہا تھا۔

"ماں کے سامنے اب بیوی کی طرف داری کرو گے تم۔بیوی کے آتے ہی ماں کی اہمیت صفر ہو گئی۔"

فاراکمال کی بات پر سب نے اکتا کر ان کی جانب دیکھا جب کہ داؤد نے پریشانی سے۔

ہر گز نہیں ممی۔ میں اچھے سے جانتا ہوں کہ ماں ماں ہوتی ہے اور بیوی بیوی !!! " آپ دونوں میری زندگی میں موجود دو اہم ہستیاں ہیں اس لئے پلیز ایسے بول کر مجھے شرمندہ مت کریں۔ آپ ناشتہ کریں میں آفس کے لئے نکلتا ہوں۔"

پھر سے ان کے ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگا تا وہ اپنا بیگ پکڑ کر وہاں سے نکل گیا حالاں کے شدّت سے دل چاہ رہا تھا کہ اس کے پیچھے واپس جا پر داؤد کمال نے پوری زندگی اپنے دل کی سنی ہی کہاں تھی۔

کمرے میں آکر وہ بیڈ پر گرتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ داؤد کا یہ سرد انداز کہاں برداشت تھا اسے۔

ہاں ٹھیک ہے کہ اس نے اپنے بہن بھائیوں کے سامنے اس سے معافی منگوا کر اسے شرمندہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے حصّے کی معافی خود مانگی۔

پر وہ کیسے بھول سکتی تھی کہ کس قدر سرد انداز میں اس نے بات کی تھی اس سے۔

اس کی پسند کا جوڑا پہنے کتنے دل سے تیار ہوئی تھی وہ۔ پہلی دفعہ اس نے ایسے کپڑے پہنے تھے وہ بھی صرف داؤد کی پسند کی وجہ سے پر اس نے ایک نظر اسے دیکھنا گوارہ نہ کیا اور ڈانٹ بھی پلا دی۔

اگلے ہی پل وہ آنکھیں صاف کرتی اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ہاتھ بڑھا کر کانوں میں پہنے ٹاپس کو اتار پھینکنے کے بعد میک اپ وائیپس سے چہرہ صاف کرکے جوتا ایک طرف اتارتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

کپڑے اتار کر سمپل سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن کر واپس بیڈ پر آگئی۔

آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

یوں ہی بھوکے پیٹ کب اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہیں چلا.

داؤد کے کال کرنے پر زونیہ تین دفعہ اس کا ناشتہ لے کر آئی تھی پر اس نے کمرے کا دروازہ نہ کھولا۔وہ داؤد کو کال کرکے صورت حال سے آگاہ کر چکی تھی۔

وہ رات نو بجے گھر میں داخل ہوا تھا۔لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ جلدی گھر نہ آ سکا کیوں کہ اچانک ہی ایک میٹنگ میں جانا پڑ گیا۔

حسب معمول وہ سب سے پہلے فار اکمال کے کمرے میں گیا تھا۔ گھنٹہ بھر ان کے کمرے میں گزارنے کے بعد وہ دس بجے اپنے کمرے کی طرف بڑھا پھر کچھ سوچ کر اپنا رخ کچن کی طرف کر لیا۔ بیگ وہ باہر صوفے پر رکھ چکا تھا۔ کچن میں جا کر کھانا گرم کیا اور ساتھ دودھ جگ میں ڈال کر دو گلاسوں کے ساتھ ٹرے میں رکھا اور پھر کمرے کا رخ کیا۔

ٹرے ایک ہاتھ سے سنبھالتے دوسرے ہاتھ سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو گھرے اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

احتیاط سے قدم اٹھاتے کمرے کی مین لائٹ آن کی تو کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ بیڈ پر لیٹے وجود نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر روشنی سے بچنا چاہا تھا۔

ٹرے ٹیبل پر سیٹ کرنے کے بعد وہ کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکتا بیڈ کی طرف بڑھا۔زلیخہ نے سر تک کمبل تان لیا تھا۔داؤد نے جھک کر کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا تو نظریں سیدھا اس کے ستے ہوئے چہرے سے ٹکرائیں۔سوجی ہوئی لال آنکھیں بھاری پپوٹے سرخ گال اور بکھرے بال لئے وہ لب دانتوں تلے دبائے پڑی تھی۔

اس کی حالت دیکھتے وہ من ہی من میں خود کو ایک مہذب گالی سے نواز گیا۔(گالی) اور وہ بھی مہذب

اسے دیکھتے ہی وہ رخ پھیر گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔داؤد کو صورت حال کی سنجیدگی کا احساس ہوا تو پیشانی مسل کر رہ گیا۔

ایک لفظ بھی بولے بغیر اس نے ایک جھٹکے سے زلیخہ کو گود میں اٹھایا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔اس کی اچانک حرکت پر وہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"!!! چھوڑیں مجھے کیا کر رہے ہیں یہ،"

گرنے کے خوف سے وہ تیزی سے اس کی گردن کے گرد بازو باندھتی بولی تو وہ نظریں جھکا کر اس کی شربتی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"ان خوب صورت آنکھوں پر صرف داؤد کمال کا حق ہے اس لیے آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ انہیں تکلیف دیں۔"

بھاری آواز میں کہتا وہ جھک کر اس کی شربتی آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا تو اس کا لمس محسوس کرتی زلیخہ آنکھیں موند گئی۔ بے اختیار دو موتی ٹوٹ کر آنکھوں کی باڑ پھلانگ گئے جنھیں وہ بے جھجک اپنے لبوں سے چن گیا۔

"فریش ہو کر باہر آئیں جلدی۔"

اسے باتھ روم کے دروازے پر اتار کر بولا تو وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر فریش ہونے چلی گئی۔

داؤد بھی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ اس کے فریش ہونے تک چینج کر لے۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو داؤد صوفے پر بیٹھا تھا۔اسے دیکھتے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی وہ اسے ہاتھ سے پکڑ تا اپنی ٹانگ پر بیٹھا چکا تھا۔اس کی حرکت پر زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑا۔اس نے اٹھنا چاہا پر وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اس کی کوشش ناکام بنا گیا۔

"کھانا کھا بغیر آپ کہیں نہیں جا سکتی۔"

اس کے حکم پر وہ آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"مجھے نہ ہی بھوک محسوس ہو رہی ہے اور نہ ہی مجھے کچھ کھانا ہے۔"

اس کے انداز میں محسوس کی جانے والی خفگی تھی۔
مقابل کیسے نہ پہچانتا؟

"زلیخہ میں نے کل رات کے بعد اب تک کچھ بھی نہیں کھایا اور یقین کریں بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں بھوکا رہوں تو ٹھیک ہے آپ یہاں سے جا سکتی ہیں۔"

اس کی سنجیدہ آواز پر وہ چپ بیٹھی رہ گئی تو اس کی رضامندی محسوس کرتے داؤد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ چمکی۔

وہ اپنے ساتھ اسے بھی کھلاتا رہا کیوں کہ اچھے سے جانتا تھا کہ اس نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔وہ بھی چپ چاپ کھاتی رہی صرف داؤد کی خاطر۔

کھانا ختم کرنے کے بعد داؤد نے گلاس میں دودھ ڈالتے گلاس اس کے لبوں سے لگایا تو وہ منہ بناتی ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کر گئی۔

"گڈ گرل !!!"

اس کا گال تھپتھپا کر شاباشی دیتے اس نے اسی گلاس میں اپنے لئے دودھ ڈالا۔

دودھ پینے کے بعد اس نے برتن وہیں چھوڑے اور اسے بازوؤں میں اٹھاڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی جب کہ وہ اسے ڈریسنگ روم کے اندر لے آیا۔

"صبح والا جوڑا پہن کر بلکل ویسا ہی تیار ہوں گی آپ۔ دس منٹ ہیں بس آپ کے پاس تب تک میں یہ برتن کچن میں رکھ آؤں۔"

اسے زمین پر کھڑا کرنے کے بعد وہ اپنا حکم سناتا اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چلتا بنا۔

زلیخہ کا دل کیا سب کچھ بھاڑ میں بھیج کر بستر میں گھس جا پر کمبخت دل کا کیا کرتی جو داؤد کی ہر پکار پر لبیک کہنے پر تیار بیٹھا ہوتا تھا۔ گہرا سانس بھرتی وہ تیار ہونے لگی۔

چہرہ البتہ سپاٹ تھا۔

وہ واپس کمرے میں آیا تو وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ لاک کرتا وہ بلکل اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ گہری نظریں آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پر جمی تھیں۔

اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتا وہ اسے کھڑا کرتے اس کا رخ موڑ گیا۔

زلیخہ نے نظریں جھکا لیں۔ داؤد نے دو قدم پیچھے کی طرف اٹھائے اور اسے بھی ہاتھ سے پکڑ کر اپنے نزدیک کیا۔ ایک بھرپور نگاہ سر سے پیر تک اس کے دلکش سراپے پر ڈالی۔ اس نے دل نے برملا اقرار کیا تھا کہ مشرقی لباس میں وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔ یہ رنگ اس کی شادابی رنگت پر خوب کھل رہا تھا۔

حسین ترین" لفظ جب سماعت سے ٹکراتا ہے تو ذہن کے دریچوں پر آپ کا واضح" عکس ابھرتا ہے۔"خوبصورت" لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس کے پس منظر میں آپ کا دلکش وجود تصور کیا جاتا ہے۔اتنی ہی حسین ہیں آپ !!!"۔

اس کے بال کندھے سے پکڑ کر پیچھے کمر پر گراتا وہ صاف لفظوں میں اس کی تعریف کر رہا تھا یا اپنے لفظوں کا ازالہ؟؟زلیخہ سمجھ نہ سکی پر جب نظریں اٹھا کر اس کی گہری آنکھیں میں جھانکا تو وہاں موجود جذبات کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔

وہ جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھتا وہیں ٹھہر گیا۔اس کا لمس محسوس کرتی زلیخہ آنکھیں موند گئی۔کئی پل خاموشی سے یوں ہی سرک گئے پھر وہ جھک کر اس کے ملائم گال اپنے عنابی لبوں سے چھونے لگا۔زلیخہ کی رنگت سفید سے سرخ پڑنے لگی۔

گالوں پر اپنا میٹھا لمس چھوڑتے وہ پیچھے ہٹا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا پھر پل کی بھی دیری کیے بغیر اسے باہوں میں بھر تا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی حرکت پر زلیخہ کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی بڑھی تھی۔اسے بیڈ پر لیٹانے کے بعد وہ سائیڈ لیمپ آن کرتا مین لائٹ آف کر گیا۔

کمرے میں اب دھیمی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کے زیر اثر زلیخہ کا چہرہ چمک رہا تھا۔

وہ اس کے قریب نیم دراز ہو کر اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیتا اپنے سینے پر گرا گیا۔

"کیا مجھے معافی مل سکتی ہے؟"

اس کے گال کو اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلاتا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا تو اس کے سوال پر زلیخہ کی آنکھیں اداس ہو گئیں اور ان آنکھوں کے بدلتے تاثرات سے داؤد کمال انجان نہ تھا۔

میں بیوقوف یا گدھا نہیں ہو زلیخہ۔ سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان ہوں۔ اگر خاموش" ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بات سے انجان ہوں۔ پر بعض اوقات آپ کو سب دیکھتے ہوئے اپنی آنکھیں بند رکھنی پڑتی ہیں، سب سنتے ہوئے کان بند رکھنے پڑتے ہیں اور سب سمجھتے ہوئے دماغ بند رکھنا پڑتا ہے کیوں کہ اگر آپ سیدھے ہو کر ہر حالات اور انسان سے نمٹنا شروع کردو تو بہت سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ مجھے رشتے بچانے آتے ہیں زلیخہ!!!"۔

اس کی باتوں پر زلیخہ چونک کی اسے دیکھنے لگی۔ ان سب باتوں کا کیا مطلب تھا؟؟ کیا داؤد فار اکمال کی اصلییت سے واقف تھا؟؟

"ایک اور بات!! میں کانوں کا کچا مرد نہیں ہوں زلیخہ!!!"۔

وہ اب نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

جہاں تک بات ہے سب کے سامنے آپ کے ساتھ روڈ بیہیو کی تو اس کے لئے میں " آپ سے بغیر جھجکے ہزار دفعہ معافی مانگ سکتا ہوں پر ماں کو ان کی تمام اولاد کے سامنے کیسے جھوٹا قرار دے سکتا ہوں زلیخہ !!! وہ جیسی بھی ہیں میری ماں ہیں۔ اگر ان کی سب سے بڑی اولاد ان کی باقی اولاد کے سامنے ان کی جھٹلا کر ان کا وقار گرا دے گی تو باقی تمام اولاد پر کیا اثر پڑے گا؟؟ میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا۔ آج کے بعد میں ہر چھوٹی بات کا بھی بھرپور دھیان رکھوں گا تاکہ آپ کو بغیر قصور کے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ کیا آپ مجھے معاف کر دیں گی ؟؟" ۔

وہ بولتا جارہا تھا اور زلیخہ کی آنکھیں بھیگتی جارہی تھیں۔ وہ ایسا کیوں تھا۔ اس قدر اچھا کیوں تھا۔ آج کل کہاں ہوتے ہیں ایسے فرماں بردار بیٹے اور نرم گو احساس کرنے والے اور عزت دینے والے مرد۔

زلیخہ بے ساختہ مسکرادی۔ پھر اوپر کو اٹھتی اس کے کندھے پر ہاتھ جما کر اس کے گال پر لب رکھ گئی۔

داؤد کی آنکھوں کے تاثرات یک بارگی میں بدلے تھے۔ اس کا چہرہ دیکھتے زلیخہ کو اس پر بے تحاشہ پیار آنے لگا۔ اس پل وہ اسے بے حد کیوٹ لگا تھا۔ اسے اپنی ہی سوچ پر ہنسی آئی۔ اس قدر بھرپور اونچا لمبا اور سنجیدگی کا پیکر مرد کس طرح کیوٹ ہو سکتا تھا پر اس پل وہ زلیخہ کو کیوٹ ہی لگ رہا تھا۔

"؟؟ آپ کی اس عنایت کے بعد میں سمجھوں کہ مجھے معافی مل چکی ہے"

وہ اس کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسے مزید نزدیک کرتا بولا تو وہ مسکراتے ہوئے سر ہلاتی اس کے مظبوط شانے پر اپنا سر رکھ گئی تو داؤد اسے مضبوطی سے خود میں بھینچ گیا۔

وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا پوری جاں فشانی سے زمین پر پھولوں کی پتیاں بکھیر رہا تھا جب پیچھے سے پڑنے والی ٹھوکر پر منہ کے بل گرا۔ ایک دم دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا تا وہ اپنا منہ زمین پر لگنے سے بچا گیا۔

تڑپ کر پیچھے دیکھا تو طالب کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اسے دیکھتا بتیسی دکھا رہا تھا۔

ایسی کون سی عظیم غلطی سرزد ہو گئی ہے مجھ معصوم سے جو تم مجھے ٹھڈے مار کر "اس جہاں فانی سے رخصت کرنے کے در پر ہو۔"

وہ بیچارہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا اپنی اس قدر عزت پر۔

ہاں اتنے ہی نازک حسینہ ہو ناتم کہ ایک ٹھڈا لگنے سے اس دار فانی سے کوچ کر جاؤ"
گے۔ ویسے بھی ٹھوکر لگنے سے عقل آتی ہے اس لئے ٹھڈے مار کر صاحب عقل بنا
"رہاہوں تمہیں۔

اس کی تفصیل پر اشعر نے اسے بھر پور گھوری سے نوازا تھا جس کا اثر لئے بغیر وہ پھر
سے اسے ٹھوکر لگا تا آگے گزر گیا تو اشعر بلبلا اٹھا۔

"یہ کیا تم لوگوں نے ٹھڈا ٹھڈا لگایا ہوا ہے۔ ٹھوکر بولتے ہوئے زبان جلتی ہے کیا۔"
زونیہ ٹیبل سے اترتی ان دونوں کو گھور کر بولی تو اشعر بلبلا اٹھا۔

وہ میری کمر توڑ گیا اور تمہیں اردو کی استانی بننے سے فرصت نہیں۔ تمہیں اٹھ کر"
اس کا منہ توڑنا چاہئے تھا کہ میرے پیارے اور معصوم اشعر پر یہ ظلم کا پہاڑ توڑنے کی
"تمہاری ہمّت بھی کیسے ہوئی۔

وہ بھر پور جذباتی انداز میں بول رہا تھا جب کہ اس کے لئے معصوم کا لفظ سنتے زونیہ کی
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کا رد عمل دیکھتے طالب کا چھت پھاڑ قہقہہ بے
ساختہ تھا۔ ان دونوں کی حرکتیں دیکھتے اشعر بیچارہ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

کرو جی بھر کر مجھے ذلیل تم لوگ وہ بھی بھری جوانی میں۔ اللہ کرے طالب تم صبح "آفس جاؤ اور تمہاری خوبصورت سیکرٹری کے سامنے تمہاری پینٹ پھٹ جا پیچھے سے اور زونی ڈائین تم!!! اللہ کرے آدم بھیا تم سے شادی سے انکار کر دیں۔"

جل کر کہتا وہ پھر سے اپنے سابقہ کام میں مشغول ہو گیا۔

اس کی بات پر وہ دونوں تڑپ ہی تو اٹھے تھے۔ کس قدر خوفناک نقشہ کھینچا تھا اس نے۔

"تمہارے منہ میں خاک!!!! تمہیں کوئی لڑکی منہ نہیں لگاتی نا اسی لئے جلتے ہو مجھ سے تم۔"

زونیہ کی بات پر وہ عش عش کر اٹھا۔

"تم لوگ لڑتے مرتے رہو۔ وقت پر تیاری مکمل نہ ہوئی تو سارے سرپرائز کا ستیا ناس ہو جا گا۔"

طالب کی پکار پر وہ ہوش میں آتے اپنی بحث بعد پر اٹھاتے تیزی سے ہاتھ چلانے لگے۔

فارا کمال آج گھر نہیں تھیں اپنی دوستوں کے ساتھ کسی پارٹی میں گئی تھیں اور کافی دیر سے آنے والی تھیں اس لئے ان تینوں نے مل کر داؤد اور زلیخہ کو سرپرائز دینے کا سوچا تھا۔

وہ دونوں شاپنگ پر گئے تھے اور آنے ہی والے تھے جب کہ انہیں ان دونو۔ دونوں کے آنے سے پہلے ان کا کمرہ سجانا تھا اس لئے تیزی سے ہاتھ چلانے لگے۔

وہ سرخ آنکھیں اور ستا ہوا چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ ابھی صبح ہی اس کے ابا نے اسے بتایا تھا کہ تین دن بعد اس کا نکاح ہے۔

اس نے کوشش کی کہ وہ ابّا کو باسط کے متعلق بتا پر ابّا کے جھریوں زدہ چہرے پر سجی آنکھوں میں موجود امید اور مان کی چمک نے اسے زبان ہی نہ کھولنے دی اور وہ نوے فیصد مشرقی لڑکیوں کی طرح باپ کے فیصلے پر سر جھکا گئی۔

صبح سے بار بار باسط اس کے نمبر پر کال ملا رہا تھا پر اس نے ایک کال بھی نہ اٹھائی۔ صبح سے شام ہو گئی تھی وہ وہ بیٹھی اپنی قسمت کے اس کھیل پر رو رہی تھی۔

اچانک باہر کا دروازہ بجا تو وہ آنکھیں ایک مرتبہ پھر سے رگڑتی دروازہ کھولنے چل دی۔

بے دھیانی میں پوچھے بغیر ہی دروازہ کھول دیا پر مقابل پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ تیزی سے دروازہ بند کرنے لگی جب وہ دروازے کے بیچ ہاتھ رکھ گیا اور گہری نظروں اور سپاٹ چہرے سے اس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کے پاس صرف دو منٹ ہیں چادر لے کر باہر آئیں ورنہ تیسرے منٹ پر میں اس گھر کی دہلیز پار کر کے اندر داخل ہو جاؤں گا۔"

اس کی سرد آواز پر وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔ فیصلے کا وقت آ چکا تھا۔ اسے حقیقت سے آگاہ کرنا ہی تھا اس لئے وہ سر ہلاتی اندر چلی گئی۔ ابّا دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھے۔ اس نے چادر اوڑھ کر موبائل ہاتھ میں دبایا اور گھر سے نکل آئی۔ باہر سے تالا لگاتی وہ گلی کے نکڑ تک گئی جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی۔

اس کے بیٹھتے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا گیا۔ گاڑی کا رخ اسی پارک کی طرف تھا جہاں وہ اکثر ملتے تھے۔

وہاں پہنچنے تک دونوں ایک لفظ نہ بولے تھے۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں پارک میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

پہل ایمان نے کی تھی۔ وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل اس کے آگے رکھ گئی تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی حرکت کا مقصد جاننا چاہ رہا ہو۔

میں اب مزید اسے نہیں رکھ سکتی۔ آپ کی امانت تھی آپ کو لوٹا دی۔ اس آخری "
"ملاقات میں آپ کی دی یہ نشانی بھی آپ کو لوٹا رہی ہوں۔

اس کی بات پر باسط نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ اسے اس کی بات کی قطعاً بھی سمجھ نہ آئی تھی۔

سب ٹھیک تو ہے نا؟؟ آپ کی آنکھوں سے صاف نظر آرہا ہے کہ کافی دیر روتی "
"؟؟ رہی ہیں میری کال بھی نہیں اٹھا رہی تھی اور اب اس عجیب ترین بات کا مقصد

اس کے سوال پر ایمان نے گہری سانس بھرتے اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔

"!!! میری شادی ہو رہی ہے تین دن بعد"

یہ اطلاع نہیں تھی ایک دھماکہ تھا جو باسط درانی کے سر پر ہوا تھا۔ وہ حیرت و بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

"مذاق کر رہیں ہیں نا۔ آپ میری ہیں تو میرے علاوہ کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہیں۔ میرے ساتھ ایسا مذاق مت کریں میرا دل رک جا گا۔ مجھے اپنی موت قبول ہے پر آپ کی جدائی نہیں۔"

وہ بے قرار ہو کر اس کا ہاتھ تھامنے لگا تو وہ نفی میں سر ہلاتی پیچھے کھسک گئی۔

"آپ سے محبت ہوئی تو یہ خیال آیا ہی نہیں کہ اگر میرے ابّا نہ مانے تو؟؟ سدھ بدھ گنوا چکی تھی۔ پر ابا نے دامن پھیلایا تو کیسے انھیں خالی ہاتھ لوٹاتی۔ میں بے وفا نہیں ہوں بس ایک غریب باپ کی مجبور بیٹی ہوں۔"

آنسو بہاتی وہ تکلیف سے کہتی پل بھر کو رکی۔ گہری سانس کھینچی پھر بولنا شروع ہوئی۔

"اگر عورت والدین کو چھوڑ کر محبت کا انتخاب کرے تو کہا جاتا ہے کہ جو ماں باپ کی نہ بنی وہ مرد کی کیا بنے گی۔ عورت اگر والدین کو چنے تو کہا جاتا ہے کہ عورت نے

مجبوری کے نام پر ہمیشہ مرد کو چھوڑا ہی ہے۔پستی ہر صورت میں عورت ہی ہے۔

میں نے باسط درانی سے شدید محبت کی ہے پر مجھے اپنے ابّا سے عشق ہے۔اپنی محبت کی خاطر اپنے باپ کا سر نہیں جھکا سکتی میں۔"

آنسو خشک ہو گئے۔لب ساکت ہو گئے۔

ساکت تو سامنے بیٹھا وجود بھی ہوا تھا۔

"ایمان احمد کے حصول کے لئے باسط درانی اس کے ابّا کے قدموں میں گر کر اور ناک رگڑ کر بھی اسے مانگ سکتا ہے۔اتنی ظالم مت بنو میں ٹوٹ جاؤں گا۔"

وہ بولتا جارہا تھا پر وہ خاموش تھی۔ایک دم خاموش۔اس کی گہری خاموشی باسط درانی کے ہر سوال کا جواب دے چکی تھی۔

"کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی۔صرف مجھ سے؟؟اپ کی خاطر زمانے سے ٹکرا جاؤں گا۔"۔

آنکھوں میں گہری امید لئے یہ سوال پوچھا گیا تھا۔

ایمان نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ایک آخری نظر۔ایسی نظر جس کے بعد بسارت ہر منظر دیکھنے سے محروم ہو جاتی ہے۔پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں !!!"

یک لفظی جواب کسی کی دنیا اجاڑ گیا تھا۔اس نے محبت کی اس سیڑھی پر آکر اس کا ہاتھ چھوڑا تھا جہاں سے وہ اوندھے منہ گرتا پستی میں جا گرا تھا۔

محبت کی ہے اگر کبھی مجھ سے تو اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں آپ کو۔آج کے بعد "

" کسی ایمان احمد کو یاد مت رکھئے گا اور نہ ہی میرے ابّا کا سر جھکایئے گا۔

اس کی ذات اور محبت پر گہری ضرب لگا گئی تھی وہ لڑکی جو اس کی زندگی بن بیٹھی تھی۔

پھر وہ چلی گئی پر باسط درانی کا دل مار گئی۔دل تو اس کا اپنا بھی مر گیا تھا پر باسط درانی کا غم بہت بڑا تھا۔موت جیسا !!!

اندھیرے کمرے میں بیٹھا وہ سامنے نظر آتے میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔

میں باسط درانی ہوں۔ میرے نام کا مطلب ہے خوشحال پر میں خوشحال کہاں" ہوں۔ میں نے اپنے دل سے کہا تھا کہ محبت میں چکر میں مت پڑو مجھے محبت راس نہیں آتی۔ خوشیاں میرے مقدر میں نہیں۔ میں ہمیشہ آخر میں خالی ہاتھ رہ جاتا ہوں۔ دل کمینہ سنتا ہی کہاں ہے سالہ۔ کر لی محبت ؟؟ ہو گئے برباد ؟؟ آ گیا سکون ؟؟"

وہ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس سے پوچھ رہا تھا۔

آج وہ کسی اور کے لئے پور پور سجی ہو گی۔ کوئی اور اس کے پہلو میں بیٹھا ہو گا۔ اس" کی سانسوں اس کے تن بدن پر کسی اور کا حق ہو گا۔ میں زندہ کیوں ہو آخر مر کیوں "نہیں گیا اب تک ؟؟

ایک دم وحشت زدہ ہوتے اس نے شیشے پر زوردار طریقے سے ہاتھ مارا۔ شیشہ پل میں ٹکروں میں تقسیم ہوا ہے تھا۔

"وہ صرف میری ہے اس کے تن بدن پر کسی اور کا حق کیسے برداشت کروں میں۔"

زخمی خون آلود ہاتھ چہرے پر رکھتا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"ٹوٹے دل کی کرچیاں روح لولہان کر دیں تو مرد بھی رو پڑتے ہیں۔"

اپنے چہرے پر بہتے آنسو چھو کر بولا تھا وہ۔

"آج کی رات اپنا وجود کسی اور کو سونپ چکی ہو گی وہ۔"

روح تڑپ اٹھی تھی اس خیال سے۔ سجدے میں گر تا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"اللہ مجھے اس آزمائش میں مت ڈال۔ میں جی نہیں پاؤں گا !!"

تڑپ تڑپ کر روتا وہ مرد عشق کا ستایا ہوا تھا۔

"کاش جدائی سے پہلے موت آجاتی۔ میں اتنا بزدل کیوں ہوں کہ خود کشی بھی نہیں کر پا رہا۔"

یہ بھی بڑا دکھ تھا۔

آج اس کے نکاح کی رات تھی اور باسط درانی کے عذاب کی رات۔

وجود جیسے آرے سے چیرا جا رہا تھا۔ روح سے لہو ٹپک رہا تھا۔

ایک دم وہ اٹھا اور پاگلوں کی طرح ڈریسنگ ٹیبل کے دراز کھنگالنے لگا۔ کچھ ہی پل میں مطلوبہ ڈبی مل گئی۔ بس تین ہی گولیاں بچی تھیں۔ اس نے جلدی سے کانپتے ہاتھوں سے گولیاں منہ میں ڈالی اور پانی کے بغیر نگل گیا۔

سانس گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ شرٹ اتار کر پھینکی اور خود پھر سے زمین پر گر گیا۔

تکلیف تھی کہ بڑھتی جارہی تھی۔ سانسیں تھی کہ گھٹتی جارہی تھیں۔

۔"!!! خوشیاں اتنی قلیل مدت کے لئے کیوں ملتی ہیں۔ پھر وہی غم اور وہی ہم"

گرم گرم آنسو تیزی سے سرمئی آنکھوں سے پھسلتے جارہے تھے۔ چند پل ہی گزرے تھے جب قدرت کو اس پر رحم آگیا۔ دوا کا اثر ہونے لگا اور آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہونے لگیں۔

روتا سسکتا اور تڑپتا وجود ساکت ہو گیا۔ نیند کی گولیاں مددگار ثابت ہوئی تھی۔

قسمت نے بے حد اداس نظروں سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں پھیر گئی۔

بعض لوگ واقعی محبت کے معاملے میں بہت بدنصیب ثابت ہوتے ہیں۔ وہ بھی محبت میں بدنصیب ٹھہرا تھا۔

وہ ڈنر کر کے ہی گھر واپس لوٹے تھے۔ آج کی شاپنگ نے زلیخہ کو بہت تھکا دیا تھا۔ وہ گاڑی سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ داؤد بھی بیگز پکڑ تا اس کے پیچھے چل دیا۔

راستے میں وہ ماں کو کال کر کے ان کا واپسی کا پوچھ چکا تھا اس لئے سیدھا کمرے کی طرف ہی بڑھ گیا۔

وہ کمرے کے نزدیک پہنچا تو زلیخہ منہ کھولے دروازے میں کھڑی تھی۔ وہ اسے نا سمجھی سے دیکھتا اس کے بلکل پیچھے جا کھڑا ہوا تو کمرے میں نظر پڑتے ہی سارا معاملہ سمجھ آ گیا اور زلیخہ کی حیرت بھی۔

اس کے لبوں کو بے اختیار مسکان نے چھو لیا۔ عین اسی پل زلیخہ نے چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا تھا پر اس کے لبوں پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک سی گئی۔

اس کے دل نے بے ساختہ اعتراف کیا تھا کہ اس کی مسکان بہت دل نشین ہے۔

"!! اندر چلیں اب یا ساری رات یہیں گزارنے کا پلان ہے"

داؤد کی بات پر وہ خفیف سی ہوتی سر جھٹک کر کمرے میں داخل ہو گئی۔

"؟؟ یہ۔۔۔یہ سب کس نے کیا"

وہ کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑاتی پوچھنے لگی جو گلاب کے پھولوں اور موم بتیوں سے سجا ہوا تھا۔ داؤد اس کی آنکھوں میں نظر آتی ستائش کو صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"آپ کی نوٹنکی دیوروں اور نند کے علاوہ یہ حرکت کس کی ہو سکتی ہے بھلا ؟؟"

وہ اس کا چہرہ آنکھوں میں بسائے کوٹ اتار کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ فریش ہونے کے بعد کمرے میں واپس آیا تو زلیخہ کمرے سے غائب تھی۔ اس کی نظر باتھ روم کے بند دروازے پر پڑی تو سمجھتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

ایک دفعہ پھر کمرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگا جو مکمل رومانوی منظر پیش کر رہا تھا۔

گلاب کی بھینی بھینی خوشبو اور کمرے میں پھیلی دیوں کو مدھم روشنی !!! وہ سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ کا پیکٹ پکڑ تا اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف ہو گیا۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی نظریں میکانکی انداز میں اس جانب اٹھی تھیں پھر پلٹنا بھول گئی تھیں۔

کھلتے سرخ رنگ کا نائٹ گاؤن پہنے زلفیں کندھوں پر بکھرائے وہ جان لیوا حد تک خوبصورت لگ رہی تھی اور کچھ کمرے کا رومانوی ماحول اس پر فسوں ساطاری کر گیا کہ وہ چاہنے کے باوجود بھی اس کے وجود سے نگاہیں نہ ہٹا سکا۔

اس کی نگاہوں کی تپش وہ بہت اچھے سے محسوس کر رہی تھی پر جان کر بھی انجان بنی کھڑی تھی۔اس پر نظر ڈالے بغیر وہ بیڈ کی طرف بڑھتی اپنی سائیڈ پر لیٹ گئی جب کہ رخ داؤد سے موڑر کھا تھا۔

اپنی پیٹھ پر اس کی گہری نظروں کی تپش سے وہ بے چین ہو رہی تھی۔ تنگ آکر رخ موڑنے لگی عین اسی وقت داؤد اسے پیچھے سے اپنے حصار میں قید کر کرتا اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا گیا جب کہ اس کے مضبوط ہاتھ زلیخہ کی کمر پر رقص کرنے لگے تھے۔

زلیخہ کا دل ایک دم اچھل کر حلق میں آگیا۔

"ڈر رہی ہیں؟؟"

وہ سرگوشی کرتا پوچھ رہا تھا اور زلیخہ واقعی ڈر گئی۔ناجانے اس کی بات سے یا اس کے جذبات سے۔

"۔۔۔ نن۔۔ نہیں تو۔ آپ سے کیوں ڈروں گی بھلا میں تو بس"

اس کے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ سر جھکاتا اس کے کندھے پر لب رکھ گیا۔

زلیخہ کی زبان کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی کہیں رک سا گیا۔ وہ بے اختیار دونوں آنکھیں سختی سے بند کر گئی۔

پر آپ کی زبان کی لڑکھڑاہٹ اور جسم کی کپکپاہٹ تو کوئی اور ہی قصہ سنا رہی "ہے۔"

اس کی کمر سے ہاتھ ہٹا کر کپکپاتے نازک ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں قید کرتا بولا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔ اس قدر قربت پر وہ بولنے لائق ہی کہاں رہی تھی۔

وہ اسے مزید خود میں بھینچتا بوکھلانے پر مجبور کر گیا۔

"!!کیا کر رہے ہیں"

بوکھلاہٹ میں یہ چند الفاظ لبوں سے ادا ہوئے تھے جو داؤد کے لبوں پر مسکان لے آئے۔

اپنی بیوی کو پیار کر کے ثواب کمانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا میں یہ کوشش "
"؟؟ جاری رکھ سکتا ہوں

اس کے انوکھے انداز میں پوچھے گئے سوال پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ زبان ہلنے سے انکاری ہو گئی۔

"دیکھ لیں!!! روح میں اتر جانے کا حق رکھتے ہوئے بھی حق طلبی کے لئے آپ کی اجازت درکار ہے مجھے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گی کہ آپ کے اس حسین وجود پر اپنی مہر لگا کر آپ کی روح تک میں اتر جاؤں؟؟"

زلیخہ نے آنکھیں میچ لیں۔ اف!!! اس قدر پیارا کیوں تھا وہ۔ بے ساختہ ہی اسے شرارت سوجھی۔

"اور اگر میں اجازت نہ دوں تو؟؟"

اس کے سوال پر وہ اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستا اس کے کان کے قریب جھکا۔

"یقین جانیں آپ کی خواہش کا ہمیشہ ہر حال میں احترام کیا جا گا۔"

اف اف!!! یہ انساں ہمیشہ اس قدر پیارا کیسے بول لیتا ہے۔ جان نکال لے گا کسی دن میری۔ وہ دل میں سوچتی لب دباتی بڑی ہمّت سے کام لیتی رخ اس کی طرف موڑ کر اس کی گردن کے گرد باہوں کا ہار ڈال گئی۔

"پر میں چاہتی ہوں کہ آپ۔۔۔ آپ اپنی خواہش پر بند نہ باندھیں۔"

نظریں جھکا کر کپکپاتے لہجے میں بولتی وہ ہمیشہ سے بڑھ کر حسین لگی داؤد کو۔ وہ بے ساختہ جھک کر اس کے ہونٹوں پر سجی حسین شرمیلی مسکان کو اپنے لبوں سے چن گیا۔

اگلے ہی پل زلیخہ کو اپنے گرد اس کی گرفت سخت ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ دماغ نے اسے جھنجھوڑنا چاہا تھا پر وہ دماغ کی طرف سے آنکھیں پھیرتی دل کی آواز پر لبیک کہتی مطمئن سی آنکھیں بند کر گئی۔

قطرہ قطرہ بیتتی رات بہت محبت اور نرمی سے دو روحوں کا ملاپ کرا گئی تھی۔

وہ ساکت و جامد بیٹھی گھڑی کی ٹک ٹک سن رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی تین مرتبہ قبول ہے بول کر وہ ایک انجان اور ان چاہے انسان کو اپنے جسم و جان کا مالک بنا چکی تھی۔

اسے اب تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا دل مر چکا تھا۔ مرے ہوئے بھی بھلا کچھ محسوس کر پاتے ہیں۔ وہ بھی نہیں کر رہی تھیں۔

اسے کمرے میں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ بلکل ویسے ہی جیسے اس پر خوشیوں کا در کھلا اور پھر ایک دم بند ہو گیا۔

آنے والے نے سب سے پہلے اس کا گھونگھٹ الٹا تھا۔

"واہ بھئی مال تو بہت اعلیٰ ہے۔"

اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا گیا تھا۔ خباثت چھلکاتی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر اس سمت دیکھا جہاں اس کا تازہ تازہ شوہر براجمان تھا۔

شکل مت دیکھ اب۔ شکل سے بیوقوف لگ رہا ہوں کیا جو آج رات کا ایک پل بھی" ضائع کروں گا۔ چل اٹھ جلدی سے یہ زیور اور بھاری لباس بدل کر آ۔ مزید انتظار "نہیں کر سکتا میں۔

سامنے بیٹھا اس کا شوہر اپنی شیروانی اتار کر ایک طرف پھینکتا اسے بولا تو وہ کسی روبوٹ کی طرح اس کے حکم کی تکمیل کرنے چل دی۔

دل نے بے ساختہ شکوہ کیا تھا۔ یہ تھی اس کے باپ کی پسند؟؟ یہ تھا اس کی فرماں برداری کا نتیجہ؟؟ ماں باپ کے دل اس قدر سخت کیوں ہو جاتے ہیں۔ وہ بیٹی کو اپنی پسند کے کتے سے تو بیاہ سکتے ہیں پر اس کی پسند کے انسان سے نہیں۔

آنکھوں سے بہتے بے مول پانی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی وہ سادہ لباس پہن کر کمرے میں واپس آئی جہاں اس کا شوہر کروفر سے بیٹھا ہوا تھا۔اس کے قریب پہنچتے ہی ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پہلو میں کھینچ گیا۔

باقی رات ایمان نے جس قدر اذیت میں گزاری تھی صرف وہ جانتی تھی یا پھر اس کا خدا۔

فجر کے وقت وہ اسے بیڈ سے نیچے پھینکتا خود رخ موڑ کر سو گیا جب کہ وہ زمین پر گرتی پتھرائی آنکھوں سے اپنے پور پور زخمی ہوئے وجود کو دیکھنے لگی۔

تو یہ ہوتی ہے شادی!!!! کسی کی سسکیاں کانوں میں سنائی دینے لگیں تو اذیت سے آنکھیں بند کر گئی۔اٹھنے کی کوشش کی تو جسم نے ہلنے سے انکار کر دیا۔سسکیاں دباتی وہ وہیں پڑی آنکھیں بند کر گئی۔آنکھیں بہتی چلی جا رہی تھیں جب کہ بند آنکھیں میں ایک ہی عکس واضح ہو رہا تھا پھر تکلیف برداشت نہ کرتی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔

یہ تکلیفوں کا آغاز تھا۔اسے کچھ دنوں میں ہی پتا چل گیا تھا کہ اسے بہت کچھ برداشت کرنا ہے۔بہت سے ازیتیں جھیلنی ہیں۔

اس کی شادی کو تین سال گزرے تو باپ کا بھی انتقال ہو گیا۔اس بیچارے کو بیٹی کی تکلیف ہی مار گئی۔باپ کے مرنے کے بعد تو وہ بلکل ہی مردہ ہو چکی تھی۔دن یوں ہی گزرتے گئے پھر ایک دن وہ ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"تمہیں بکواس کر کے گیا تھا کہ میرے آنے تک تیار رہنا پر اب تک تیار کیوں نہیں ہوئی منحوس عورت !!"

گھر آتے ہی اسے دیکھ کر وہ چیخنا شروع ہو چکا تھا۔وہ خاموشی سے اپنے کام میں مگن رہی تو غصّے میں وہ اسے پھر سے دھنک کر رکھ گیا۔وہ لب سیے پڑی رہی۔

اس بات کا راز بھی اسی رات کھل گیا جب اس کے ساتھ دو مرد گھر میں آئے۔ اس کی بولی لگانے !!!!!

"اسی لاکھ میں سودا طے کرتے ہیں۔ تم اسے طلاق دو پھر ہمارے حوالے کرو۔ یہ کچھ رقم رکھ لو باقی کام مکمل ہونے کے بعد!!!"

وہ ساکت پڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"کل مال آپ تک پہنچ جاگا۔"

اس کے نام نہاد شوہر نے اسی لاکھ میں اس کا سودا طے کر دیا۔ اسی رات وہ اپنی طلب مٹانے کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے اپنی قید سے آزاد کر گیا۔ اس کے سونے کے بعد وہ دبے پاؤں کمرے سے تو کیا گھر سے بھی نکل گئی۔ نشے میں اس قدر دھت تھا وہ کہ جان ہی نہ سکا کہ آج دروازے کو تالا نہیں لگایا۔

ایمان بہت ٹھوکریں کھانے کے بعد دار الامان پہنچی تھی۔ چھے ماہ گزر گئے جب اس نے وارڈن کی بات سنی۔ وہ لڑکیاں سمگل کرتی تھی اور اگلی باری ایمان احمد کی تھی۔

وہ وہاں سے بھی بھاگ اٹھی پر اس کی بد قسمتی کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں چڑھ گئی جنھیں اس کا سابقہ شوہر بیچ چکا تھا۔

وہ لوگ اسے غیر قانونی طریقے سے امریکا لے آئے تھے۔ اسے ایک کال گرل بنا دیا گیا تھا پر پہلے ہی دن اس کا ٹکراؤ باسط درانی سے ہو گیا اور ساری بازی پلٹ گئی۔

وقت پانچ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے اپنے پہلو میں نظر ڈالی جو خالی تھا۔ یہ بات خلاف معمول تھی کیوں کہ صاحبہ ہمیشہ دیر سے اٹھتی تھی۔ اس کے آفس جانے کے وقت بہت مشکل سے اٹھ کر اس کے ساتھ ناشتہ کر کے اسے کورٹ روانہ کرتی پھر سو جاتی۔

آج اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔ داؤد کے لبوں پر بے ساختہ مسکان کھل اٹھی۔

"تو محترمہ ہم سے بھاگ رہی ہیں پر آخر کب تک۔"

خود سے کہتے وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ فریش ہو کر تیار ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ اس کا رخ ناشتے کی میز کی طرف تھا۔

اس کے علاوہ سب ہی وہاں پہلے سے موجود تھے۔ حسب معمول ماں کے ہاتھ چوم کر ان کا ماتھا چوما تو وہ جب اپنی جگہ پر بیٹھی تو براہ راست اس پر نظر ڈالی جو چور نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے دیکھنے پر ہڑبڑا کر چہرہ جھکا گئی۔ گالوں پر لالی چمک اٹھی۔ داؤد مبہوت ہوتا اس کے دلکش روپ کو آنکھوں میں بسانے لگا۔

اس نے پہلی دفعہ زلیخہ کو یوں شرماتے دیکھا تھا اور اسے یہ ماننے میں کوئی عار نہیں تھا کہ اس روپ میں وہ جان لیوا حد تک دلنشین لگ رہی تھی۔

اسے آنکھوں میں بسا لینے کے بعد وہ اس کے کپکپاتے ہاتھ اور ماتھے پر چمکتا پسینہ دیکھ کر اس کے اندر کی حالت سوچتا بے ساختہ سر جھکا کر دھیرے سے ہنس دیا۔

اس کے ہنسنے پر سب ہی اس کی طرف متوجہ ہوتے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جب کہ وہ جو اس کا سامنا کرنے سے گھبراتی کمرے سے بھاگ آئی تھی اور یہاں بھی اس سے نظریں چرا رہی تھی اب نظریں اٹھائے پورا منہ اور آنکھیں کھولے اسے ہنستے ہوئے یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی عجوبہ دیکھ لیا ہو۔

اشعر نہ موبائل نکال کر تیزی سے یہ حسین لمحے قید کیے جہاں ان کا بھائی شاید زندگی میں پہلی بار اس طرح ہنس رہا تھا اور ان کی حسین بھابھی یک ٹک اسے تکتی چلی جا رہی تھی۔

"آپ کی ہنسی کس قدر دلکش ہے داؤد!!! اگر آپ یوں پورے دل سے اس دلکش انداز میں ہنستے رہیں تو میں بغیر پلکیں جھپکے اور بغیر تھکے پہروں آپ کو یک ٹک دیکھ سکتی ہوں۔"

وہ جیسے کسی ٹرانس کے زیر اثر بولتی چلی جا رہی تھی۔

اشعر مسکراہٹ دبائے یہ لمحے اور الفاظ قید کر رہا تھا جب کہ طالب اور زونیہ شرارت بھری نظروں سے ان دونوں لو برڈز کو دیکھ رہے تھے۔ آدم کے چہرے پر دھیمی مسکان تھی جب کہ فارا کمال کا چہرہ تن کر اور بھی سپاٹ ہو چکا تھا۔

"زلیخہ باقی کا ہم بعد میں کمرے میں کا کر کانٹینیو کریں گے ابھی سب کے ساتھ بیٹھے ہیں تو ناشتہ کر لیں؟؟؟"

وہ لب دباتا اس کے سرد پڑتے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو زلیخہ اپنے الفاظ یاد کرتی اور سب افراد کی نظریں خود پر محسوس کرتی بے طرح خجل ہو گئی۔

وہ سختی سے دونوں آنکھیں میچتی سر پلیٹ پر جھکا گئی۔

"بھیا رات آپ کے کمرے کے پاس سے بہت پیاری خوشبو آ رہی تھی۔ڈھیر سے گلابوں کی!!! سب خیریت تھی نا؟اور آپ کی آنکھیں اس قدر لال کیوں ہو رہی ہیں رات سہی سے سویا نہیں گیا کیا؟"

سب ناشتے میں مگن ہو گئے جب اشعر کی زبان پر کھجلی ہوئی۔

زلیخہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑی جب کہ داؤد نے سخت نظروں سے اسے دیکھتے وارن کیا کہ شرم کر لو اور خاموش ہو جاؤ بلکل۔پر وہ اشعر ہی کیا جو اثر کر جا۔

"تم بھی نا اشعر حد کرتے ہو۔ بھیا اور بھابھی تو رات وقت پر ان فیکٹ وقت سے بھی پہلے سو گئے تھے اس لئے تو ممی کے گھر واپس آنے پر ان سے مل بھی نہ سکے۔ سہی کہا نا بھیا؟؟"

طالب کی زبان کھلی تو اس کی بات سنتے اشعر نے ابرو سکیڑے۔

"۔۔۔ یہ آنکھوں میں موجود سرخی تو رت جگے کی نشان دہی"

اشعر کی بکواس مکمل ہونے سے قبل داؤد نے ایک دم تگڑی گھوری سے اسے نوازتے ہوئے شٹ اپ کال دی تو اس کی بے قابو زبان کو بریک لگا۔

!!! زلیہ کا چہرہ مزید پلیٹ پر جھک گیا تھا۔ شرم کے باعث یا پھر شرمندگی کے باعث

"۔ زلیخہ روم میں آکر میری فائلز نکال دیں مجھے جلدی کورٹ جانا ہے آج"

داؤد اسے دیکھتا سنجیدگی سے بولا تو وہ دل ہی دل میں شکر مناتی پھرتی سے اٹھ کر کمرے سے طرف بڑھی۔

اس کے شیطان دیوروں نے آج اسے شرمندہ کرنے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔

اسے داؤد نے بتایا تھا اور اسے خود بھی یقین تھا کہ رات ساری ڈیکوریشن ان تین شیطانوں نے ہی کی تھی اور اب بیچ بازار بھانڈا پھوڑ رہے تھے۔

"شیطان کے چیلے!!!"

دانت کچکچا کر کہتی وہ ان تینوں کو کچا چبا جانے کے درپر تھی۔تب ہی اس کے پیچھے کمرے میں داؤد داخل ہوا۔

دروازہ دھیرے سے کھلا اور پھر اسی طرح دھیرے سے واپس بند بھی ہو گیا۔

وہ سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اس کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کر سکی۔ ہوش میں تو تب آئی جب اپنے وجود کو کسی کے نرم مگر مضبوط حصار میں قید پایا۔

سانسیں پل بھر میں اتھل پتھل ہو گئی تھیں۔

ابھی بکھری سانسیں سنبھلی بھی نہ تھیں کہ کمر پر بازوؤں کا حصار تنگ ہونے کے ساتھ داؤد کی گرم سانسیں بھی زلیخہ کی گردن اور کان سے ٹکرانے لگیں۔

اس نے جھک کر سلگتے لب اس کے کندھے پر رکھے تو اس کی سانس سینے میں ہی کہیں اٹک سی گئی۔

"صبح صبح کہاں بھاگ گئی تھیں آج آپ؟؟"

وہ اس کے پشت پر بکھرے نم بال سمیٹ کر دوسرے کندھے پر ڈال کر پوچھنے لگا تو زلیخہ آنکھیں سختی سے بند کر گئی۔

"بھوک۔۔۔بھوک لگ رہی تھی۔"

ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرتی بڑی مشکل سے ہی بول پائی۔

مجھے پیاسا چھوڑ کر آپ خود اپنی بھوک مٹانے چلی گئیں۔کتنے افسوس کی بات ہے۔"

اس کی ذو معنی بات نے زلیخہ کے کانوں سے دھواں نکال دیا۔اس کی مسلسل خامشی کو محسوس کرتے داؤد نے یوں ہی اسے کمر سے تھامے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

گہری نظریں سیدھا جھکی ہوئی نظروں سے ٹکرائی تھیں۔ نظریں جھکائے کھڑی گلابی گالوں والی گڑیا کا گمان ہو رہا تھا اس پر۔ وہ بے ساختہ جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا۔

"نئی زندگی کی نئی شروعات بہت مبارک داؤد کے جگر!!!"

اس کی پیشانی چومنے کے بعد دھیرے سے اس کے کانوں میں حسین الفاظ پھونکتا وہ آنکھیں بند کیے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکرا گیا۔

"آپ کو میں نے آج پہلی دفعہ اس طرح ہنستے دیکھا ہے داؤد اور یقین کریں ہنستے ہوئے اور بھی خوبصورت لگتے ہیں آپ۔ ایسے ہی ہنستے رہا کریں پلیز!!!"

ہمت جتا کر اپنے دونوں ہاتھ اس کی شرٹ سے اوپر سرکا کر اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر محبت بھرے انداز میں بولا تو داؤد بغیر کوئی جواب دیے دھیرے

سے مسکرا کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں تھامتا اپنے لبوں سے لگا گیا.

بہت ضروری کیس کے لئے جانا ہے آج اب چلتا ہوں رات شاید تھوڑی دیر ہو جا میرے انتظار میں بھوکی مت بیٹھی رہیئے گا۔ کھانا کھا کر سو جایئے گا۔ خیال رکھئے گا اپنا۔"

اس کا چہرہ تھپتھپا کر اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالتا کمرے سے نکل گیا تو زلیخہ دھڑام سے بیڈ پر جا گری۔

"یہ انسان اس قدر اچھا کیوں ہے۔ داؤد مجھ سے اچھی لڑکی ڈیزرو کرتے تھے۔ مجھ سے بہت اچھی !!!"

اس کی آنکھوں میں افسوس ہی افسوس تھا۔

وہ تیزی سے بیگ کندھے پر ڈالتی تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے نکلی تھی۔اس کا رخ باہر پورچ کی طرف تھا۔

یا اللہ آج بچالے بس آئندہ ہمیشہ جلدی اٹھ جایا کروں گی۔پتا نہیں کب جان "چھوٹے گی اس یونیورسٹی سے۔"

برے برے منہ بناتی وہ خود سے بڑبڑاتی چلی جارہی تھی۔اصلی حیرت کا جھٹکا تب لگا جب باہر آکر اشعر اور اس کی گاڑی کو غائب پایا۔

"منحوس انسان آج نہیں بچے گا میرے ہاتھوں۔"

اسے کوستی وہ خود رونے والی ہو رہی تھی۔اس کا بہت ضروری ٹیسٹ تھا آج پہلے لیکچر میں پر جلدی آنکھ نہیں کھلی۔اوپر سے اشعر بھی اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔

وہ پکّا ارادہ کر چکی تھی کہ یونیورسٹی میں جہاں بھی نظر آیا اسے گنجا کر دے گی آج۔

"؟؟ کیا ہوا خیریت"

اپنے بلکل قریب آدم کمال کی آواز سنتی وہ چونک پر پیچھے مڑی۔

"لیٹ ہو گئی ہوں اور اشعر کا بچہ بھی مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

آواز کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی بے بسی بھرے تاثرات سجے تھے۔

"آؤمیں چھوڑ دیتا ہوں۔"

اسے کہنے کے ساتھ ہی اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ گاڑی میں جا بیٹھا تو موقع کو غنیمت جانتی وہ بھاگنے کے انداز میں گاڑی کی طرف گئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی آدم نے گاڑی آگے بڑھائی۔

گاڑی تیزی سے میں روڈ پر سفر کر رہی تھی۔ آدم نے ہلکی سی گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا جو ٹشو پیپر سے اپنی عینک کے شیشے صاف کر رہی تھی۔ وہ تعصف سے سر ہلا گیا۔

"موبائل اور لیپ ٹاپ اتنا استعمال مت کیا کرو۔ دیکھو کیا حال کر چکی ہو تم اپنا۔ ایک دن بلکل ہی اندھی ہو بیٹھو گی۔"

وہ اسے واضح الفاظ میں جھاڑ پلا رہا تھا پر زونیہ برا ماننے کی بجائے ڈھیٹوں کی طرح مسکرا دی۔

"ماں صدقے!!! اتنے کڑوے کریلے کی طرح بولتے ہوئے بھی ایک دم میٹھے لگ رہے ہیں۔ بس بولتے رہا کریں میرے سامنے۔ آپ کو دیکھ کر دل میں ٹھنڈ سی پڑ جاتی ہے۔"

آنکھوں میں شرارت لئے بولتی وہ اسے سہی تپا گئی تھی۔

"ہر وقت فضول ہے بولتی رہنا تم۔ مجھے لگتا ہے کہ اپنی زندگی میں وہ دن نہیں دیکھ سکوں گا میں جب تم سدھر جاؤ۔"

اس کی بات پر وہ ایک دم پرجوش ہوتی اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔

"آپ مجھے سدھرا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں؟؟پہلے بتانا تھانا۔آپ کے لئے تو میں دن کو رات اور رات کو دن مان سکتی ہوں تو اتنی سی نیکی بھی کر سکتی ہوں۔بس مجھے یقین دلائیں کہ میرے سدھرنے کے بعد بس میرے ہو کر رہیں گے۔"

آدم نے کوفت بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت کو دیکھ کر سے جھٹکا۔

"قیامت تو آسکتی ہے پر تم تینوں نہیں سدھر سکتے اس بات کا یقین ہو گیا ہے مجھے۔ اور جس قدر فضول زبان چلاتی ہو نہ اتنی طاقت اگر پڑھائی میں لگاؤ تو کہاں سے کہاں پہنچ جاؤ تم۔آگئی تمہاری یونیورسٹی اترو اب۔"

اس کی بات پر وہ برا سا منہ بنا گئی۔

سڑے ہوئے کریلے ہی رہیئے گا ہمیشہ بس آپ۔ آپ کو تو قدر ہی نہیں ہے" میری۔ مجھ جیسی معصوم اور محبت کرنے والی خوش اخلاق پلس حسین لڑکی کے لئے تو کوئی شہزادہ ہی ہونا چاہیئے تھا پتا نہیں یہ نیم چڑھا کریلا کیوں لکھ دیا گیا اور دل بھی کمبخت کسی اور کی طرف جھکتا ہی نہیں۔"

اونچی آواز میں بڑبڑا کر اسے سنانے لگی جسے اس کی سننے میں رتی برابر بھی دلچسپی نہ تھی۔

"تمھارے نصیب میں ہوں بھی نہیں میں۔ نکلو جلدی اب آفس جانا ہے واپس مجھے۔"

اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنا بیگ تھام کر گاڑی سے نکلتی پوری قوت سے دروازہ بند کر گئی۔ گاڑی ایک لمحے کے لئے ہل کر رہ گئی۔

"اللہ ہی اس طوفان کو ہدایت دے۔"

سر جھٹک کر وہ گاڑی آفس کے راستے پر ڈال گیا۔

"ریڈی ہو جائیں۔ دو گھنٹے بعد فلائٹ ہے ہماری۔"

وہ بیڈ پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی جب وہ کمرے میں آ کر سنجیدگی سے بولا۔

"فلائٹ ؟؟"

وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی وہ کہاں جا رہے تھے اب ؟؟

جی۔ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتے اب۔اٹلی کی فلائٹ ہے ہماری۔یہاں کام ختم ہو گیا"

"اب واپس جانا ہے۔

وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا بولا تو اب کی بار وہ محض سر ہلا گئی۔اب اسے یاد آیا کہ باسط نے اسے بتا رکھا تھا کہ وہ اٹلی کا باشندہ تھا وہاں کا رہنے والا تھا۔کام کے سلسلے میں دوسرے ملکوں میں چکر لگتے رہتے تھے اس کے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایئرپورٹ پر موجود تھے۔

جہاز کی سیڑھیاں چڑھتے بے دھیانی میں اس کا پیر مڑا تو بے اختیار ہونٹوں سے چیخ برامد ہوئی۔باسط جو اس سے دو قدم آگے تھا تیزی سے مڑا تو اسے پیر پکڑ کر جھکے کھڑے دیکھا۔

"؟؟ ایمان آپ ٹھیک ہیں؟؟ کہاں لگی ہے"

وہ اسے بازو کے حصار میں لیتا دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اٹھا گیا تو نقاب سے جھانکتی بھیگی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو چکی تھیں۔

"!!پاؤں مڑ گیا میرا"

ضبط سے بولتی وہ سختی سے لب بھینچ گئی تو وہ اگلے ہی لمحے اسے بازوؤں میں اٹھا گیا۔

ایمان درد بھولتی سٹپٹا کر دونوں بازو تیزی سے اس کی گردن کے گرد لپیٹ گئی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔ سب ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

وہ آنکھیں چراتی دھیمی آواز میں احتجاج کرنے لگی تو وہ اس کا منہ اپنے سینے میں چھپا گیا۔اپنی سیٹ پر پہنچ کر اسے بٹھایا خود اس کے پیروں میں جھک کر متاثر پاؤں کا جائزہ لینے لگا۔

اس نے دھیرے سے اس کا گلابی پاؤں اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"ایمان سوری رات میں آپ کی بات نہیں مان سکا۔"

اس کی بات پر وہ ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"؟؟کون سی بات"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہی کہ آپ میرے ساتھ سونا چاہتی ہیں۔"

اس کی بات پر وہ بے یقینی سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ ایسا اس نے کہا تھا؟؟ ایسا کیسے ہو سکتا تھا اور اسے تو ایسا کچھ یاد بھی نہیں تھا۔ اس کی توجہ پیر سے پوری طرح ہٹ چکی تھی۔

"مم۔۔۔میں نے آپ کو ایسا کب۔۔۔ آہ!!!!"

اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی جب باسط نے ایک دم اس کے پاؤں کو جھٹکا دیا۔ ایمان کے لبوں سے درد بھری چیخ نکل گئی۔ آنسو تواتر سے گالوں پر بہنے لگے تھے پر پاؤں ہلانے پر محسوس ہوا کہ درد بلکل غائب ہو چکا ہے۔ اسے باسط کی چالا کی اچھی طرح سمجھ آچکی تھی۔ منہ پھلا کر چہرے کا رخ موڑ گئی۔ باسط بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

اب سیٹ بیلٹ باندھنے کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔ ایمان چہرہ باسط کی طرف موڑتی بے بس نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو اپنا بیلٹ باندھ رہا تھا۔

اس کے دیکھنے کے انداز پر اسے ساری بات سمجھ آئی تو نفی میں سر ہلا گیا۔

یقیناً وہ پہلی دفعہ اپنے ہوش میں جہاز میں بیٹھ رہی تھی اور اسے سیٹ بیلٹ باندھنا بھی نہیں آتا تھا۔

باسط اس کا بیلٹ باندھنے اس کے قریب جھکا تو اسے اپنے اس قدر نزدیک پا کر وہ سانس تک روک گئی۔ باسط نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو نقاب سے جھانکتی انکھوں پر سجی پلکیں لرز رہی تھیں۔ نہ جانے لجالت کے باعث یا پھر خوف کے باعث۔

وہ جھک کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا تو اس کا کندھا ایمان کے چہرے سے مس ہونے لگا۔ وہ آنکھیں بند کرتی اس کی خوشبو میں گہری سانس بھرنے لگی۔
پیچھے ہٹتا وہ نامحسوس انداز میں اس کے چادر سے ڈھکے سر پر لب رکھتا پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔

ابھی ایک مشکل تو باقی تھی۔ٹیک آف!!!! اسے ایک لفظ بھی کہے بغیر باسط اس کے کندھے کے گرد بازو ہمائل کرتا اس کا چہرہ اپنے سینے میں چھپا گیا کیوں کہ وہ اچھی طرح واقف تھا کہ کتنی بہادر تھی وہ۔

وہ بھی بغیر ایک بھی احتجاجی لفظ بولے چپ چاپ اس کے سینے میں منہ چھپائے پڑی رہی۔کچھ پل کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے پیچھا چھڑوا کر وہ سکون نگری میں آگئی ہے۔آنکھیں بے ساختہ بند ہوتی چلی گئیں اور رگ وپے میں سکون پھیلتا چلا گیا۔

من پسند شخص واقعی ہر زخم کی دوا ہے۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟؟"

آشنا آواز پر داؤد نے حیرت سے چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو دروازے میں کھڑا آدم کمال اجازت طلب نظروں سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا.

"اپنے بھائی کے پاس آئے ہو کسی غیر کے پاس نہیں جو تمہیں یوں اجازت طلب کرنی پڑے. پورے حق سے یہاں آ سکتے ہو تم۔"

وہ آنکھوں میں محبت سموئے بولا تو کچھ پل کی جھجک کے بعد آدم اپنے پیچھے آفس کا دروازہ بند کرتا داؤد کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے والی کرسی پر ٹک گیا۔ میز کے پار بیٹھا داؤد خوشی اور تشویش کے ملے جلے تاثرات سے بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتا کریڈل پر پڑا فون اٹھا کر کان سے لگا گیا۔

"دو کپ بلیک کافی بھیج دیں میرے کمرے میں۔"

بارعب انداز میں مقابل کو حکم سناتا وہ واپس آدم کی طرف متوجہ ہوا۔

"؟ کیسے ہو؟سب ٹھیک ہے نا"

وہ ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو آدم محض سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہوں پر کچھ پریشان بھی ہوں۔"

پرسکوں انداز میں کہتا وہ کرسی سے کمر ٹکا کر آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا تو داؤد نے سر ہلایا۔

"اس پریشانی کا نام کہیں زونیہ تو نہیں؟"

داؤد کمال اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سکون سے بولا تو اس کی بات پر آدم کو بلکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ داؤد کمال اپنے بھائیوں کی نس نس سے بہت اچھے طریقے سے واقف ہے۔

وہ محض سر ہلا گیا تو داؤد نے کچھ بولنے کے لئے لب کھولنے چاہے تبھی آفس کے دروازے پر دھیمی سی دستک سنائی دی تو وہ اپنی بات ترک کرتا آنے والے کو اجازت دے گیا۔

آفس بوئے کافی ان کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا تو داؤد تھوڑا آگے کھسکتا دونوں کہنیاں شیشے کے میز پر ٹکا کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھا گیا۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری پریشانی بلاجواز ہے تو؟؟"

اس کی بات پر آدم نے غور سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

اس کے دل و دماغ نے بلا تامل اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ سانولی رنگت والا یہ مرد بھرپور شخصیت رکھتا تھا۔اس کی شخصیت میں ایک رعب و دبدبہ تھا۔مقابل کو متاثر کرنے کی تمام تر صلاحیت رکھتا تھا داؤد کمال۔

تیکھی ناک جو آگے سے اٹھی ہوئی اسے مغرور ظاہر کرتی تھی،سیاہ گہری آنکھیں جن میں ہر وقت سرد پن اور سنجیدگی ہلکورے لیتی تھی ان پر سجی گھنی پلکیں اس کی آنکھوں کو بہت پرکشش بناتی تھیں۔عنابی لب ہر وقت بھینچے ہوتے تھے۔
چھے فٹ تین انچ کا وہ بھرپور مرد اپنی سانولی رنگت کی وجہ سے اپنے خاندان میں دب کیوں جاتا تھا ؟

"؟ پھر میں جاننا چاہوں گا کہ وہ کیسے"

وہ چند لمحے اس کا تجزیہ کرنے کے بعد دھیرے سے بولا تو داؤد کافی کا کپ اٹھاتا لبوں سے لگا گیا اور ساتھ سے اسے بھی اشارہ کر گیا .

اس کے اشارے پر آدم نے بھی سامنے پڑا کافی کا کپ اٹھا لیا۔

آدم کمال تم ایک خوش قسمت انسان ہو جس کے در پر محبت سے دستک دی ہے" اور اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو گی تمہارے لئے کہ جس سے تم پیار کرتے ہو وہ تم "۔ سے محبت کرتی ہے

داؤد کی بات پر لمحہ بھر میں آدم کمال کے چہرے کا رنگ بدلہ تھا۔اس کے ذہن میں اس وقت صرف ایک سوال تھا۔داؤد کمال نے وہ راز کیسے پا لیا جسے آدم کمال نے خود سے بھی پوشیدہ کر رکھا تھا؟؟

اس کے چہرے سے چھلکتی حیرت نے داؤد کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"حیران مت ہو آدم کمال!!! تم لاکھ چھپاؤ مگر تمہاری یہ آنکھیں تمہارے دل کا پتا دیتی ہیں!!!! اور داؤد کمال کو آنکھیں پڑھنی آتی ہیں"

وہ مسکرا کر دھیمے مگر پر سکون لہجے میں بولا جب کہ اگلے ہی پل آدم کمال کے کندھے ڈھلک سے گئے اور وہ سر میں ہاتھ پھیر تا پیچھے کرسی پر گر سا گیا۔ آنکھیں سرخ پڑ گئی تھیں۔

"!!!! برا ہوا یہ۔بہت برا"

وہ خود میں بڑبڑانے لگا۔

عورت اگر تمہاری طرف رجوع کرے تو تمہیں اس کی خاطر مر جانا چاہئے کیوں" کہ وہ تمہیں سب سے بڑھ کے افضل مان کر ہی تمہاری طرف رجوع کرتی ہے۔ ایسے میں اگر تم عورت کی محبت اور اس کی ذات کو ٹھکراؤ تو تم سے بڑھ کر بد نصیب اور بزدل کوئی نہیں پھر۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آدم کمال اس قدر کمزور اور بزدل کیسے ہو گیا ؟"

وہ جواب طلبی پر اتر آیا تو آدم کمال بے بس سا ہوا۔

"!!! مجھے ضروری کام سے جانا ہے فلحال چلتا ہوں۔ اللہ حافظ "

بغیر اس کے ایک بھی سوال کا جواب دیے وہ ڈھلکے کندھوں اور شکستہ قدموں سے داؤد کمال کے آفس سے نکل گیا تو داؤد نے اس کی پشت پر ایک افسوس بھری مگر فکر مند نظر ڈالی۔

". جو محبت کے جال میں پھنس جا اس کا پھر اللہ ہے حافظ ہے"

خود سے کہتا وہ موبائل پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہوا مگر دل آدم کمال کی پریشانی میں ہی کہیں اٹک سا گیا تھا۔

"چھوڑ دیں سر پلیز مجھے معاف کر دیں میں بہک گیا تھا۔"

اس کے پاؤں میں پڑا وہ بری طرح گڑ گڑا رہا تھا۔

میں نے تمہیں کیا کہا تھا ساحر؟؟ داؤد کمال سے غدّاری کی سزا فقط موت ہے۔ پھر "تم اتنی سنگین بات کیسے بھول گئے؟"

وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے پر سکون انداز میں کرسی پر بیٹھا اپنے قدموں میں گرے اپنے پرانے ساتھی ساحر کو دیکھ رہا تھا۔

آنکھیں ہمیشہ کی طرح ہر تاثر سے پاک تھیں۔

داؤد کمال کی آنکھیں ہیرے کی طرح تھیں۔ سخت اور سرد مگر چمکدار۔

مجھے توفیق حسن نے کہا تھا کہ آپ کی یہ فائل چرا کر اسے دے دوں تو وہ مجھے سونے " میں تول دے گا۔ میں بہک گیا تھا سر مجھے معاف کر دیں صرف آخری بار "!!!

وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا پر اس کا رونا گڑ گڑانا بھی داؤد کمال کے دل میں اس کے لئے کوئی جذبہ نہ پیدا کر سکا۔

سفیدی کو سیاہی میں بدلنا ایڈووکیٹ داؤد کمال کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔شاید""
"میں تمہیں معاف کر دیتا پر میں جانتا کہ۔۔۔۔۔

وہ پل بھر کو رکا اور گہری نظر ساحر پر ڈالی۔

"بھوکا کتا کبھی وفادار نہیں ہو سکتا۔"

سرد لہجے میں کہنے کے ساتھ داؤد نے ایک ہاتھ سے ساحر کا منہ کھولتے ہاتھ میں پکڑی شیشی اس کے حلق میں انڈیلی اور ہاتھ جھاڑتا کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ ساحر کی چیخیں اب اس ویرانے میں ہر طرف گونج رہی تھیں۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ہر سو خاموشی چھائی تھی جو داؤد کے لئے اچنبے کا باعث بنی کیوں کہ جہاں زلیخہ موجود ہو وہاں خاموشی ہونا ناممکن سی بات تھی۔

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا بیگ ٹیبل پر رکھتے پورے کمرے پر نظر دوڑائی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

فریش ہو کر باہر آنے کے بعد وہ زلیخہ کو دیکھنے کمرے سے باہر نکلنے لگا جب اس کی نظریں بالکنی کی طرف گئیں۔

اگلے ہی پل وہ مضبوط قدم اٹھاتا بالکنی کی طرف بڑھا تو سامنے ہی اس حسینہ کی پشت نظر آئی۔

وہ خاموش قدم اٹھاتا عین اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ دونوں کے وجود میں محض چند انچ کی دوری تھی جب اس کی مخصوص خوشبو محسوس کرتے زلیخہ ایک جھٹکے سے رخ موڑ گئی۔

غزالی آنکھیں بھرپور انداز میں گھور سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں اور ایڈووکیٹ صاحب نے اس تیکھی حسینہ کو یوں دیکھا جیسے پہلی دفعہ دل پر محبت نے دستک دی ہو وہ بھی بہت زوردار طریقے سے۔

"؟؟ اس قدر حسین کیوں ہیں؟ جان لینی ہے کیا"

اس کے گلابی گال پر جھولتی لٹ کو دھیرے سے کان کے پیچھے اڑستا وہ اس کے بائیں کان کے قریب جھکتا مستفسر ہوا تو زلیخہ کے لبوں پر بڑی حسین مسکان کھل اٹھی۔

"آپ کی بات پر ضرور یقین کر لیتی بشرط آپ ایک وکیل نہ ہوتے۔"

وہ آنکھوں میں شرارت لئے بولتی داؤد کی شرٹ کی نادیدہ سلوٹیں جھاڑنے لگی تو وہ پل کی بھی دیری کے بغیر اس کی بل کھاتی کمر میں اپنا مضبوط بازو ڈالتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

"اس کا مطلب یہ وکیل آپ کی نظر میں قابل اعتبار نہیں؟؟ چچ چچ چچ۔۔۔۔بہت افسوس ہوا حیاتی !!!"

وہ مصنوعی افسوس کا اظہار کرتا بولا تو زلیخہ کھکھلا کر ہنس دی۔ پھر کچھ یاد آنے پر ایک دم اس کے بازو اپنی کمر سے ہٹا کر اسے بھرپور طریقے سے گھورنے لگی۔

"خبردار اگر آج کے بعد آپ نے مجھے اپنی کسی سہیلی کے نام سے بلایا تو !!!"

وہ جو اس کے ایک دم غصہ کرنے پر حیران ہو رہا تھا اس کی بات پر اس کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوا۔

"کون سی سہیلی اور کون سا نام؟"

وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھتا بولا تو زلیخہ دونوں اپنے بازو سینے پر باندھتی ناک چڑھا گئی۔

"حیاتی کا نام لیا نا آپ نے۔اب یہ بھی بتا دیں یہ آپ کی کون سے نمبر والی سہیلی تھی!!!"

وہ تھی پر زور دیتی بولی جب کہ اس کی بات سمجھتا وہ بامشکل ہی اپنا قہقہہ دبا پایا.

"حیاتی مطلب میری زندگی۔"

محبت بھرے لہجے میں بولا اب کی دفعہ زلیخہ کا باقاعدہ منہ کھل گیا۔

"؟؟ اگر وہ آپ کی زندگی ہے تو میں کون ہوں پھر؟؟ آپ کی آخرت"

وہ روہانسی ہوتی پوچھنے لگی تو داؤد کا دل کیا کہ اس کی بونگیوں پر زور زور سے ہنسے۔

"!!! میری جان"

ہنستے ہوئے کہتا وہ اسے زبردستی اپنے سینے سے چپکا گیا۔

میں آپ کو پیار سے "حیاتی" بول رہا ہوں۔حیاتی کا مطلب ہے "میری زندگی" "
"!!! اب یہ لفظ آپ کے لئے استعمال نہیں کروں گا تو کس کے لئے کروں گا

وہ ہولے ہولے بچوں کی طرح اس کی پیٹھ تھپکتا بولا تو پوری بات سمجھ آتے زلیخہ کا چہرہ خفت کے مارے سرخ پڑ گیا۔ دل کیا اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے۔

"مم۔۔۔میں تو بس مذاق کر رہی ورنہ مجھے سب پتا ہے۔"

اپنی بے وقوفی پر پردہ ڈالنے کی خاطر وہ گردن اکڑا کر نیا شوشہ چھوڑ گئی جس پر داؤد مسکراہٹ دباتا سر ہلانے لگا۔

"اتنی رات یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتا بولا تو وہ جواب میں منہ بنا گئی۔

مجھے کال کر کے کہہ دیا کہ کھانا باہر کھاؤں گا اور دیر سے آؤں گا۔میں اکیلی کیا" کرتی۔میرا اکیلے دل نہیں لگ رہا تھا روم میں۔اس لئے ڈنر کے بعد یہاں آکر آپ کا "انتظار کرنے لگی۔

. اس کی بات مکمل ہوتے ہی وہ اسے بازوؤں میں بھرتا کمرے کی طرف رخ کر گیا

اب تو میں آگیا ہوں نا اس لئے روم میں چلتے ہیں۔ویسے بھی بہت تھک چکا ہوں" "آج۔

وہ اسے بیڈ پر لٹا کر خود بھی اس کے ساتھ دراز ہو گیا۔

". ہاں آپ اتنا کام کرتے تھک گئے ہوں گے۔ جلدی جلدی سو جاتے ہیں"

کہنے کے ساتھ ہی وہ جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر گئی تو اس کی چالاکی پر داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔

"!!!سو کر کہاں تھکاوٹ اترتی ہے"

آواز خود بخود بوجھل ہو گئی تھی۔ اس کے الفاظ سے زیادہ اس کا لہجہ زلیخہ کو لجانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"پھر کیسے اترتی ہے؟؟"

الفاظ بے ساختہ اس کے لبوں سے پھسلے تھے جنہوں نے داؤد کو مسکانے پر مجبور کر دیا۔

"آپ بس خاموش رہیں۔ اپنی تھکاوٹ اتارنے کا انتظام میں خود ہی کر لوں گا۔"

کہنے کے ساتھ ہی اگلے پل وہ اسے اپنی طرف کھینچ گیا تو وہ بھی سب بھولتی آنکھیں موند گئی۔

جب وہ مہربان ہوا تھا تو وہ انکار کیوں کرتی پھر۔

"شٹ!!!"

سامنے نظر آتا منظر دیکھ کر یہ الفاظ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلے تھے۔

وہ تیزی سے قدم اٹھاتا سامنے کھڑی لڑکی کی طرف بڑھا جو پیر پکڑے زور و شور سے رونے میں مصروف تھی۔ شاید اس کے پاؤں پر گہری چوٹ لگی تھی۔

وہ ایک پتلی سی کم عمر لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہونے کی وجہ سے وہ اس کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا۔ وہ کسی بھی بات پر دھیان دیے بغیر پاؤں کے بل بیٹھتا اس کے سامنے جھک گیا۔ اگلے ہی پل اس لڑکی کا پاؤں اس کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے پیر کا معائینہ کرنے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس کا پاؤں مڑ چکا ہے۔ اس نے ایک نظر دائیں ہاتھ میں پہنی گھڑی پر ڈالی تو اسے وقت کی قلت کا شدّت سے احساس ہوا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی کو تفصیل سمجھانے بیٹھتا۔ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے اس کا پاؤں موڑ گیا۔

وہ جو ہونق بنی اپنے سامنے جھکے مرد کو اپنے پیروں میں جھکا دیکھ رہی تھی پاؤں کو جھٹکا لگنے سے تکلیف کے مارے ایک دم چیخ پڑی پر سامنے بیٹھا مرد اپنے ہاتھ اس کے ہونٹوں پر جمائے اس کی چیخ وہیں دبا گیا.

اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے "ایگل" نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو پل بھر کو ٹھہر سا گیا۔ آنکھوں میں بے یقینی تیرنے لگی. یہ آنکھیں؟؟؟ بھلا وہ کیسے بھول سکتا تھا ان آنکھوں کو!!!

وہ سنہری آنکھیں ہمیشہ کی طرف اسے اپنے سحر میں جکڑے اسے جیسے دنیا بھلا گئی تھیں۔ پر اسے ایک چیز نے بے چین کیا تھا۔

ان سنہری آنکھوں میں چمکتے موتیوں نے۔ اس کا دل بری طرح بے چین ہوا تھا۔ اس نے بھلا کب ان سنہری نینوں کو جھیل میں ڈوبے دیکھا تھا۔

کالے دستانے میں مقید اس کا ہاتھ بے ساختہ ان سنہری آنکھوں کے موتی جزب کرنے کی خاطر اس کی طرف بڑھا تھا۔

وہ جو آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے بیٹھے عجیب و غریب بندے کو دیکھ رہی تھی جب اس نے اپنے چہرے پر اس کے بھاری ہاتھ کا لمس محسوس کیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اگلے ہی پل غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایگل کے چہرے پر جا لگا۔

وہ جو ان سنہری آنکھوں کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا پل بھر میں ہی اس کا سارا نشہ ہرن ہوا تھا۔ آنکھیں سنہری آنکھوں سے ہٹ کر جب مقابل کے چہرے پر پڑیں تو احساس ہوا اس کا تخیل پھر سے جھوٹا قرار پایا ہے۔ آنکھوں میں کانچ کی چبھن سی محسوس ہوئی تھی۔

مقابل کا تھپڑ اس کڑیل جوان کو پھول سا ہی محسوس ہوا تھا مگر اس کی حرکت پر تذلیل کا احساس ضرور جاگا تھا جس نے آنکھوں میں سرخی سی بھر دی تھی۔

"آپ کی ہمّت کیسے ہوئی مجھے یعنی نوال بخش کو ہاتھ لگانے کی؟؟"

اس نازک سی دکھنے والی لڑکی کی کڑک آواز اسے سنائی دی تو اگلے ہی پل وہ پھر سے اس کے منہ پر ہاتھ جما کر اس کی بولتی بند کر گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی جا رہی تھی جب کہ ایگل کا دھیان اس پر نہیں بلکہ باہر سے سنائی دیتی ہلکی سی قدموں کی چاپ پر تھا۔ اگلے ہی پل وہ اسے اپنے ساتھ کھینچتا قریب پڑی بوسیدہ الماری کے پیچھے ہو گیا۔
ایک ہاتھ ہنوز نوال کے منہ پر جما ہوا تھا۔

قدموں کی چاپ بہت نزدیک آچکی تھی۔وہ اسے مزید قریب کرتا دیوار کے بلکل ساتھ لگ گیا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔بکواس کرتا ہے سالے۔تیری بکواس سن کر میں اپنی محبوبہ کی کال بند کر کے یہاں آگیا۔"

کسی آدمی کی بھاری سی آواز سنائی دی تھی۔

"باس میں نے خود یہاں کسی لڑکی کی آوازیں سنی تھیں۔"

ایک دوسری آواز ابھری تھی۔

"بکواس بند کر سالے۔تجھے یہاں کسی لڑکی کا نام ونشان بھی دکھائی دے رہا ہے کیا؟"
میں بھی پاگل ہوں جو تیری بونگی بات پر یقین کر کے یہاں آگیا۔دروازہ بند ہے تو

یہاں لڑکی دیوار پھلانگ کر آئے گی کیا۔ چل نکل اب اور خبردار جو دوبارہ مجھے تنگ کیا۔ نسوار ختم ہوگئی ہے میری۔ پاس کی دکان سے بھاگ کر پکڑ لا پیچھے والے کمرے میں جارہا ہوں میں۔"

"!!!ٹھیک ہے باس"

اس کے ساتھ ہی قدموں کی چاپ دور ہوتی چلی گئی۔

دومنٹ گزرنے کے بعد جب اسے اپنے چہرے پر گہری نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے سر جھکا کر نظروں کی سمت میں دیکھا جہاں وہ سنہری آنکھوں والی بھرپور طریقے سے اسے گھور رہی تھی۔

ایگل کو ایک سیکنڈ کے دسویں حصے میں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ تیزی سے اس کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا البتہ کمر کے گرد موجود بازو ابھی بھی وہیں موجود تھا۔

کیا مجھے خود کو آپ کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے ایک اور تھپڑ مارنا پڑے "گا؟؟"

اس کے تیکھے سوال پر وہ ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوتا دو فٹ دور جا کھڑا ہوا۔

محترمہ میں شوق سے نہیں آپ کے پہلو سے لگ کر کھڑا تھا۔ آپ کو تو میرا شکر" گزار ہونا چاہئے کہ میری وجہ سے آپ کی جان بچ گئی اور آپ الٹا مجھے ہی کوس رہی "ہیں۔ سہی کہتے ہیں کہ بھلائی کا کوئی زمانہ ہی نہیں یہ۔

سرد انداز میں کہتا وہ اس کی آنکھوں سے نظریں چرانے لگا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی تھیں ؟"

اس کے سوال پر نوال نے ایک دم کچھ یاد آنے پر سر پر ہاتھ مارا۔

"ہائے میری بلی !!!!"

چیخ نما آواز میں کہتی وہ باہر کی طرف بھاگنے لگی جب وہ اس کا بازو پکڑتا اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ گیا۔

اس کا سر زوردار انداز میں مقابل کی مضبوط چھاتی سے ٹکرایا تو اس کے منہ سے آہ نکل گئی۔

"محترمہ کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی زخمی کروانا چاہتی ہیں !!!"

وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔ آج تک وہ اتنا ذلیل کبھی نہیں ہوا تھا جتنا آج اس پانچ فٹی لڑکی نے کر کے رکھ دیا تھا۔

"؟؟ یہاں کیسے آئی آپ"

اس کے سوال کے جواب میں نوال نے اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور کیا اور اسے گھورتے ہوئے اپنے سر پر ہاتھ رکھ گئی۔

"دیوار پھلانگ کر!!!"

لاپرواہی سے کہتی وہ گلے میں پڑے دوپٹے کے ایک پلو کا گولہ بناتی منہ سے اس پر پھونک مار کر گرم کرتی سر پر رکھ گئی۔

ایگل ناسمجھی سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا جب اس کی بات پر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

یہ لڑکی تھی یا کوئی آفت۔

"؟؟ یہ کیا کر رہی ہیں"

!!! اس کی حرکت پر وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔ جانے کیوں

"سینے پر پتھر فٹ کر رکھے ہیں کیا؟ سر پھوٹ گیا میرا اس لئے ٹکور کر رہی ہوں۔"

انداز میں لاپرواہی ہی لاپرواہی تھی۔

جانے کس احساس کے تحت ایگل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

وہ مضبوط مگر دھیمے قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا۔

نوال ناسمجھی سے اس ماسک والی بلا کو دیکھنے لگی جو اس کے قریب آتا جا رہا ہے تھا۔

وہ سوالیہ انداز میں ابرو اچکا گئی۔

وہ اس کے بلکل قریب پہنچ گیا یہاں تک کہ دونوں کی سانسیں آپس میں ٹکرانے لگیں پر ایگل کو حیرت کا جھٹکا لگا جب نوال ثابت قدم ہو کر اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

نہ ہی اس کے قدم لڑکھڑائے اور نہ ہی چہرے پر خوف کا کوئی تاثر ابھرا۔

"آپ کو ڈر نہیں لگ رہا؟؟"

وہ بھاری آواز میں پوچھتا ایک اور قدم اس کے قریب اٹھا گیا۔

"؟؟ کس چیز سے"

وہ واقعی نا سمجھ تھی یا نا سمجھی کا ڈرامہ کر رہی تھی۔ ایگل سمجھ نہ سکا۔

کہ آپ ایک بند اندھیرے کمرے میں ایک انجان مرد کے ساتھ قید ہیں۔ میں تو" مرد ہوں اور آپ نازک سی لڑکی۔ یہ اندھیرا اور تنہائی!!! کچھ بھی کر سکتا ہوں آپ کے ساتھ۔ کچھ بھی !!!!"

سنسنی خیز انداز میں کہتا وہ آخر میں اس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا تو اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

وہ جانتا تھا ابھی سامنے کھڑی لڑکی رونا دھونا شروع کر دے گی پر حیرت کا اصل جھٹکا تب لگا جب اپنے پیٹ کے نچلے حصّے پر ایک دم شدید درد اٹھا کیوں کہ سامنے کھڑی لڑکی اپنے گھٹنے سے ضرب لگاتی سکون سے سینے پر بازو باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"امید ہے آپ کو اپنا جواب مل چکا ہو گا پر پھر بھی بتا دیتی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ ایک قدم اٹھاتی اس کے نزدیک آئی۔

"میں لڑکی ضرور ہوں پر مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی مت کرنا۔"

اپنی سنہری آنکھیں اس کی گہری آنکھوں میں ڈال کر کہتی وہ مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی جب کہ ایگل محض سر ہلا گیا۔

وہ سمجھ چکا تھا سامنے کھڑی لڑکی کو۔

"جانتا ہوں آپ کمزور نہیں پر فلحال آپ کو میری مدد کی ضرورت ہے۔ میرے پیچھے آئیں آپ کو باحفاظت یہاں سے باہر نکال دوں۔"

اس پر گہری نظر ڈالتا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا اور ساتھ ہی نا محسوس انداز میں ہاتھ میں پکڑا کاغذ کا ٹکڑا جیب میں ڈال گیا جب کہ وہ بھی کندھے اچکاتی اس کے پیچھے چل دی۔

صبح کی فلائٹ سے وہ لوگ اٹلی پہنچ چکے تھے۔باسط درانی کے محل نما گھر میں پہنچنے کے بعد ایمان کچھ پل کے لئے گنگ ہو گئی تھی۔

اتنا عالیشان محل نما گھر اس نے آج سے پہلے کہاں دیکھا تھا بھلا۔

باسط اس کا سرد ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامے اسے لیتا لمبی راہداری کی طرف بڑھنے لگا۔

راہداری کے دونوں اطراف میں ملازموں کی ایک لمبی فوج تھی جو اپنے مالک کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔وہ جہاں جہاں سے گزرتے جا رہے تھے ملازمین اسے گڈ مارننگ وش کرتے جا رہے تھے جن کا جواب وہ محض سر ہلا کر دے رہا تھا۔

اتنے سارے مردوں کی موجودگی میں ایمان اس محل کو نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی نظریں جھکاتی اس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی۔

بڑے سے دربان نما حال میں آنے کے بعد وہ اسے لئے سامنے موجود سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔اتنا چل چل کر ایمان کے پاؤں تھک چکے تھے مگر وہ بغیر ایک بھی لفظ ہونٹوں سے ادا کیے خاموشی سے اس کی پیروی کر رہی تھی۔

بالآخر وہ اس کے ساتھ ایک کمرے کے بڑے سے دروازے کے سامنے رک گیا۔

ایمان کی جان میں جان آئی ہو جیسے۔

دروازہ دھکیل کر وہ اسے لیتا کمرے میں داخل ہوا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر گیا۔

"کچھ دیر یہاں بیٹھ کر ریسٹ کر لیں پھر فریش ہو جائے گا آپ میں تب تک فریش ہو آؤں پھر کام سے جانا ہے مجھے۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ اپنا لونگ کوٹ اتار کر ہینگ کرتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ایمان جو اس کی بات پر سر ہلا کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی تھی اس کے باتھ روم میں بند ہونے کے بعد ایک جھٹکے سے اٹھی اور پر جوش سی پورے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

"اللہ جی یہ کتنے امیر ہیں۔ اتنا بڑا اور خوب صورت کمرہ تو صرف خوابوں میں ہی دیکھا ہے آج تک میں نے۔"

خود سے بڑبڑاتی وہ پرجوش سی گھوم پھر کر اس بڑے سے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئی۔

کمرے کے شروع ہوتے ہی چند نفیس صوفے اور شیشے کے میز سیٹ کر کے سٹینگ ایریا بنایا گیا تھا۔ کمرے کے وسط میں سیاہ رنگ کا جہازی سائز گول بیڈ رکھا تھا جس کی نرمی کا احساس اسے دو سیکنڈ میں ہی ہو گیا تھا۔

ایک طرف دیوار گیر الماری بنی ہوئی تھی پوری دیوار جتنی جب کہ دوسری طرف ڈریسنگ ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو دروازے تھے۔ ایک تو باتھ روم تھا جہاں ابھی باسط بند ہوا تھا جب کہ دوسرا نہ جانے کس چیز کا تھا۔

کمرے کی دیواریں کریم کلر کے پینٹ میں ڈھکی ہوئی تھیں جب کے باقی کمرے کی تھیم بھی یہی تھی۔ کریم اور سیاہ رنگ کی !!!!

وہ اشتیاق سے ایک ایک چیز کا جائزہ لینے میں اس قدر گم تھی کہ کب باسط فریش ہو کر باتھ روم سے باہر آیا اسے اس بات کا علم ہی نہ ہو سکا۔

"فریش ہو کر تھوڑا ریسٹ کر لیں پھر "اپنے" گھر کا مکمل جائزہ لے لیجئے گا۔"

وہ تولیے سے بال خشک کرتا ایک نظر اس کے تمتماتے چہرے پر ڈالتا ہوا بولا تو ایمان سر ہلاتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

گرم پانی سے نہا کر اسے بہت زیادہ سکون محسوس ہوا تھا۔ سفر کی ساری تھکاوٹ جیسے اتر سی گئی تھی۔ باتھ روم میں اسے ایک لیڈیز سوٹ بھی ہینگ ہوا مل گیا تھا۔

آسمانی رنگ کا کرتا پلازو اور ساتھ دوپٹہ بھی رکھا تھا۔ اگر یہ یہاں موجود تھا تو یقیناً اسی کے لئے تھا۔ وہ نہا دھو کر فریش ہو کر جس وقت باہر آئی بیڈ کی پائینتی کے ساتھ

پڑے صوفے پر باسط بیٹھا تھا جب کہ اس کے سامنے پڑے میز پر کافی کے دو بھاپ اڑاتے کپ رکھے تھے۔

ناشتہ وہ لوگ راستے میں ہی کر چکے تھے اس لئے موسم کی مناسبت سے باسط نے کافی منگوالی۔

ایمان چپ چاپ جاکر باسط کے پاس بیٹھی اور اپنا کافی کا کپ اٹھا گئی۔

باسط نے گردن موڑے اپنی نظریں اس پر ٹکالیں۔اس کی پسند کے آسمانی جوڑے پر دوپٹہ کندھوں پر پھیلائے گیلے بال پشت پر بکھیرے سرخ ناک کے ساتھ بیٹھی اسے پاگل کر رہی تھی۔

"میری پسند میں ڈھلی اس قدر حسین لگ رہی ہیں آپ کہ جو توں سمیت میرے دل میں گھستی چلی جا رہی ہیں۔"

وہ اپنا ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلا تا نا محسوس انداز میں ایمان کو اپنے حصار میں لے گیا جب کہ اس کا دھیما لہجہ اور بہکے الفاظ ایمان کو پلکیں جھکانے پر مجبور کر گئے۔

اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ دونوں نے خاموشی سے اپنی اپنی کافی ختم کی۔
ایمان کو سخت نیند آنے لگی تھی۔

باسط کی کال پر مصروف دیکھ کر وہ دھیرے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ اگلے ہی پل دوپٹہ اتار کر ایک سائیڈ پر رکھتی وہ سر تک کمبل تان گئی۔ نرم اور گرم بستر ملتے ہی رگ و پے میں جیسے سکون سا اتر گیا۔ وہ آنکھیں بند کرتی میٹھی نیند میں جانے کی تیاری کرنے لگی.

وہ سکون سے لیٹی تھی۔ ابھی نیند اس پر مہربان ہوئی ہی تھی جب اپنی کمر پر مضبوط بازو کی گرفت اور گردن کی پشت پر گرم سانسوں کی تپش نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا پر مقابل وجود اسے اپنی طرف کھینچتا اسے ساکت کر گیا۔

"؟؟ کیا ہوا کانپ کیوں رہی ہیں"

اس کے جسم کی کپکپاہٹ محسوس کرتا وہ سرگوشی نما آواز میں پوچھنے لگا تو ایمان کی سانس جیسے حلق میں اٹک سی گئی۔

"سردی لگ رہی ہے۔"

بامشکل ہی یہ چند الفاظ لبوں سے آزاد ہو پا تھے۔

"صرف چند لمحے دیں۔ ابھی میرے وجود کی گرمی آپ کے بدن کی سردی کو دور کر دے گی۔"

بوجھل لہجے میں کہتے وہ اپنا ہاتھ اس کی کمر سے ہٹاتا اس کے نازک بازو پر اوپر سے نیچے پھیرنے لگا جب کہ دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد جا چکا تھا۔

جسم پر اس کے ہاتھوں کا لمس اور گردن اور کان پر محسوس ہوتی اس کی سانسوں کی تپش۔۔۔۔ ایمان کو لگا آج وہ پاگل ہو جائے گی۔

"اب۔۔۔ اب سردی نہیں لگ رہی۔ گر۔۔۔ گرمی لگ رہی ہے۔"

وہ بوکھلا کر کہتی تھوڑا آگے کی طرف کھسکی تو اس کی بوکھلاہٹ پر باسط درانی کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھو لیا۔

"لیکن آپ کا جسم تو بلکل ٹھنڈہ پڑ رہا ہے۔"

اس کی بات اور ہاتھوں کی حرکت پر ایمان رونے والی ہو چکی تھی۔

"!!!! باسط پلیز"

وہ رونی آواز میں بولی تو باسط کو اس کی حالت پر ترس آیا۔وہ جانتا تھا اس کے ساتھ اپنا تعلق بنانے میں اسے تھوڑا وقت لگے گا سب قبول کرنے میں۔

ششش۔۔۔سو جائیں میری جان ورنہ میرے اندر کا شوہر جاگ گیا تو آپ کا سونا نا ممکن ہو جا گا پھر۔"

مسکراتے لہجے میں کہتا وہ اس کا رخ موڑ کر اس کا چہرہ اپنے سینے میں چھپا گیا۔

"سس۔۔۔سو رہی ہوں میں تو۔"

تیزی سے کہتی وہ دونوں آنکھیں سختی سے بند کرتی اس کے سینے میں ہی پناہ لئے پڑی رہی۔

اس کی حرکت پر وہ دھیرے سے بغیر آواز کے ہنس دیا۔

وہ ہاتھ میں کافی کا کپ پکڑے جم میں داخل ہوئی تو داؤد کو پش اپس کرتے ہوئے پایا۔یہ جم گھر کی بیک سائیڈ پر بنوائی تھی داؤد نے۔

داؤد آدم اور طالب باقاعدگی سے جم آتے تھے جب کہ اشعر کی جان جاتی تھی۔وہ داؤد آدم اور طالب کے مقابلے میں دبلا تھا کچھ جس پر ہمیشہ زونیہ اسے چھیڑتی رہتی تھی۔

داؤد اس کی موجودگی وہاں محسوس کرتا دھیرے سے مسکرا دیا۔

"آج صبح صبح میڈم نے مجھ ناچیز کو اپنا دیدار کیسے کروا دیا؟"

وہ پش اپس کرتا بول رہا تھا جب کہ زلیخہ بہت غور سے داؤد کے مسلز دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں ستائش واضح دکھ رہی تھی۔

اسے داؤد کمال کی پرفیکٹ باڈی بہت پسند تھی۔وہ ہر لحاظ سے ایک مضبوط مرد تھا۔

۔"؟؟ یہ چھوڑیں داؤد یہ بتائیں کہ آپ میں کتنی طاقت ہے"

وہ اس کے قریب آتی پیروں کے بل اس کے سامنے بیٹھتی سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"آپ کو اب تک اندازہ نہیں ہوا کیا؟؟"

وہ گہری نظروں سے اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو جانے کیوں اس کے سوال کے انداز پر زلیخہ کا چہرہ تپ گیا۔وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی۔

میری مطلب ہے کہ کیا آپ مجھے اپنی کمر پر بیٹھا کر اسی طرح پش اپس کر سکتے ہیں؟میں نے ایک مووی میں دیکھا تھا یہ سین اور مجھے بہت رومانٹک لگا تھا۔میں نے سوچ لیا تھا کہ اپنے شوہر کے ساتھ یہ ایکسپیرینس ضرور کروں گی۔"

وہ کپ ایک طرف رکھتی خوشی خوشی داؤد کو اپنے نادر خیالات سے آگاہ کرنے لگی تو اس کے بچپنے پر وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

"آجائیں پھر حیاتی آج اپنے شوہر کو آزمالیں۔"

وہ بازو سیدھے کرتا اسے اپنی کمر پر آنے کا اشارہ کرتا بولا تو وہ پرجوش ہوتی کپ دوبارہ ہاتھ میں تھام کر ڈرتے ہوئے بہت احتیاط سے اس کی کمر پر بیٹھ گئی تو داؤد نے پش اپس کرنے شروع کر دیے۔وہ یہ کام بہت سکون سے کر رہا تھا جب کہ زلیخہ اس کی کمر پر بیٹھی سکوں سے کافی پی رہی تھی ساتھ ساتھ۔
زلیخہ کو خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی جس کا اظہار وہ اپنے الفاظ سے کر بیٹھی۔

"آپ تھکے نہیں کیا؟؟"۔

اس کے پوچھنے پر داؤد نے ھلکی سی گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں بھلا کیوں تھکوں گا؟"

وہ الٹا اسی سے سوال کرتا واپس پش اپس کرنے لگا۔

"میرے وزن کی وجہ سے۔ سارا وزن آپ کی کمر پر ڈال کر جو بیٹھی ہوں۔ اس وجہ سے تھک گئے ہوں گے نا آپ۔ اتنے زیادہ پوش اپس کر لئے آپ نے وہ بھی سکون سے۔"

اس کی بات پر داؤد اب کی بار کھل کر ہنس دیا۔

"حیاتی جان آپ کا وزن کسی پھول سے بھی کم ہے۔ مجھے تو محسوس بھی نہیں ہو رہا کہ میری کمر پر کوئی بیٹھا ہوا ہے۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اس کی کمر سے اترتی اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ داؤد نے حیرت سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر ایک دم ہی سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"؟؟ آپ کی زندگی میں میرا کیا مقام ہے داؤد"

اس کے سوال پر وہ اٹھتا خود بھی اس کے مقابل آگیا۔ صرف پینٹ پہنے شرٹ سے بے نیاز پسینے سے کچھ نم وجود کے ساتھ وہ اس کے انتہائی نزدیک کھڑا تھا۔

"آپ وہ واحد ہستی ہیں حیاتی جسے میری دھڑکنوں پر مکمل اختیار حاصل ہے۔"

اسے اپنے مضبوط حصار میں لیتا وہ بہت خوبصورتی سے اسے اس کا مقام بتا گیا تھا۔

زلیخہ بے ساختہ اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ جما کر پیروں کے بل اوپر اٹھی تو اس کا مقصد سمجھتے داؤد بھی اسی وقت اپنا سر اس کی طرف جھکا گیا جب اگلے ہی پل وہ اس کی کشادہ پیشانی پر اپنے نازک لب ثبت کر گئی۔

داؤد کمال گہرا سکون محسوس کرتا آنکھیں موند کر اس احساس کو محسوس کرنے لگا۔

اس سے پہلے کے وہ پیچھے ہٹتی داؤد اس کی گردن کی پشت نرمی سے اپنی گرفت میں لیتا مزید جھک کر اس کی نرم گرم سانسوں پر قابض ہوتا خود کو پوری طرح سے پرسکون کرنے لگا۔

دونوں کی دھڑکنیں آپس میں ملتے ایک بے ھنگم سا شور مچا رہی تھیں پر اس شور میں بھی سرور تھا۔

کہانی جیسے جیسے آگے چلے گی آپ لوگوں کو سمجھ آتی جا گی بس اتنا یاد رکھیں کہ ہمیشہ کی طرح میرا یہ ناول بھی آپ کو مایوس نہیں کرے گا بلکہ میرے اب تک کے تمام ناولز سے ہٹ اور زبردست جا گا۔

۔

۔

وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوا اسے سب وہیں بیٹھے دکھائی دیے سوا اپنی ماں کے۔

وہ تھوڑا آگے بڑھا تو پتا چلا کہ زونیہ داؤد کے کندھے پر سر رکھے رونے میں مصروف ہے جب کہ باقی سب پریشان صورت لئے پاس بیٹھے ہیں۔

"زونی میری جان تھوڑا سا کچھ کھا لو پھر میڈیسن بھی تو لینی ہے نا۔"

یہ زلیخہ تھی جو اس کی دوسری طرف بیٹھی اسے پیار سے پچکار رہی تھی .

طالب آنکھوں میں فکر مندی لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا جب کہ اشعر کی شکل دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی رو دے گا۔ آدم کو بلاوجہ ہی ہنسی آنے لگی۔

وہ جانتا تھا زونیہ اور اشعر کی دوستی کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔
وہ آفس سے آتے ہی سو گیا تھا اور اب رات کے نو بجے اٹھنے کے بعد اسے یہ نظارہ دیکھنے کو مل گیا تھا۔

وہ ہاتھ منہ کے آگے رکھ کے جمائی روکتا ان سب کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا؟؟"

وہ زونیہ کے بلکل سامنے رکتا اسے گہری نظر سے دیکھتا ہوا بولا تو اس کی آواز پر زونی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر اس کے آنسوؤں میں مزید شدت آگئی۔

"اب بھی کیوں آئے ہیں۔ میں مر جاتی تو ایک مرتبہ ہی میرے جنازے پر ہی آتے آپ!!!"

خفگی اور غصّے بھرے ملے جلے تاثرات سے کہتی وہ واپس داؤد کے کندھے میں سر چھپا گئی۔

معمولی رونا اب ہچکیوں میں بدل چکا تھا۔

"ہر وقت فضول بکواس مت کرتی رہا کرو۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ کیا ہوا ہے اور کیوں رو رہی ہو؟؟"

وہ سخت لہجے میں بولا تو داؤد سمیت سب نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا۔

"بھیا غصّہ تو مت کریں زونی پہلے ہی تکلیف میں ہے۔"

اشعر سے اس کا رونا دیکھا نہ گیا تو تڑپ کر بول اٹھا پر اگلے ہی پل اس کی آہ نکل گئی۔

آدم نے دھپ سے اس کی گردن پر کرارا تھپڑ مارا تو وہ بیچارہ کراہ کر رہ گیا۔

اس کی شکل دیکھتے سب نے بامشکل ہی اپنی ہنسی چھپائی۔

کیوں مارا میرے پارٹنر کو۔ آئندہ اس کو ہاتھ مت لگائیے گا۔ آپ سے نہ ہی میں "

"برداشت ہوتی ہوں اور نہ ہی میرا کوئی حمایتی۔

وہ تڑخ کر بولی تو اشعر خوشی سے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا جب کہ آدم کی آنکھوں

میں سرخی دوڑ گئی۔

وہ بہت غور سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جسے محسوس

کرتے آدم کمال نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"!!!آدم بھیا کے سوال کا جواب تو تم نے دیا ہی نہیں زونی ڈارلنگ"

طالب شرارت سے بولا تو جہاں آدم نے اسے گھورا وہیں زونیہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

باقی سب ریلیکس ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے کیوں کہ جانتے تھے کہ زونیہ اپنے فل فام میں آ چکی ہے اب۔

"کیا بتاؤں میں۔ مجھ معصوم جان کو بہت بڑا روگ لگ گیا ہے۔ آدم کمال صاحب مجھے اپنا دیدار نصیب نہیں کرواتے تو میری آنکھیں یہ سب برداشت نہ کرتے مجھ سے خفا ہو بیٹھی ہیں۔ اس لئے سہی سے کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا۔"

اس کے ڈرامے پر جہاں آدم نے نفی میں سر ہلایا وہیں داؤد اور باقی سب کے لبوں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ تھی۔

"صاف کہو نا کہ ناولز پڑھ پڑھ کر اندھی ہونے والی ہو بس۔"

وہ بھی آدم کمال تھا۔ہارنا کہاں سیکھا تھا اس نے۔سکون سے کہتا وہ طالب کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا.

زونیہ کا چہرہ اس کی موجودگی میں کھل سا گیا تھا۔کون سی بیماری اور کہاں کی بیماری۔

"اس کی نظر بہت زیادہ کمزور ہو گئی ہے اب تو عینک کے بغیر کچھ نہیں نظر آتا اسے۔ ڈاکٹر نے پچھلی دفع بھی اس کا موبائل یوز کرنا سختی سے بند کیا تھا پر یہ کہاں اثر کرتی ہے۔"

طالب کی تفصیل پر زونیہ نے اسے گھورا۔

"بھیا!!!"

وہ داؤد کی طرف دیکھتی شکایتی لہجے میں بولی تو داؤد اسے اپنے ساتھ لگا کر طالب کو مصنوعی غصّے سے دیکھنے لگا۔

"خبردار اگر میری گڑیا کو کسی نے کچھ کہا تو۔"

اس کے سخت لہجے پر زونیہ خوش ہوتی طالب کو ناک چڑھا گئی۔

"یہ لو میری جان جلدی سے اسے ختم کرو کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔"

زلیخہ سوپ لا کر اس کے پاس بیٹھتی اسے پلانے لگی تو وہ منہ بسورتی منہ کھول گئی۔

اسے رات سے رو رو کر بخار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے مجبوراً اسے یہ گندہ سا سوپ پینا پڑ رہا تھا اب۔

وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو لاپرواہی سے اس کے آگے چل رہی تھی۔ یہ سنسان سی گلی تھی۔

۔"!!!چلیں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں"

وہ اس کا بے پرواہ حسن دیکھتا بے ساختہ ہی بول اٹھا تھا۔ لڑکی ذات تھی اور تھی بھی بلا کی خوبصورت اوپر سے اس کالا پرواہ انداز!!! ایگل کو اسے شام کے وقت اس سنسان گلی میں اکیلے چھوڑنا مناسب نہیں لگا۔

اس کی بات پر وہ ایک دم مڑی اور تیوری چڑھائے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

ماسک اتارنے کی ہمت نہیں اور مجھے گھر تک چھوڑنے کی آفر کر رہے ہو۔واہ" بھئی!!!"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ایک ابرو اٹھا کر بولی تو ایگل نے کوفت سے سر جھٹکا۔

"نہیں جانا تو مت جائیں آپ کی مرضی!!!"

کندھے اچکا کر وہ بھاری قدم اٹھاتا اس سے دو قدم آگے نکل گیا جب وہ ایک دم پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی اسے روک گئی۔

ایگل نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ اب کیا مسلہ ہے۔

"اگر اتنا اسرار کر رہے ہیں تو چھوڑ ہی دیں ویسے بھی میرا پاؤں دکھ رہا ہے بہت۔"

وہ اس پر احسان کرنے والے انداز میں بولی تو اس کی سنہری آنکھیں پھر سے ایگل کو اپنی طرف کھینچنے لگ۔ وہ بہت مشکل سے ہی اپنا دھیان ہٹا پایا۔

"چلیں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے قدم بڑھاتا گلی کے باہر کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"واہ بھئی گاڑی تو بڑی شاندار رکھی ہے۔"

اس کے ستائشی جملے کو وہ سرے سے نظر انداز کرتا اس سے اس کے گھر کا پتا پوچھنے لگا۔ اس کے بتانے پر وہ وہ اسے گھور کر رہ گیا کیوں کہ اس کا گھر ساتھ والی گلی میں تھا۔

"جب گھر یہاں ہی تھا تو گاڑی میں کیوں بیٹھی۔ گاڑی گلی میں تو نہیں جا سکتی اب۔"

سرد لہجے میں کہتا گاڑی سے باہر نکلا تو وہ بھی منہ بناتی دوسری طرف سے اتر آئی۔

بھئی میں نے زندگی میں اتنی شاندار گاڑی پہلی مرتبہ دیکھی ہے سوچا اندر بیٹھ کر" دیکھوں کہ کیسا محسوس ہوتا ہے مگر آپ ایسے ڈھیٹ ہیں کہ برداشت نہیں ہوئی "میری خوشی۔ فوراً سے اتار دیا۔

وہ شاید کوے کھاتی تھی۔ اس کی تیزی سے چلتی زبان کو دیکھ کر وہ محض یہی سوچ سکا۔

اسے جواب دیے بغیر وہ ناک کی سیدھ میں چلتا جا رہا تھا۔

"بس بس آ گیا میرا گھر۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتا وہ ایک دم اسے آواز دے کر روک گئی۔

وہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ گھر کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا تھا۔ بغیر ایک لفظ مزید بولے وہ گھر میں داخل ہو گئی جب کہ اس کی حرکت پر وہ صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

وہ واپسی کے لئے قدم اٹھانے لگا جب جیب میں پڑا اس کا فون تھر تھرانے لگا۔ وہ ایک سائیڈ پر ہوتا موبائل کان سے لگا گیا۔

اسے کال پر بات کرتے دس منٹ گزر گئے جب ایک دم قریب سے سنائی دیتے شور پر وہ چونک اٹھا۔

شور اسی گھر سے آرہا تھا جہاں وہ آفت داخل ہوئی تھی۔ کال بند کرتا وہ اسی گھر کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا جب ایک بیگ اڑتا ہوا باہر آکر اس کے قدموں میں گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سمجھتا ایک اور بیگ باہر پھینکا گیا تھا اور اگلے ہی لمحے ایک بھاری وجود والی عورت نوال کا بازو پکڑے اسے باہر کی طرف کھینچ رہی تھی۔

آخری دفعہ بھی سمجھایا تھا اگر اس دفعہ کرایا لیٹ ہوا تو اپنا بندوبست کر لینا۔ نکل جا" یہاں سے اور خبردار اگر آج کے بعد یہاں کا رخ کیا۔"

وہ عورت غصّے سے بولتی اسے دھکا دینے لگی جب نوال اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑواتی دو قدم پیچھے ہوئی۔

ہزار دفعہ کہا ہے کہ اپنے ہاتھ مت لگایا کرو مجھے۔ جتنی گندی ہو پتا نہیں باتھ روم"
"سے باہر آنے کے بعد دھوتی بھی ہو صابن سے یا نہیں۔

نوال چہرے کے برے برے سٹائل بناتی بولی تو اس کی بات پر جہاں ایگل کی آنکھیں پھیلی وہیں اس عورت نے مزید تیش میں آتے اس کے منہ پر دروازہ بند کر دیا۔

ایگل اس عورت کی بات سنتے سمجھ چکا تھا کہ نوال نامی بلا یہاں کرایہ پر رہتی ہے اور آج گھر سے نکالی جا چکی ہے۔

"ماں باپ کدھر ہیں آپ کے؟؟"

وہ ایک دم بولا تو نوال چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"؟؟ ابھی تک یہاں کیا کر رہے ہو؟؟ میری جاسوسی کر رہے ہو کیا"

وہ کمر پر ہاتھ رکھتی آنکھیں سکیڑ کر بولی تو اس کی خوش فہمی پر ایگل آنکھیں گھما کر رہ گیا۔

"اتنی خوش فہمی بھی صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جن کی صحت پہلے ہی تنکے جیسی ہو۔اب بتایں والدین کہاں ہیں آپ کے؟؟"۔

وہ اس کے نازک سراپے پر چوٹ کرتا آخر میں اپنا سوال دہرا گیا۔

"قبر میں ہیں۔کیوں تمہیں ان کے پاس میرا رشتہ مانگنے جانا ہے کیا؟؟"

وہ اب کی بار آپ سے سیدھا تم پر ہے آگئ تھی جب کہ اس کی فضول ترین بات پر ایگل کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔

"مر و یہیں۔ہمدردی کے لائق نہیں ہو بلکل بھی۔"

سرد لہجے میں کہتا وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے رکو تو مجھے تو ساتھ لیتے جاؤ۔ کیسے مرد ہو جو جوان جہان لڑکی کو شام کے وقت اس ویرانے میں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو۔"

اپنی بات مکمل کرنے کے ساتھ ہی وہ اس کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتی سکوں سے اندر بیٹھ چکی تھی جب کہ ایگل اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"میرے بیگز اٹھا لاؤ اور گاڑی میں رکھ دو۔ میری کل جمع پونجی یہی ہے بس۔"

شان سے حکم دیتی وہ دروازہ بند کر کے سکون سے بیٹھ گئی۔

"آپ کا نوکر نہیں ہوں اور اگر آپ کا دماغ اپنی جگہ پر ہو تو بتا تا چلوں کہ یہ میری گاڑی ہے آپ کی نہیں۔"

بہت ضبط سے بولا تھا وہ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگا دے۔

دیکھو تمہارے سامنے وہ موٹی مجھے گھر سے نکال چکی ہے۔"
اس وقت میں کہاں جاؤں گی۔ کسی ہوسٹل میں رہنے کے پیسے میرے پاس نہیں ہیں
"تو ایسا کرو کسی دار الامان میں چھوڑ دو مجھے۔

وہ سکون سے بولی تھی۔ لہجے میں کسی قسم کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ایگل کو وہ لڑکی بہت کھٹک رہی تھی۔ جانے کیا سوچ کر وہ سر ہلا گیا۔

اس کے بیگ لا کر گاڑی میں رکھے پھر خود بھی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

چند لمحوں میں ہی گاڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی پر کون جانے کہ قسمت اب کی بار اسے کہاں لے جانے والی تھی۔

ہاتھ جلا ہوا ہے بہت مشکل سے اتنا ہی لکھ سکی۔ دھماکا اگلی قسط میں ملے گا اور یقین کریں یہ دھماکا بہت بڑا ہونے والا ہے۔

لائک اور کمینٹ کرنے میں آپ کی کوئی محنت نہیں لگے گی۔

۔

۔

۔

شام کا وقت تھا اور وہ بے فکری سے کمرے میں بیٹھی ناخنوں کو نیل پالش سے رنگ رہی تھی جب ایک دم دروازہ ناک ہوا جسے سنتے ہی اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکان چھا گئی۔

آخر کیسے نہ پہچانتی وہ اس دستک کو۔ یہ دستک اسے دروازے پر نہیں بلکہ سیدھا اپنے دل پر محسوس ہوتی تھی۔

توقع کے عین مطابق چند لمحوں کے بعد ہی دروازہ دھیرے سے کھلا اور وہ شخص کمرے میں داخل ہوا جو برسوں پہلے اس کے دل میں داخل ہو چکا تھا وہ بھی بلا اجازت۔

آدم کمال کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی وہ اس کا حال جاننے ضرور آئے گا۔

"کیسی ہو؟؟"

وہ اس سے چند قدموں کی دوری پر کھڑا مستفسر تھا۔

"آپ کے پیار میں مکمل گم ہوں۔"

بھلا کہاں ممکن تھا کہ زونیہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتی۔

"بعض نہ آنا کبھی تم!!!"

خفگی سے کہتا وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"؟؟ بھلا محبت کرنے سے بھی بعض آسکتا ہے کوئی"

آنکھوں میں ہنوز شرارت تھی مگر شرارت سے بڑھ کر ایک اور جذبہ بھی آنکھوں میں موجزن تھا جسے عرف عام میں محبت کہا جاتا ہے۔

سچ سچ ایک بات بتاؤ زونی!!! آخر مجھ میں ایسا کیا ہے جو اس قدر محبت کرتی ہو مجھ سے ؟؟"

وہ آنکھوں میں بے چینی لئے جیسے بہت اہم سوال پوچھ بیٹھا تھا۔

یہ کم بخت محبت کوئی چیز دیکھتی ہی کہاں ہے۔ بغیر سوچے سمجھے اور دیکھے کبھی بھی, کہیں بھی اور کسی سے بھی بس ہو جایا کرتی ہے۔ کبھی الہام کی طرح اور کبھی وبال کی طرح۔"

اس کے جواب پر آدم کمال حیران سا بیٹھا تھا۔ حیرت ہوتی بھی کیوں نا!!! زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے زونیہ جمال سے اس قدر گہری اور سنجیدہ بات سنی تھی۔ اس کی حیرت بجا تھی۔

"مت کرو مجھ سے محبت۔ محبت رول دیتی ہے۔"

اس کی بات پر وہ ہنسی اور پھر ہنستی ہی چلی گئی یہاں تک کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چمک اٹھی۔

"کاش!!! کاش محبت پر میرا اختیار ہوتا۔ یقین جانیں آپ جیسے ظالم اور بے حس سے بلکل بھی نہ کرتی۔"

وہ بظاہر ہنس کر بولی تھی پر آدم کمال نے اس کے لفظوں سے زیادہ اس کے لہجے میں کانچ سی چبھن محسوس کی تھی اور یہ چیز تکلیف دہ تھی۔ بہت زیادہ تکلیف دہ !!!

"؟؟ اگر میں نہ رہوں تو کیا یہ محبت پھر بھی قائم رہے گی"

اس کے سوال پر زونیہ کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ اس نے بے ساختہ عینک میں چھپی آنکھیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ کیا کیا نہ تھا ان آنکھوں میں۔

!!!! تکلیف، ملال، شکوہ، شکایت، بے بسی اور بے پناہ محبت
ان آنکھوں نے آدم کمال کا دل جکڑ لیا تھا۔

وہ جو محبت سے پہلو بچائے پھرتا تھا اس پل سخت بے بس دکھ رہا تھا۔

اسے میری مجبوری سمجھیں یا بے بسی، میری محبت کے خول میں تا عمر آپ کو ہی قید" رہنا ہے !!!"

وہ پختہ لہجے میں بول رہی تھی جب کہ دور کھڑی محبت افسوس بھری نظروں سے اس معصوم سی لڑکی کے دعوے اور حوصلے کو دیکھ رہی تھی جب کہ قسمت نے زور سے سر جھٹکا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ دیکھتے ہیں کب تک اپنے دعوے پر قائم رہتی ہو۔

"تم بہت اچھی ہو زونیہ!!! میری دعا ہے اللہ تمہاری جھولی بے پناہ محبت سے بھر دے ۔"

بھاری ہوتی آنکھوں سے کہتا وہ ایک دم اٹھ کر زونیہ کے کمرے سے نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی زونیہ نے عینک اتار کر سائیڈ پر رکھی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا گئی۔ کب سے روکے گئے آنسو خاموشی سے اپنا راستہ بناتے آنکھوں سے گالوں پر اترنے لگے۔

"!!! آپ کی یہ غزالی آنکھیں بہت ساحرانہ ہیں حیاتی"

وہ جو شیشے کے سامنے کھڑی آنکھوں میں کاجل ڈال رہی تھی اس کی تعریف پر چونک سی گئی۔

"!!! ان میں کیا خاص بات ہے۔عام سی تو ہیں"

وہ سامنے نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتی لاپرواہی سے بولی تو داؤد مضبوط قدم اٹھا کر اس کے نزدیک آتا اس کے وجود کے گرد مضبوط مگر نرم حصار قائم کر گیا۔

"!!!وہ آنکھیں عام کیسے ہو سکتی ہیں جو پورا کا پورا داؤد کمال لے ڈوبیں"

وہ جھک کر اس کے بائیں کان میں سرگوشی کرتا اس کی نازک کمر پر اپنے ہاتھ کی پشت پھیرتا اسے سخت مشکل سے دوچار کر گیا۔

"میں آپ کو اچھا خاصا شریف اور کھڑوس سمجھی تھی پہلی نظر میں۔"

وہ جیسے اسے جتا کر بولی تھی۔

"؟؟ تھی سے کیا مراد ہے آپ کی؟ اب خیال بدل گیا ہے کیا"

وہ اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پر ٹکاتا فرصت سے اسے نیہارتا پوچھنے لگا تو وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

محض غلط فہمی تھی وہ۔ آپ اچھے خاصے ٹھرکی اور رومانوی مزاج کے بندے ہیں۔"

اس کی تفصیل پر داؤد بے ساختہ قہقہہ لگا اٹھا۔

۔"آپ کی آواز بے تحاشہ خوبصورت اور پر سوز ہے داؤد!!!"

اس کی کھکھلاہٹ سنتی وہ ایک دم بول اٹھی۔ اسے داؤد کی آواز سے عشق تھا اور یہ بات بھی داؤد جان چکا تھا۔

اس کے بے ساختگی میں کیے گئے معصوم انکشاف پر داؤد اسے بے ساختہ خود میں بھینچ گیا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری شادی آپ سے ہو گی پر اب سوچتا ہوں کہ اگر نہ ہوتی تو میں پاگل ہو جاتا!!!!"

اس کے اس قدر جان لیوا اقرار پر زلیخہ کی کھلکھلاہٹ بے ساختہ تھی۔

وہ اس قدر پیاری لگ رہی تھی کہ داؤد جھکتا اس کے گالوں پر اپنے پیار کے پھول کھلانے لگا۔

بھیا باقی کا رات میں کانٹینیو کر لیجئے گا ہم آنکھوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر تھک چکے "ہیں۔"

اشعر کی آواز پر زلیخہ ایک جھٹکے سے داؤد سے دور ہو گئی جب کہ داؤد اسے سخت اور سرد آنکھوں سے دیکھنے لگا جہاں وہ ادھ کھلے دروازے میں چہرے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

یہ بات الگ تھی کہ اس کی ادھ کھلی آنکھیں اب بھی ان دونوں پر ٹکی تھیں۔

کسی کے روم میں دروازہ ناک کر کے آیا جاتا ہے پر تم تو شاید سب ادب آداب "
بھول چکے ہو۔"

داؤد نے اشعر کو سخت سست سنائی جس پر وہ منہ بنا گیا چھوٹے بچوں کی طرح۔

"مت ڈانٹیں بچے کو کسی کام سے ہی آیا ہو گا۔"

زلیخہ نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر داؤد کو کہا تو اس نے آنکھیں پوری کھول کر سر تا
پیر اس "بچے" کو دیکھا۔ دل میں خوب تلملایا۔

"ممی بلا رہی ہیں آپ کو باہر۔"

دانت نکال کر پیغام سنا تا وہ یہ جا وہ جا۔

اشعر کے کمرے سے نکلنے کے بعد داؤد دروازہ بند کرتا اس کی طرف پلٹا جو ہاتھ منہ پر رکھے کھی کھی کر رہی تھی۔

زلیخہ نے داؤد کو سخت تیور لئے اپنی طرف بڑھتا دیکھا تو اس کی سیٹی گم ہوئی۔

"کک۔۔۔کیا ہوا۔"

اسے مسلسل اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی۔ داؤد آگے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا جب کہ زلیخہ کے قدم پیچھے کی طرف اٹھتے جا رہے تھے۔

"بہت ہنسی آ رہی ہے نا؟؟"

وہ اس کی طرف بڑھتا سخت لہجے میں مستفسر ہوا تو زلیخہ نے خوف سے حلق تر کیا۔
بہت لمبے عرصے کے بعد اسے داؤد کا یہ روپ دیکھنے کو ملا تھا۔ سخت اور سرد۔ ہر تاثر سے پاک۔

"جواب دیں !!!"

وہ پھر سے بولا جب زلیخہ نے ایک قدم مزید پیچھے کی طرف لیا تو اس کی پشت دیوار سے جا ٹکرائی۔ زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں.

داؤد نے اس کے دونوں اطراف میں اپنے ہاتھ رکھے اور اس کی طرف جھک گیا یہاں تک کہ اس کی پر تپش سانسیں زلیخہ کی پیشانی سے ٹکرا رہی تھیں۔

ایک پل مزید سرکا جب زلیخہ کی آنکھوں کی برسات شروع ہو گئی۔

"اب رو کیوں رہی ہیں؟؟"

اس کے آنسو دیکھتے داؤد کی ساری شرارت وشوخی ہوا ہوئی تھی۔

پہلے آپ کو ہنستی اچھی نہیں لگ رہی تھی اور اب میرے رونے پر بھی سوال اٹھا"
رہے ہیں!!!"

وہ برستی آنکھوں، سرخ ناک اور کانپتے لبوں سے شکایتی انداز میں اس کی طرف دیکھتی بولی تو داؤد اس کی صورت دیکھتا بے ساختہ اس کے چہرے پر مزید جھکتا اپنی چاہت کے پھول کھلانے لگا۔ کچھ پل اس کی سانسوں میں اپنی سانسیں انڈیلنے کے بعد جب وہ پیچھے ہٹا تو زلیخہ اپنا تپتا چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

"چلیں ممی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

اس کا چہرہ تھپکتا وہ اس کا سرخ و سفید ہاتھ اپنے سانولے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اسے باسط کے ساتھ رہتے ایک ماہ گزر چکا تھا۔ ایمان کی زندگی جیسے کوئلوں سے نکل کر پھولوں میں آگئی تھی۔ اتنے سال ذلیل ہونے کے بعد اسے امید ہی نہ تھی کہ اس کی زندگی دوبارہ کبھی سہل بھی ہو سکتی ہے۔

اب بھی وہ مغرب کی نماز ادا کر کے بیٹھی ہی تھی جب باسط کمرے میں داخل ہوا۔

سیاہ پینٹ پر سیاہ ہی شرٹ پہنے بکھرے بالوں اور مضبوط جسامت کے ساتھ وہ پہلی نظر میں ہی ایمان کا دل دھڑکا گیا۔

اس کے حجاب میں قید حسین چہرے کو دیکھتا وہ ساری تھکاوٹ بھول کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا اور اسے نرمی سے اپنی باہوں میں سمیٹ گیا۔

"تھک گئے ہیں؟؟"

ایمان نے نرمی سے پوچھا تو باسط ایک پل کے لئے پیچھے ہوتا اثبات میں سر ہلاتا اگلے ہی پل اپنا سر واپس اس کی کندھے پر رکھ کر آنکھیں موند گیا۔

ایمان مسکراتی ہوئی نرمی سے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔اس کے نرم ہاتھوں کا پرسکون لمس محسوس کرتے وہ سکوں سے آنکھیں بند کے وہیں پڑا رہا۔

کچھ لمحے سر کے جب ایمان کو اپنے کندھے پر اس کے ہونٹوں کا لمس محسوس ہوا۔ اس کے حرکت کرتے ہاتھ وہیں رک گئے۔

وہ اب بہت نرمی اور عقیدت سے اس کا کندھا چوم رہا تھا۔ ایمان کا رنگ لال قندھاری ہو گیا۔

"آپ۔۔۔ آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لگواتی ہوں۔"

وہ گھبراتی لجاتی بولی تو باسط اس کی گھبراہٹ محسوس کرتا متبسم ہوا۔

وہ اسے ایک مرتبہ شدت سے خود میں بھینچنے کے بعد اسے اپنے حصار سے آزاد کرتا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

ایمان اسے ناسمجھی سے دیکھنے لگی تو باسط نے اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

وہ جیسے ہی اس کے قریب پہنچی باسط اسے کھینچ کر بیڈ پر بیٹھا تا اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"اپنی کوئی خواہش بتائیں مینا!!! کوئی بہت بڑی خواہش جو آج تک پوری نہ ہو سکی ہو۔"

باسط نے اس کے چہرے پر گہری نظر ڈال کر پوچھا تو وہ ایک سیکنڈ کے لئے سوچ میں پڑ گئی پھر کچھ سوچ کر اس کا چہرہ چمک اٹھا۔

"میں اللہ کا گھر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے پیارے رسول ﷺ کا روزہ مبارک دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ آنکھیں میں بے پناہ چمک لئے بول رہی تھی۔ یہ اس کا برسوں کا خواب تھا۔ بھلا ایسا کوئی مسلمان ہو سکتا تھا جس کی یہ خواہش نہ ہو۔

بس اتنی سی بات!!! بھلے آپ کے بغیر رہنا میرے لئے بہت سے بھی زیادہ مشکل "ہو جا گا لیکن آپ کی خواہش پوری کرنے کے لئے میں اتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔"

وہ مسکراتی آنکھوں سے کہتا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں پر رکھ گی۔

"کیا واقعی آپ میرا یہ خواب پورا کریں گے؟؟ پر دور کیوں رہنا۔ ہم ساتھ میں جائیں گے نا !!!"

وہ پرجوش ہو کر بولی تھی جب کہ خوشی کی وجہ سے آنکھیں نمی سے چمک اٹھیں۔ کیا اس کا اتنا بڑا خواب یوں بھی آسانی سے پورا ہو سکتا ہے؟؟ اس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

"آپ اکیلی جائیں گی۔ بھلا میں کیسے جا سکتا ہوں۔"

اس کی بات پر ایمان کے مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"کیوں؟ بھلا آپ کیوں نہیں جاسکتے؟"

وہ الجھن اور خفگی بھرے ملے جلے تاثرات لئے مستفسر تھی۔

"کیوں کہ مجھے لعنتیں لینے کا کوئی شوق نہیں۔"

وہ لاپرواہی سے بول رہا تھا جب کہ ایمان کے چہرے پر الجھن بھرے تاثرات بڑھتے چلے جارہے تھے.

"لعنتیں کیوں؟؟ میں سمجھی نہیں؟"

وہ کنفیوز سی اس سے سوال کر رہی تھی۔

۔"!!! احمدیوں کو عربی لعنتیں دیتے ہیں نا"

وہ بے فکری اور لاپرواہی سے بولا تھا جب کہ اس کے روح فرسا جواب پر ساتوں ۔ آسمان دھڑ دھڑ کرتے ایمان کے سر پر ایک ساتھ ٹوٹے تھے

۔۔۔۔ جاری ہے

داؤد کمال اور زلیخہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جب ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے تو باقی سب وہاں پہلے سے موجود تھے۔

داؤد سب سے پہلے زلیخہ کو چیئر پر بٹھا کے فاراکمال کی طرف گیا اور ان کا ہاتھ تھام کر چوم کے انکھوں سے لگایا۔

"کیسی ہیں ممی آپ؟طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟ "

ان کا حال چال پوچھتا وہ ان کا ہاتھ تھام کر وہیں قریب کھڑا ہو گیا۔

اخر کار خیال آہی گیا تمہیں ماں کا حال پوچھنے کا۔ تمہیں کیا مطلب میرے حال سے؟"

سرد اور سخت لہجے میں کہتی ہے وہ ذلیخہ کو بھرپور گھوری سے نواز گئی۔ زلیخہ بے فکر بیٹھی رہی اسے عادت ہو گئی تھی ممی کی ان نظروں کی۔

ایسا کیوں بول رہی ہیں ممی آپ؟ میرے لیے سب سے پہلے آپ ہیں آپ کا حال نہیں پوچھوں گا تو کس کا پوچھوں گا؟ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میری زندگی میں آپ کی کیا اہمیت ہے۔ آپ ہی میری ماں ہیں اور آپ ہی میرا باپ۔"

وہ متانت سے بولتا فارا کمال کے ہاتھ چومتا پھر سے انکھوں سے لگا گیا جس پر فارا کمال نخوت سے سر جھٹک کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے بیٹھو ناشتہ کرو."

جاں چھڑانے والے انداز میں کہہ کر وہ داؤد کو ناشتہ کرنے کا کہہ گئی۔ داؤد اثبات میں سر ہلاتا اپنی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

اس کے بیٹھتے ہی زلیخہ نے اس کی پلیٹ میں کھانا ڈالنا شروع کیا تو وہ مسکرا کر شکریہ ادا کر گیا۔

ممی بہت غور سے ان دونوں کے ہونٹوں پر سجی مسکراہٹ دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارتاً باتیں کرتا بھی وہ دیکھ چکی تھی۔ ان کے تاثرات مزید بگڑے تھے۔

اس سب سے بے نیاز اشعر اور زونیا ایک دوسرے کے کانوں میں گھسے کھسر پھسر کر رہے تھے جبکہ آدم سنجیدگی سے اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ تھا۔ طالب ہاتھ میں پکڑے موبائل میں کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

ان سب کے کاموں کو بریک تب لگا جب فار اکمال نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مجھے تم سب سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

فار اکمال اپنی پلیٹ میں چمچ واپس رکھتی ان سب کی طرف متوجہ ہوتی بولی تو وہ سب بھی اپنے اپنے کام چھوڑتے ان کی طرف متوجہ ہوئے ۔

"جی ممی آپ حکم کریں ہم سن رہے ہیں."

داؤد ان کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا تو وہ سر ہلا گئی۔

"تم سب میرے بچے ہو اور تم لوگ جوان ہو چکے ہو ظاہر ہے تم لوگوں کی شادیوں کا بھی مجھے ہی سوچنا اور دیکھنا ہے. داؤد میں نے سوچا تھا سب سے پہلے تمہاری شادی کروں گی وہ بھی اپنی پسند سے لیکن تم تو۔۔۔"

اپنی پسند سے" پر زور دیتی وہ باقی جملہ ادھورا چھوڑ گئی. ان کے جملے پر جہاں داؤد" اور ذلیخہ نے پل بھر کو ایک دوسرے کو دیکھا وہاں باقی سب بھی فارا کمال کو دیکھنے لگے۔وہ سمجھے نہ تھے آج ان کی اس بات کا مقصد۔

"خیر تم نے جو کرنا تھا کر لیا صحیح ہے بھائی تم نے مجھے اپنی سگی ماں سمجھا ہوتا تو ایسا قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے خود پوچھتے نا لیکن میں اب باقی سب کی شادیوں کا بھی سوچ رہی ہوں۔"

ان کی بات پر داؤد کی انکھوں میں جلدی جوت بجھ گئی۔ذلیخہ نے اس کی انکھوں میں ہلکورے لیتا دکھ بہت غور اور نزدیکی سے دیکھا تھا۔

"ایسا کیوں بول رہی ہیں ممی آپ!!! آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ میں نے آپ کو اپنی سگی ماں سے بھی زیادہ محبت اور عزت دی ہے ہمیشہ میری زندگی میں جو آپ کا

مقام ہے وہ شاید میری سگی ماں کا بھی نہ ہوتا۔ پھر آپ نے ایسا کیوں سوچا ممی اور جہاں تک بات رہی میری اور ذلیخہ کی شادی کی تو آپ کو میں بتا چکا ہوں کہ وہ شادی کن حالات میں ہوئی تھی اگر پھر بھی اج تک آپ کو اس بات کا دکھ ہے تو میں بہت معذرت چاہتا ہوں ممی!!!"

اس کے بعد پھر سارا کمال ہنکار بھر کے رہ گئی

ذلیخہ نے اس کی حالت سمجھتے اس کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھا اور اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ میں فار اکمال کی کیا اہمیت ہے اور ان کے ان الفاظ سے وہ بہت ہرٹ ہوا تھا جس کا ازالہ وہ اپنی پیاری مسکان سے کرنا چاہ رہی تھی۔

خیر جو ہونا تھا ہو چکا جو وقت گزر گیا اسے واپس لایا نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس فیصلے کو" بدلا جا سکتا ہے. آج میں نے تمہاری نہیں بلکہ آدم کی شادی کو ڈسکس کرنے کے لیے تم سب کو اکٹھا کیا ہے۔ آدم بھی اب شادی کے لائق ہو چکا ہے میں نہیں چاہتی کہ مزید وقت ضائع کیا جائے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ ہم لوگ مل بیٹھ کر آدم

کمال اور زونی کی بات پکی کرتے ہیں تاکہ انے والے دنوں میں کوئی اچھی سی تاریخ رکھ کر ان کی شادی طے کر دی جائے۔"

ان کی بات پر جہاں زونیا نے بے یقینی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے ان کی جانب دیکھا وہیں آدم کمال کا چہرہ تن گیا۔

کانٹا اور چھری اپنی پلیٹ میں رکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کے اچانک تاثر پر سب نے انکھیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جو سرد چہرہ لیا اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھ جاؤ آدم ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔"

فارا کمال سختی سے کہتی اسے واپس بیٹھنے کا اشارہ کر دیں جس پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی واپس بیٹھ گیا۔

امید کرتی ہوں یہاں کسی کو بھی میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور ہونا" بھی نہیں چاہیے کیونکہ ایک ماں کو پورا حق حاصل ہوتا ہے اپنی اولاد کی زندگی کا "فیصلہ کرنے کا کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟

وہ سوالیہ نظروں سے ان سب کی جانب دیکھتی بولی تو سب سر ہلا گئے۔

"!!!لیکن مجھے اس فیصلے سے اعتراض ہیں ممی"

آدم کمال کی بات پر زونیا کے چہرے کا رنگ فق پڑا۔

سب کی نظریں آدم کمال پر تھی۔اس کی انکھوں کی سرخی اس کے گہرے ضبط کی گواہی دے رہی تھی۔

لیکن میں تمہارا ہر اعتراض مسترد کرتی ہوں آدم کمال!!! مجھے پورا حق حاصل ہے" "کہ میں اپنی سگی اولاد کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ خود کر سکوں۔

ان کے الفاظ بار بار داؤد کمال کو تکلیف میں مبتلا کر رہے تھے وہ آج جانے کیوں بار بار اسے احساس دلا رہی تھی کہ وہ اس کی سگی اولاد نہیں۔ آدم کمال واقعی خود کو سوتیلا محسوس کر رہا تھا۔

میں اپنا فیصلہ آپ سب کو سنا چکی ہوں۔ سب اپنے اپنے ذہن تیار کر لیں تا کہ دو" "چار دن میں بیٹھ کر ہم شادی کی تاریخ طے کر سکیں۔

اپنی بات مکمل کرتی ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ ان کے جاتے ہی آدم بھی اپنی جگہ سے اٹھتا تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔

داؤد کمال نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ چپ ہو گیا اور اسے یوں ہی جانے دیا۔

مبارک ہو زونی اخر کار تمہاری دعائیں رنگ لے ہی ائیں اب میری دوست کی بھی" ".شادی ہو گی بھئ

اشعر اسے تھام کر گھماتا بولا تھا زونی کھل کھلا کر ہنس دی۔

اشعر اف تم نہیں جانتے میں کتنی خوش ہوں!!! مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی "
"۔ ملی ہے اج مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھ سے یہ خوشی سنبھالی نہیں جائے گی

اشعر کو کہتی وہ ہنستے ہنستے رو دی۔ اسے سمجھ نہیں ارہی تھی کہ یہ انسو خوشی کے ہیں یا پھر کسی اور چیز کے اپنی کیفیت سے وہ خود بھی انجان تھی۔

داؤد اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ زونیا اس کے گلے لگتی رونے لگی۔

کیوں رو رہی ہو میری جان یہ تو خوشی کی بات ہے آخر تمہاری من چاہی مراد پوری ہو رہی ہے۔پھر یہ رونا کیسا؟اوہاں اب میں سمجھا یہ ہماری ذونی کی خوشی کے آنسو ہیں۔بس کر پگلی اب اشعر کو رلائے گی کیا؟؟؟"

وہ پاس کرے اشعر کی روتو صورت دیکھ کر بولا تو زونیا پھر سے کھل کھلا دی۔وہ جانتی تھی اشعر اس کی آنکھوں میں ایک انسو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا چاہے وہ آنسو خوشی کا ہی کیوں نہ ہو۔

وہ اپنی عینک اتار کر عشر کے حوالے کر گئی جس پر سجے انسو وہ ٹشو پیپر سے خشک کرنے لگا۔

اوکے اب میں چلتا ہوں مجھے افس سے لیٹ ہو رہی ہے باقی باتیں شام کو کریں گے۔"

زونیہ کا سر تھپتھپاتا وہ زلیخہ کی طرف مڑا جو اس کا بیگ تھامے کھڑی تھی۔ ذلیخہ اس کا بیگ تھامے اس کے پیچھے دروازے تک چل دی تاکہ اس کو سی آف کر سکے۔

دونوں کے جانے کے بعد طالب اشعر زونیا کی طرف متوجہ ہوئے۔

ہاں بھئی کرائم پارٹنر آخر تمہاری نیا بھی پار لگنے ہی والی ہے۔ ویسے زونی کتنی بڑی" چڑیل ہو تم!!! تمہیں بالکل بھی شرم نہیں ارہی کہ تمہارے دونوں دوست ایک دم "!!!!کنوارے ہیں اور تم خود شادی رچانے چلی ہو سومین

طالب دائیں بائیں سر ہلاتا افسوس بھرے انداز میں بولا تو زونیا اس کے کندھے پر مکا جڑ گئی۔

اپنی کالی زبان کو ناذرا منہ کے اندر ہی رکھو. اللہ اللہ کر کے تو یہ دن آیا ہے اسے " "بھی تم اپنی منہوسیت کی نظر مت کر دینا۔

جلے ہوئے انداز میں کہتی وہ صوفے پر جا کے بیٹھ گئی تو اس کی حالت اور بات پر اشعر قہقہ لگا اٹھا۔

".میں سچ ہی کہتا ہوں بہت بڑی جڑیل ہو تم بلکہ ڈائن ہو پوری"

اسکی بات پر طالب جل کر کہتا اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

اشعر بھی اس کے پاس اکر بیٹھا تو زونی ایک دم سیر یس ہو گئی۔

کیا ہوا اب تمہیں سنجیدگی کا کون سا کیرا کاٹ گیا جو ایک پل میں ہی منہ بنا کر بیٹھ ".گئی"

۔ اشعر اس کے سر پر تھپڑ مارتا بولا

میں جہاں بہت خوش ہوں وہاں پر میں بہت پریشان بھی ہوں اشعر تم نے دیکھا نا" آدم کا لہجہ اور ان کا انداز۔وہ اس شادی سے بالکل بھی خوش نہیں ہے اس رشتے میں دونوں افراد کی خوشی میٹر کرتی ہے۔خالی ایک ہی نہیں میں اج تک نہیں یہ جان پائی کہ ان کو میری محبت نظر کیوں نہیں آتی۔وہ مجھ سے اتنا کتراتے کیوں ہیں؟اگر انہوں نے ممی کو شادی سے انکار کر دیا تو؟؟؟"

وہ پریشان کن لہجے میں بولی تو طالب اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔

"مت پریشان ہو!!! آدم بھائی ایسا بالکل بھی نہیں کریں گے۔وہ ممی کے فیصلے سے انحراف نہیں کر سکتے اور تم تو ہو ہی اتنی پیاری۔وہ خود ہی تم سے پیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے فکر نہ کرو تمہارا بھائی ہے نا تمہارے ساتھ!!!!"

۔ اس کے مدبرانہ انداز پر زونی پر سکون سی ہو گئی

سہی کہہ رہے ہو۔میری محبت کی آنچ ان کے گرد جمی برف کو کبھی نہ کبھی پگھلا ہی دے گی۔امید پر دنیا قائم ہے اور میں بھی اسی امید پر جی لوں گی اور ویسے بھی" صحیح کہہ رہے ہو تم دونوں جنوں کے ہوتے ہوئے مجھے کس چیز کی پریشانی؟؟؟"

وہ کہنے کے ساتھ ہی اشعر اور طالب دونوں کے بال اپنی مٹھی میں بھینچ کر کھینچتی اگلے ہی پل وہاں سے بھاگ گئی جبکہ پیچھے وہ دونوں چلا کر رہ گئے۔

اگلے ہی پل وہ تینوں پورے گھر میں اگے پیچھے بھاگتے بچوں کی طرح لڑ رہے تھے

وہ ساکت و جامد بیٹھی تھی۔اسے سمجھ ہی نہ آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

۔قسمت نے کیسا گھناؤنا مذاق کیا تھا اس کے ساتھ

اتنے سال وہ بے خبری میں ہی رہی تھی وہ کیوں نہ جان پائی؟؟وہ کیوں نہ دیکھ پائی؟؟

وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی غیر مرئی نقطے کو گھورے جا رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے باسط سو چکا تھا۔شاید وہ زیادہ تھکا ہوا تھا اس لیے لیٹتے ہی کچھ دیر میں نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔تب سے اب تک ایمان یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی۔نیند تو جیسے انکھوں سے روٹھ گئی تھی۔اج کا دن قیامت کا دن ٹھہرا تھا اس کے لیے۔

اگلے ہی پل جب اسے احساس ہوا کہ وہ ایک غیر مسلم کے ساتھ نکاح میں آچکی ہے تو پھر جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کی یہ غلط فہمی بھی دور ہو چکی تھی کہ وہ باسط درانی کے نکاح میں ہے۔حقیقت تو یہ ٹھہری تھی کہ ایک مسلمان ایک قادیانی کے ساتھ نکاح میں نہ بندھ سکی تھی۔ان کا رشتہ حلال نہیں حرام ٹھہرا تھا۔ اس سوچ کے ساتھ وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھی اور کمرے کے دوسرے کونے میں جا کھڑی ہوئی۔

آگہی کا دروازہ وا ہوا تو اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی بیدار ہوئی۔

وہ باسط پر حرام تھی۔ ایمان احمد باسط درانی پر اتنے سال کے بعد بھی حرام ہی ٹھہری تھی۔

اس کے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا اور اگلے چند لمحوں میں وہ اپنے ذہن میں مکمل لائحہ عمل تیار کر چکی تھی۔

وہ باسط کے قریب جا کر کھڑی ہوئی اور جانچنے لگی کہ وہ کس قدر گہری نیند میں ہے۔

اسے احساس ہوا کہ وہ گہری نیند میں پر سکون سو رہا ہے۔

وہ جوتا وہیں اتار کر ننگے پاؤں دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی الماری کی طرف بڑھی۔ بغیر آواز پیدا کیے اس نے الماری کھولی اور اندر بنے لاکر پر اپنا نام پاسورڈ کی صورت میں درج کیا۔ لاکر اگلے ہی لمحے کھل چکا تھا۔

اندر پڑی نوٹوں کی موٹی موٹی گڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایمان نے آنکھیں بند کر کے ایک لمبا سانس کھینچا اور اندازے کے مطابق تین چار گڈیاں اٹھا لیں۔

لو کر واپس بند کرتی وہ الماری سے بیگ نکال کر اس میں چند کپڑے اور ضرورت کی اشیاء رکھنے لگی اس دوران وہ وقفے وقفے سے ایک محتاط سی نظر بیڈ پر سوئے باسط پر بھی ڈال لیتی جو گہری نیند میں سانسیں بھر رہا تھا ۔

پیسوں کو بیگ میں رکھے سامان کے اندر چھپاتی وہ بیگ کی زپ بند کر گئی۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے۔ گھبراہٹ سے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے لیکن یہ وقت گھبرانے کا نہیں بلکہ کوئی سنگین قدم اٹھانے کا تھا۔

اس نے گہرا سانس بھر کر باسط کے پاس پڑھا اپنا جوتا اٹھایا اور دبے قدموں کمرے سے نکل گئی۔

بہت آرام سے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد وہ سیڑھیاں نیچے اتر آئی۔

پورے گھر میں اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ سامنے مین دروازے سے باہر جاتی تو سب الرٹ ہو جاتے۔ اس کے دماغ نے بروقت صحیح طور پر کام کیا تھا۔

وہ پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔اس کے قدموں میں تیزی کے ساتھ ساتھ بے پناہ احتیاط آچکی ہوئی تھی وہ پچھلے دروازے کی طرف پڑھی تو اس کی سوچ کے مطابق وہاں پر کوئی پہرہ بھی نہ تھا ایک اخری نگاہ پیچھے گھر پر ڈالتی اگلے ہی پل وہ ہمیشہ کے لیے اس دروازے سے باہر نکل گئی۔

"اتریں گاڑی سے آپ کی منزل اگئی!!!"

وہ سے گاڑی سے اترنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا تو وہ اپنے سامنے کھڑی پر شکوہ عمارت کو دیکھنے لگی۔

"یہ کہاں پہ لے کے ائے ہیں آپ مجھے؟؟؟"

وہ سامنے کھڑی عمارت کو دیکھتی اس کی طرف رخ کر کے بولی تو وہ جیسے بھنا اٹھا۔

"محترمہ وہیں لے کے ایا ہوں جہاں پہ لانے کا آپ نے کہا تھا!!!
دار الامان اگیا ہے۔ تھوڑی سی زحمت اپنے ان قدموں کو دیں اور یہاں سے
تشریف لے جائیں۔ آپ کی منزل آپ کے سامنے کھڑی ہے۔"

ایگل کی بات پر نوال سر دائیں بائیں ہلا گئی۔

"میں نے تو بس مذاق کیا تھا آپ واقعی مجھے دار الامان میں لے ائے!!!"

وہ اس انداز میں بولی جیسے اس سے بہت شاک لگا ہو۔

"اتنی رات اور کہاں پہ لے کے جاتا محترمہ آپ کو؟؟ اپنے گھر؟؟"

وہ جل کر بولا تو نوال کندھے اچکا گئی۔

خیر اب اتنے ہمدرد بھی نہیں لگ رہے شکل سے آپ۔ اپنے گھر نہ لے جاتے کم از کم کسی اچھے ہوسٹل میں ہی لے جاتے۔ دارالمان پتہ نہیں کیسا ہو کیسا نہیں."

اس کی بات پر وہ محض اسے گھوم کر رہ گیا۔

محترمہ میرا پیسہ اتنا بھی فضول نہیں جو آپ جیسے راہ چلتوں پر خرچ کرتا پھروں۔"
"!!!!اپنا پیسہ بہت پیارا ہے مجھے

افسوس کی بات ہے ویسے اگر مدد کر ہی رہے ہیں تو پوری طرح سے مدد کریں نا!! "
کم از کم یہ میرا سامان اندر تک ہی چھوڑ دیں. اتنی مدد کر ہی سکتے ہیں نا آپ
میری!!!"

وہ اسی طرف رخ کرتی اسے بولی جب کہ وہ اس سے بے نیاز سرد تاثرات چہرے پر جمائے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"اتنا بھی خود غرض نہیں ہونا چاہیے ویسے کسی انسان کو!!!!"

غصے سے کہتی وہ اپنا واحد بیگ ہاتھوں میں تھامے گاڑی سے نکل گئی اور دارالامان کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

جب تک وہ اندر داخل نہ ہو گئی تب تک وہ اس کی پشت پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔
جیسے ہی دروازے سے اندر داخل ہو گئی وہ گاڑی موڑتا اپنے راستے چل دیا۔

اسے سفر کرتے 10 منٹ گزر گئے تھے جب اس کی نگاہ غیر ارادی طور پر ساتھ والی سیٹ پر پڑی۔

"نئ مصیبت!!!"

وہ پیسنجر سیٹ پر بڑی ایک چھوٹی سی ڈبی دیکھ کر بڑبڑا کر رہ گیا۔ضرور اسی مس مصیبت کی کوئی چیز تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے یہاں براجمان تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈبی اپنے ہاتھ میں پکڑی۔ڈبی کھول کر دیکھنے پر اس سے معلوم ہوا کہ وہ سونے کی چھوٹی چھوٹی بالیاں تھی۔وہ کسی کی امانت یوں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا اسی لیے وہیں سے گاڑی موڑ گیا۔

دارالمان کے دروازے پر گاڑی کھڑی کرتا وہ ڈبی اپنے ہاتھ میں تھامے دروازے سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

چند قدم ہی چلا تھا کہ اسے کسی کے دھیمی آواز میں گفتگو کرنے کی آواز آئی۔

اپنے پیشے کی وجہ سے وہ فوراً ہی چکنا ہوا اور کان لگا کر سننے لگا۔

"ہاں ابھی ابھی ایک نئی لڑکی آئی ہے۔ہاں ہاں جوان ہے اور حسین بھی۔ تم فکر مت کرو کوئی بندوبست کرتی ہوں آج کی رات ہی۔ بالکل تنہا ہے اور کوئی والی وارث بھی نہیں۔ اچھا اب میں رکھتی ہوں۔ میں سارا انتظام دیکھ لوں پھر تمہیں مطلع کرتی ہوں۔"

سرگوشی نما آواز میں کہتی وہ موبائل اپنے ہاتھ میں چھپاتی دوسری طرف مڑ گئی جب کہ ایگل کا دماغ بھک سے اڑا

وہ بچہ نہ تھا جو اس گفتگو کا مطلب نہ سمجھتا اور یقیناً نئی آنے والی لڑکی نوال ہی تھی۔

اگلے کچھ سیکنڈز میں ہی اس کا دماغ پوری طرح سے چلتا سب طے کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے ریسیپشن کی طرف رخ کیا اور نوال کو بلانے کا حکم دینے لگا۔

چند منٹ کے بعد ہی نوال اس کے سامنے تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟؟"

وہ ایک دم حیرت سے بول اٹھی۔ آخر کیوں نہ حیران ہوتی کچھ دیر پہلے وہ اسے جان چھڑوا رہا تھا اور اب کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد وہ پھر سے اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کا حیران ہونا تو بنتا ہی تھا!!!

"ہاں!!! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے ذرا سائیڈ پر آؤ"

وہ اسے دیکھتا سنجیدگی سے بولا تو وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کون سی ضروری بات کرنی ہے آپ کو مجھ سے ؟؟؟

اس کے سوال پر وہ بغیر ایک بھی لفظ بولے اس کا بازو پکڑتا اسے ایک سائیڈ پر لے جانے لگا۔

"تمہاری عزت کو خطرہ ہے!!!"

بغیر ایک بھی فضول لفظ بولے اس نے ڈائریکٹ مطلب کی بات کی تو نوال کی انکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی۔

"یہ کیا بکواس ہے!!!"

وہ اپنی عادت کے مطابق ایک دم چیخی تو اگلے ہی لمحے ایگل اس کے منہ پر ہاتھ جمائے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا ایک طرف لے گیا۔

"دیکھو میری بات کان کھول کر بہت غور سے سنو یہ لوگ آج رات تمہیں کہیں بیچنے والے ہیں!!!"

اس کی بات پر نوال کی انکھیں پھٹنے والی ہو گئیں.

اس نے کچھ بولنا چاہا لیکن منہ پر موجود ہاتھ کی وجہ سے فقط گھور کر رہ گئی۔

"میں ہاتھ ہٹا رہا ہوں چیخنا مت!!! بہت اہستہ بولنا!!! میں نہیں چاہتا ہماری آواز کسی تیسرے فرد تک پہنچے۔"

تنبیہہ کرتا وہ اپنا بھاری ہاتھ اس کے منہ سے ہٹا گیا تو نوال کی جیسی سانس میں سانس ائی۔

"آپ کوئی نجومی ہیں جو آپ کو یہ سب پتہ لگا اور یہ دار الامان ہے کوئی کوٹھا نہیں جو مجھے کہیں بیچ دیا جائے گا۔سچ سچ بتائیں کہیں آپ کی نیت تو نہیں خراب ہو گئی مجھ پر اور آپ کے اس خبطتی دماغ نے بیٹھے بیٹھے نیا پلان بنا لیا مجھے پھنسانے کا!!!"

اس کی بے تکی بکواس پر ایگل کا دل چاہا کہ رکھ کر اس کے منہ پر دو لگائے تا کہ اس کی ساری عقل ٹھکانے آجائے۔

"پاکستان کے دار الامان ہیں یہ!!! یہاں پر عزت محفوظ نہیں کی جاتی بلکہ چھین لی جاتی ہے!! تمہیں اپنا شوق پورا کرنا ہے نا تو شوق سے یہاں رہو انسانیت کے ناطے تمہاری مدد کرنے کا میں نے کیا سوچ لیا تم تو سر پر ہی چڑھ گئی۔۔۔ ہمدردی کے لائق ہی نہیں ہو تم مرو اسی جہنم میں!!!"

دانت پیس کر اسے کہتا وہ ایک جھٹکے سے اس کے بازو چھوڑ تا وہاں سے مڑ گیا مگر اگلے ہی لمحے اسے رکنا پڑا جب اپنا بازو کسی کے گرفت میں محسوس کیا۔

نوال جو کہ ساری صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھی اس کے مڑنے پر ایک دم اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

اچھا اگر تم اتنا اصرار کر رہے ہو تو میں تمہاری بات مان ہی لیتی ہوں اب بتاؤ مجھے کیا "کرنا چاہیے؟؟"

وہ اس پر احسان کرنے والے انداز میں بولی تو ایگل اس لڑکی کو دیکھ کر رہ گیا کس قدر خود سر تھی وہ شکل سے بہادر بننے اور اس پر احسان کرنے کا ناٹک کر رہی تھی پر اس کی آنکھوں میں نظر آتا خوف واضح تھا۔

نہیں نہیں میں اتنا دریا دل بھی نہیں کہ کسی پر احسان کرنے لگوں. تمہیں میرا "احسان لینے کی کوئی ضرورت نہیں یہاں پہ ہی انجوائے کرو!!!"

وہ دونوں تیزی سے "آپ سے تم" اور "تم سے آپ" تک کا سفر طے کر رہے تھے۔

سرد آواز میں کہتا وہ واپس مڑنے لگا جب وہ اسے پھر سے اپنی طرف کھینچ گئی۔

"دیکھو تم اس قدر بے حس نہیں ہو سکتے۔بقول تمہارے ایک لڑکی کی عزت کو خطرہ ہے تو تم کیسے یوں اس کو خطرے میں چھوڑ کر یہاں سے اکیلے جا سکتے ہو؟؟؟ پلیز مجھے بھی ساتھ لے چلو!!!"

اب کی دفعہ وہ ساری اکڑ ایک طرف چھوڑتی منت کرنے والے انداز میں بولی تو ایگل سب سے پہلے اس کے ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا گیا۔

"!!!سب سے پہلے مجھے آپ کہیں پھر کچھ سوچا جا سکتا ہے"

اس کی بات پر نوال کا دل کیا اس کے سر پر کچھ دے مارے۔

"!!!آپ میری مدد کر دیں پلیز آپ کا بہت احسان ہو گا مجھ پر"

وہ آپ پر زور دیتی بولی تو ایگل کچھ سوچتا سر ہلا گیا.

"!!!ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ"

ایک محتاط نظر ارد گرد ڈالتا اس کا ہاتھ اپنے بھاری ہاتھ میں تھامے دروازے کی طرف بڑھنے لگا تو اس کا مضبوط ہاتھ اپنے نازک ہاتھوں پر محسوس کرتی وہ پل بھر کے لیے رک سی گئی۔ دل جیسے دھڑک اٹھا تھا۔ اگلے ہی پل چلتے قدموں کے ساتھ ۔ اس کا دماغ ٹھکانے پر آیا

"ارے ایسے کیسے ؟ مجھے میرا سامان تو لینے دیں۔ رکیں میں اندر سے اپنا سامان لے آؤں!!"

وہ اپناہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑواتی تیزی سے بولی تو ایگل اس عقلمند خاتون کو دیکھ کر رہ گیا۔

"محترمہ ہمیں ایسے ہی جانا ہے. اگر آپ بیگ لینے اندر گئیں تو مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ وہ لوگ آپ کو واپس نہیں جانے دیں گے۔"

وہ اسے موقع کی نزاکت سمجھاتا بولا۔

"لیکن میں اپنا سامان یہاں پہ نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ سامان میرے لیے بہت قیمتی ہے میرے مرحوم ماں باپ کی یادیں اس میں بند ہیں۔ مجھے اپنا بیگ چاہیے پلیز!!!"

اب کی دفعہ بات کرتے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے تو ایگل نہ جانے کیا سوچتا سر ہلا گیا۔

"!!!ٹھیک ہے آپ یہیں رکیں میں آپ کا بیگ لے کر آتا ہوں"

اسے کہتا وہ خاموش قدم اٹھائے وہاں سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔
وہ بہت محتاط قدم اٹھا رہا تھا تا کہ کسی کی نظروں میں نہ آجائے۔

محض دو منٹ کے بعد ہی وہ واپس نوال کے سامنے موجود تھا جبکہ اس دفعہ ہاتھ میں نوال کا بیگ بھی موجود تھا۔

"!!!چلیں اب"

ایک ہاتھ میں اس کا بیگ تھامے دوسرے ہاتھ میں نوال کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑتا وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔

خوش قسمتی سے دارالامان کے دروازے پر اس وقت چوکیدار موجود نہ تھا۔

وہ دونوں وہاں سے سکون سے نکلتے ایگل کی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

"کہاں چھوڑوں آپ کو اب!!!"

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتا بولا تو وہ بے بس ہی ہوئی۔

"میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ رات کے اس اندھیرے میں میں اکیلی کہاں جاؤں؟؟ آپ پلیز مجھے اپنے گھر لے جائیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ جلد ہی اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ لوں گی!!!"

وہ اسے دیکھتی منت بھرے لہجے میں بولی تو ایگل سے گھور کر رہ گیا۔ یہ نئی مصیبت اسے صحیح چمٹ چکی تھی۔

بغیر ایک بھی لفظ بولے وہ گاڑی آگے بڑھا گیا۔

باسط صبح اٹھا تو ایمان اس کے پہلو میں موجود نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر فریش ہوتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"مینا کہاں پہ ہیں آپ؟؟"

ایمان کو اواز دینے لگا پر وہ وہاں موجود ہوتی تو جواب دیتی۔

"باس میڈم تو ابھی تک نیچے نہیں ائیں!!! "

ملازمہ کی آواز پر باسط سر لاتا واپس مڑ گیا۔وہ اسے اوپر والے پورشن میں ڈھونڈنے لگا پر وہ اسے کہیں بھی نہ دکھی۔اگلے ہی پل اس میں ملازموں کو حکم دیا کہ پورا گھر چھان ماریں۔

اس کے اصل ہوش تو تب بڑے جب پورے گھر میں ایمان کا نام و نشان بھی نہ ملا۔

وہ پاگلوں کی طرح خود ایک ایک کمرہ کھول کر چیک کرنے لگا پر وہ اسے کہیں بھی نہ دکھی۔

"باس پیچھے کا دروازہ کھلا ہوا ہے!!!"

گارڈ کی آواز پر باسط کو لگا کے ہو اگلی سانسیں نہیں لے سکے گا۔

"کیا تم سب مر گئے تھے جو تم لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ چھلا دروازہ کب اور کیسے کھلا"۔

وہ چیختا ہوا بولا اور کمرے کی طرف بھاگ اٹھا۔

اس نے جلدی سے اپنا موبائل پکڑا اور جی پی ایس ٹریکر ان کیا۔ اس نے کچھ دن پہلے ہی ایمان کے لاکٹ میں جی پی ایس ٹریسر لگوایا تھا۔ لوکیشن اس کے کمرے کی ہی شو ہو رہی تھی۔ اس نے کمرے میں نظر دوڑائی تو سائیڈ ٹیبل پر لاکٹ پڑا تھا اور ساتھ ایک کاغذ کا ٹکڑا بھی۔

وہ تیزی سے اس طرف لپکا اور کاغذ کا ٹکڑا اپنے ہاتھ میں پکڑ گیا۔

کاغذ پر سیاہ روشنائی سے کچھ سطریں لکھی گئی تھیں۔ بات چیت کی انکھیں تیزی سے اس کاغذ کے ٹکڑے پر گھومنے لگی۔ جیسے جیسے وہ الفاظ پڑھتا جا رہا تھا اس کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں اور چہرے کا رنگ سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

آپ نے اچھا نہیں کیا باسط!!! اتنے سال پہلے بھی مجھے دھوکے میں رکھا اور اتنے" سال گزر جانے کے بعد بھی!!! ایک مسلمان لڑکی کبھی بھی ایک قادیانی لڑکے کے نکاح میں نہیں بندھ سکتی۔ میں پانچ سال پہلے بھی آپ کے لیے نامحرم تھی اور پانچ سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کے لیے نامحرم ہی ہوں۔ اتنے دن سے میں ایک نا محرم کے ساتھ ایک ہی گھر کے ایک ہی کمرے کے ایک ہی بستر پر سوتی رہی۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اذیت کا مقام کیا ہو گا؟؟؟ ساری زندگی کے لیے یہ پر اذیت سوچ ہی کافی ہے میرے لیے۔ میں جا رہی ہوں آپ کی پہنچ سے بہت دور!!! مجھے مت ڈھونڈیے گا کیونکہ میں آپ کو نہیں ملوں گی باسط۔ اپنی ضرورت

کے لیے کچھ پیسے ساتھ لے جا رہی ہوں زندگی نے مہلت دی تو کبھی کسی مقام پر آپ کو یہ واپس لوٹا دوں گی۔ ایمان احمد!!!!"

یہ چند الفاظ جیسے باسط کی جان لے گئے وہ بے دھم سا وہی زمین پر گھٹنوں کے بل گر گیا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتی ایمان!!! آپ مجھے یوں زندہ در گور کر کے نہیں جا سکتی۔ آپ میری ہیں صرف اور صرف میری!!! ایمان احمد باسط دورانی کی ہے!!!"

حلق کے بل چیختا وہ اپنے بال نوچنے کے در پر تھا۔

اگلے ہی پل وہ اٹھا اور تیزی سے نیچے کی طرف دوڑا۔

"گاڑیاں تیار کرو سب فوراً!!!"

وہ چیختا ہوا اپنا حکم جاری کر گیا تو اگلے ہی پل پورٹیکو میں کھڑی گاڑیاں حرکت میں آئی تھیں۔ وہ دوڑتا ہوا اپنی گاڑی میں بیٹھا تو اگلے بھی پل ڈرائیور گاڑی آگے بڑھا گیا۔

گاڑیاں ایک قطار میں سڑک پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ 10 12

اور پھر اگلے چند گھنٹوں میں وہ پاگلوں کی طرح وہاں کا ایک ایک چپہ چھان چکا تھا پر نہ ایمان احمد کو ملنا تھا اور نہ ہی وہ ملی۔

داؤد کے سر میں شام سے درد تھا اس لیے وہ آفس سے آنے کے کچھ دیر بعد ہی سو گیا۔ اس کی تھکاوٹ کا احساس کرتے زلیخہ نے اسے ڈنر کے لیے بھی نہ اٹھایا۔

رات کے کسی پہر داؤد کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں اکیلا تھا۔
پورے کمرے میں ایک طائرانہ نگاہ دوڑائی پر اسے کہیں بھی نہ دیکھی۔ اس نے سوچا شاید وہ بالکنی میں ہو۔ یہی سوچتا وہ بیڈ سے اترتا بالکنی کی طرف بڑھ گیا پر اسے حیرت ہوئی جب زلیخہ کو وہاں پر بھی موجود نہ پایا۔

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے واپس مڑتا اسے زلیخہ وہاں آتی ہوئی دکھائی دی۔ نائٹ سوٹ میں ملبوس چادر اپنے کندھوں کے گرد اوڑھے وہ اسے دیکھ کر مسکراتی اس کی طرف آگئی۔

"نیند پوری ہو گئی جناب کی؟؟"

وہ مسکرا کر اسے دیکھتی اس کے بالکل قریب آکر کھڑی ہو گئی۔

"میری نیند تو پوری ہو گئی پر آپ بتائیں آدھی رات کہاں سیر کر رہی تھیں ؟"

داؤد اس کے کندھے کے گرد اپنا حصار قائم کرتا اس سے مستفسر ہوا تو نہ جانے اسے کیوں لگا کہ ایک پل کے لیے ذلیخہ کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

میں کہاں سیر کروں گی اس وقت۔ آپ کی وجہ سے میں نے بھی ڈنر نہیں کیا تھا۔"
"اب بھوک لگی تھی سوچا کچھ کھا لوں۔

اس کے مسکرا کر جواب دینے پر داؤد سر ہلا گیا۔

"سر درد کیسا ہے اب اپ کا؟؟"

زلیخا اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سمیٹتی محبت بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔

"!!الحمدللہ کافی بہتر ہے اب۔"

مختصر جواب دیتا وہ آسمان کی سیاہی کو دیکھنے لگا۔ اس کا انداز خاصہ گم سم تھا جسے زلیخہ نے صاف محسوس کیا تھا۔
جب چند منٹ مزید گزرنے کے بعد بھی وہ کچھ نہ بولا اور یونہی کھڑا رہا تو ذلیخہ اس کے حصار میں ہی اس کی طرف مڑ گئی۔

"کیا بات ہے داؤد پریشان لگ رہے ہیں. کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھ سے شیئر کر سکتے ہیں۔ زندگی کی ہر مشکل میں آپ مجھے اپنے ساتھ کھڑا ہوا پائیں گے!!!"

اس کی بات پر داؤد بے اختیار اسے سختی سے خود میں بھینچ گیا۔

"کبھی کبھی مجھے باپ کی کمی بہت زیادہ محسوس ہونے لگتی ہے ذلیخہ!!! میری سگی ماں میرے ساتھ ہمیشہ سے موجود نہیں تھی لیکن میں نے ممی کو ہمیشہ اپنی سگی ماں سے بڑھ کر چاہا۔اس لیے مجھے کبھی ماں کی خاص کمی محسوس نہیں ہوئی لیکن باپ کی کمی کو میں نے زندگی کے ہر اہم موڑ پر محسوس کیا ہے اور بہت گہرے طریقے سے کیا ہے۔میں بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور جانتی ہیں باپ ہمیشہ بڑے بھائی کا فوت ہوتا ہے۔ چھوٹے بھائیوں کا تو ہمیشہ زندہ رہتا ہے بڑے بھائی کی صورت میں۔"

وہ پل بھر کے لیے رکا تو اس کے لہجے میں گہرے دکھ کی آنچ محسوس کرتی وہ ہولے ہولے اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگی۔

گہرے دکھ کے باوجود داؤد اس کی حرکت پر دھیرے سے مسکرا دیا۔یہ لڑکی ہمیشہ اسے دکھوں کے بھنور سے نکال لیتی تھی۔

"میں نے ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو باپ جیسی محبت اور توجہ دینے کی بھرپور کوشش کی ہے. میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی اسی طرح باپ کی کمی محسوس کریں جس طرح میں کرتا ہوں. ماں باپ کی کمی کا دکھ بہت بڑا ہے ذلیخہ!!! میں اپنے بھائیوں کو اس دکھ سے بچانا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں ہمیشہ کوشاں رہا ہوں لیکن میں نہیں جانتا میں اس کوشش میں کامیاب بھی ہوا ہوں یا نہیں!!!"

اس کی بات پر ذلیخہ اس کا حصار توڑ کر اسے الگ ہوتی اس کے مقابلہ کھڑی ہوئی۔ اگلے ہی پل وہ گہری نظروں سے داؤد کی انکھوں میں دیکھتی اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر گئی۔

"ایسا مت سوچیں داؤد!!! شاید سگا باپ بھی اتنی آسائشیں اتنی محبت ان کو نہ دے پاتا جتنی آپ نے دی ہے اور اس کی گواہ میں خود ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں آج تک اتنی محبت کرنے والا ہوں بھائی کہیں نہیں دیکھا۔ آپ ایسا سوچ کے خود کو پریشان مت کیا کریں۔ اپ ایک آئیڈیل بیٹے اور ایک آئیڈیل بھائی ہیں!!!"

اس کی بات مکمل ہوتے ہی داؤد اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

اس کا موڈ یکسر چینج ہو چکا تھا۔

"ائیڈیل بیٹا بھی ہو گیا آئیڈیل بھائی بھی ہو گیا پر شوہر کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟"

اس کی بات پر ذلیخہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

"!!!سچ بتاؤں تو آپ بالکل بھی اچھے شوہر نہیں ہے"

وہ ناک چڑھاتی بولی تو اس کی بات پر داؤد انکھیں سکیڑ کر اسے گھورنے لگا۔

"ملکہ عالیہ کی شان میں ایسی کون سی گستاخی ہو گئی اس غلام سے جو ملکہ عالیہ اس طرح بول رہی ہیں۔"

وہ بہت سنجیدہ انداز میں غیر سنجیدہ بات کر رہا تھا۔زلیخہ تھی کہ کھل کھلاتی جا رہی تھی۔

"وہ اس لیے جناب کہ اپ کی وجہ سے آپ کی زوجہ محترمہ بھی اب تک بھوکی بیٹھی ہیں اور آپ کو ذرا خیال نہیں کہ خود پیٹ پوجا کر کے ان کو بھی پیٹ پوجا کرنے کا موقع فراہم کریں۔ آپ کو اپنی زوجہ کی بھوک کا ذرا بھی احساس نہیں تو اپ اچھے شوہر کیسے ہو سکتے ہیں؟؟"

۔ وہ شرارت بھری انداز میں بولی تو داؤد نفی میں سر ہلا گیا

وہ یہ بات فراموش کر گیا کہ کچھ دیر پہلے زلیخا کچھ کھا کر ہی ارہی ہے کیونکہ وہ خود کہہ چکی تھی کہ اسے بھوک لگی تھی اور وہ کچن میں کچھ کھانے گئی تھی۔

چلیں بھئی پھر سب سے پہلے آپ کی بھوک کا انتظام کرتے ہیں ورنہ تو زندگی بھر" کے لیے اپ ایک برے شوہر کا ٹیگ میرے ماتھے پر سجادیں گی۔پہلے میں آپ کی "بھوک مٹانے کا انتظام کرتا ہوں پھر آپ میری پیاس بجھانے کا انتظام کریے گا۔

وہ ذو معنی انداز میں بولا تو پل بھر میں ہی ذلیخہ کا چہرہ تپ اٹھا۔دوسری نظر اس پر ڈالے بغیر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی تو داؤد بھی دھیرے سے ہنستا اس کے پیچھے کچن کی طرف بڑھ گیا۔

وہ گنگناتا ہوا ہے لاؤنج میں داخل ہوا تو سامنے ہی اشعر اور زونیا اشعر کی موبائل پر کچھ دیکھنے میں مگن تھے۔

وہ پرواہی سے ان دونوں کے سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گیا تو یہ دیکھتے ہی اشعر کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"بھائی زندگی ہو تو طالب کمال جیسی!!! عیش ہی عیش سکون ہی سکون اور ایک ہم ہیں حق ہا!!!"

وہ سرد آہ بھر کر بولا تو طالب کے ساتھ ساتھ زونیا نے بھی اسے بھرپور بھری سے نوازا۔

"سالے تو کون سے ہل چلاتا ہے سارا دن کھانے پینے آوارہ گردی کرنے اور زبان چلانے کے علاوہ ذرا کام بھی کیا ہے کبھی؟؟ پھر بھی تو ناشکرا ہی رہے گا ہمیشہ!!"

اس کی بات پر اشعر گڑبڑاتا فوراً اسے ہاتھ میں موجود موبائل پر جھک گیا۔

اور میرے کون سے عیش ہیں۔ عیش خاک کروں گا میں !!! عیش کرنے کی عمر میں "
کیش ہی نہیں ہے پاس!!!"

وہ ڈرامائی انداز میں بولتا پیچھے صوفے پر گرا تو اس کی بات پر لاؤنج اشعر اور زونیا کے جناتی قہقہوں سے گونج اٹھا۔ ان کے جناتی قہقہوں سے ایک پل کے لیے تو بیچارہ طالب بھی گڑبڑا کر رہ گیا۔

بس کر دو تم لوگ اب کیا قبر میں سوئے مردوں کو اٹھانا ہے اپنی خوبصورت ہنسی "
سے!!!"

بہت طنزیہ لہجے میں بولا تو اس کی شکل دیکھتے وہ دونوں پھر سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیے۔

کچھ پل ہی گزرے تھے کہ اشعر ایک دم سیریس ہو کر بیٹھ گیا۔زونیا اور طالب نے ایک دوسرے کو انکھوں ہی انکھوں میں اشارے سے پوچھا کہ اس کو کون سا کیڑا کاٹ گیا پر دونوں کو ہی جواب معلوم نہ تھا۔

"کیا ہو گیا صدمے میں کیوں چلے گئے ؟؟؟"

زونیا نے اس کے بازو پر کرارہ تھپڑ مارتے ہوئے پوچھا پر وہ پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوا.

اب کی بار طالب اور زونیا کو واقعی حیرت ہوئی کیونکہ اگر وہ واقعی زونیا کا تھپڑ کھانے کے بعد بھی خاموشی سے بیٹھا تھا تو ضرور کوئی بات تھی۔

کیا ہو گیا ہے سالے اتنی صدماتی شکل بنا کر کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ کوئی پریشانی ہے"

"کیا؟؟

طالب کو اس نوٹنکی کی شکل پر ذرا بھر بھروسہ تو نہ تھا پر جانے کیوں اس کی شکل دیکھتا پھر بھی پوچھ بیٹھا۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ حل نکل جائے دل کی ویرانی کا
اخر وہ میرا عشق ہے اور عشق بھی عین جوانی کا

تالب اور زونیا جو ایک دم سیریس ہو کر اس کی شکل دیکھتے اس کے جواب کا انتظار کر رہے تھے دونوں اس کے شعر پر برا سا منہ بنا گئے پر اگلے ہی پل ایک دوسرے کو دیکھتے پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے۔

"شاید ابھی کچھ دیر پہلے کوئی میری خوبصورت ہنسی پر مجھے گھور رہا تھا مگر اب اپنی یہ بے سری اواز میں ہنستے ہوئے مجھ معصوم کا ذرا خوف نہیں ارہا کہ اگر مجھے ہارٹ اٹیک ہو گیا تو؟؟ وہ بھی بھری جوانی میں!!!"

وہ جن دو کو سنا رہا تھا وہ اس کی بکواس سے بے نیاز ہنستے چلے جا رہے تھے۔

"تو بھی کتنا فنی ہے اشعر!!! کوئی لڑکی عشق کرے گی وہ بھی تجھ سے!!! شیشے میں کبھی شکل دیکھی ہے اپنی کیا؟"

طالب کی بات پر اشعر نے شکایتی نظروں سے زونیہ کی طرف دیکھا۔وہ جو طالب کی بات پر ہنس رہی تھی اشعر کے یوں دیکھنے پر ایک دم گڑبڑا کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"خبردار اگر میرے دوست کی شکل کو کچھ کہا تو!!! جیکی سے بھی پیاری شکل ہے میرے دوست کی!!!"

زونیا کی بات پر اب کی دفعہ جہاں طالب پھر سے ہنس کر دہرا ہوا وہیں اشعر ایک دم اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

"کتنی ظالم عورت ہو تم میری شکل کو کسی کی خوبصورتی سے ملانے کے لیے تمہیں اس کتے جیک سے بہتر کوئی نہیں ملا تھا؟؟"

وہ بیچارہ اس کی بات سن کر واقعی صدمے میں ہی چلا گیا تھا۔

"کمینے تو یہ سب چھوڑ اور میری بات کا جواب دے۔ کس بیچاری قسمت کی ماری کو تجھ جیسے فارغ انسان سے عشق ہو گیا؟؟"

طالب کی بات پر وہ ریلیکس ہوتا پیچھے صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"میں نے یہ تھوڑی کہا ہے کہ اس لڑکی کو مجھ سے ہو گیا ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی سے عشق ہو گیا ہے!!!"

وہ کھویا کھویا سا بولا تو اس کے انداز پر پل بھر کے لیے طالب گہری نظروں سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے اٹھا۔ اس کے تاثرات نے طالب کمال کو کھٹکا سا لگا دیا تھا پر وہ دیکھتے ہوئے بھی انجان بنا رہا۔

اس سے پہلے کہ وہ لوگ مزید گفتگو جاری کرتے طالب کی جیب میں بڑا موبائل بج اٹھا۔ موبائل کی سکرین پر ایک سرسری مگر بیزار نظر ڈالتے وہ وہاں سے اٹھتا باہر کی طرف چل دیا۔

"!!!دیکھو ذرا اس کو مجھے باتیں سنا رہا تھا آور لگ خود کسی سہیلی کے چکر میں رہا ہے"

اشعر کی بات پر زونیا اس کے کندھے پر تھپڑ جڑتی ہنستی ہوئی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی.

داؤد کے افس جانے کے بعد وہ نیچے ہی اگئی۔گھر پر اس وقت صرف وہ اور فار اکمال ہی موجود تھے۔باقی سب اپنے اپنے کاموں اور افس وغیرہ کو نکلے ہوئے تھے۔۔

وہ اپنے لیے چائے بنانے کا سوچتی کچن کی طرف چل دی۔وہ چولہے کے اگے کھڑی چائے بنا رہی تھی جب اسے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی۔

اس نے اگلے ہی پل مڑ کر دیکھا تو فار اکمال کچن کے دروازے کے بیچو بیچ کھڑی گہری نظریں اس کے وجود پر جمائے ہوئی تھی۔

"ممی کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا آپ خود کیوں یہاں اگئیں۔"

زلیخا فارا کمال سے کہتی واپس چولہے کی طرف مڑ گئی کیونکہ چائے کو ابال آنے والا تھا۔

اس کی بات فارا کمال کو شدید ناگوار گزری تھی جس کا اندازہ ان کے ماتھے پر سجی سلوٹوں کو دیکھ کر ہو رہا تھا۔

"یہ میرا گھر ہے!!! فارا کمال کا گھر!!! یہاں پر گھومنے پھرنے کے لیے یا کسی کام کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے چلائی تو زلیخا چولہا بند کرتی واپس ان کی طرف مڑ گئی۔

"جی بالکل ممی یہ آپ کا ہی گھر ہے میں نے تو ایک سادہ سی بات پوچھی ہے خیر باقی آپ کی مرضی!!!"

لاپرواہی سے شانے اچکاتی ذلیخہ چائے اپنے کپ میں ڈالنے لگی۔

چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے وہ کچن سے نکلنے لگی جب فارا کمال اس کے راستے میں ا کھڑی ہوئی۔

"صاف صاف بتادو لڑکی تم کیا چاہتی ہو؟ کس مقصد کے تحت تم نے داؤد سے شادی کی اور اب اس گھر میں موجود ہو. مجھے صرف اور صرف سچ سننا ہے!!!!"

ان کے تندہی سے پوچھے سوال پر ذلیخا نے ہاتھ میں پکڑا چائے گا کپ پاس بڑے میز پر رکھا اور سینے پر دونوں ہاتھ باندھتی ان کے مقابل اکھڑی ہوئی۔

"آپ یہ سچ لاتعداد دفعہ سن چکی ہیں لیکن میرے خیال میں یہ جواب بار بار سننے میں آپ کو راحت محسوس ہوتی ہے تو چلیں آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں نے اپ کو دوبارہ سے سنا دیتی ہوں!!! داؤد اور میں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت

کرتے ہیں اس لیے ہم دونوں نے باہمی رضامندی سے نکاح کر لیا امید ہے یہ بات پچاسویں دفعہ سن کر اب اپ کو خاصی خوشی محسوس ہو رہی ہو گی!!!"

اس کی بات سن کر فار اکمال کا چہرہ طیش کے مارے سرخ پڑ گیا۔

"تم دو ٹکے کی لڑکی خود کو سمجھتی کیا ہو تم جو بھی جھوٹ سچ ملا کر بولو گی اور میں تمہاری بات مان لوں گی!!!تم جیسی طرح دار حسینہ کو آخر داؤد کمال جیسے بدصورت مرد میں ایسا کیا نظر آیا کہ تم نے اسے نکاح ہی کر لیا۔میں اس نکاح کی وجہ داؤد کی دولت کو بھی سمجھ سکتی تھی لیکن تمہیں یہی دولت کسی اور خوبصورت مرد سے بھی حاصل ہو سکتی تھی پھر تم نے داؤد کا ہی انتخاب کیوں کیا؟؟؟"

ان کی بات پر زلیخا کا پارہ ہائی ہوا پر وہ مشکل ہی خود پر قابو پائے کھڑی رہی۔فار اکمال کی جگہ اگر کوئی اور کھڑا یوں اس کے داؤد کی توہین کر رہا ہوتا تو وہ اگلے ہی پر اس کا منہ توڑ کر ہاتھ میں پکڑا دیتی یا زبان کاٹ کر پلیٹ میں رکھ کر اس کو پیش کر دیتی۔

ممی آپ کو چاہیے کہ بولنے سے پہلے اپنے الفاظ پر ذرا غور کر لیں۔ جو شخص آپ پر" اپنی جان قربان کرتا ہے اس شخص کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے آپ کو ذرا "برابر بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی؟؟؟

وہ طیش میں آتی بس بولے ہی چلی جارہی تھی۔

آپ کے نزدیک خوبصورتی کا معیار گورا رنگ ہے لیکن میری ڈکشنری میں" خوبصورتی کے معنی الگ ہیں۔ انسان کی خوبصورتی اس کی رنگت، نین نقش یا مال و دولت میں پوشیدہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی خوبصورتی اس کے اعلی اخلاق اور مضبوط کردار میں پوشیدہ ہے۔ وفادار اور مضبوط کردار ہونا خوبصورت ہونے سے لاکھ درجے بہتر ہے اور میں فخر سے کہہ سکتی ہوں کہ میرے شوہر داؤد کمال ایک بے "انتہا خوبصورت مرد ہیں!!!

وہ بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی گئی جبکہ اس کی باتیں سنتی فار اکمال کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ پڑتا جارہا تھا۔

میں ایک اور بات کہنا چاہوں گی ممی!!! داؤد کمال سانولی رنگت کے باوجود ایک "خوبصورت اور مضبوط مرد ہے جبکہ آپ اس گوری رنگت کے باوجود۔۔۔۔

وہ بولتے بولتے ایک دم رک گئی۔ جو بھی تھا داؤد فار اکمال کی بہت عزت کرتا تھا۔ وہ ۔ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس عورت کو ایسے کوئی الفاظ کہہ کر داؤد کو ہرٹ کرے اس لیے اپنے الفاظ پی گئی جبکہ اس کی پوری بات کا مطلب سمجھتے ہی فار اکمال ایک دم آپے سے باہر ہوتی چیخی تھی۔

تم دو ٹکے کی عورت تم دیکھو میں تمہارے ساتھ کرتی کیا ہوں جس داؤد کا دم بھر " رہی ہو نا اسی سے کہہ کر تمہیں اس گھر سے دھکے دے کر باہر نہ نکلوایا تو میرا نام بھی "فار اکمال نہیں!!!

غصے سے چیختی اس کو دھکا دے کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

ان کے شدید ردعمل اور الفاظ پر زلیخہ نے سر جھٹکا اور اپنا چائے کا کپ پکڑتی ہے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

وہ باہر لان میں بیٹھی مگن انداز میں ہاتھ میں پکڑا موبائل چلا رہی تھی جب آدم کمال کی گاڑی پورٹیکو میں آ کے رکی۔

زونیا کی نظریں فوراً اس کی گاڑی کی طرف اٹھی تھی۔ اگلے ہی پل اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

آدم کمال گاڑی سے نکلتا اندر کی طرف بڑھنے لگا جب کسی کی گہری نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کی۔ اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو زونیا وہاں کھڑی جذبے لٹاتی نظروں سے اسے ہی دیکھنے میں مگن تھی۔ وہ اسے اگنور کرتا آگے کی طرف بڑھنے لگا جب وہ تیزی سے اس کے پاس آتی اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

"کہاں بھاگے چلے جا رہے ہیں. اتنی بھی کیا جلدی جانے کی جو مجھے ہی اگنور کر گئے!!!"

وہ مان بھرے انداز میں بولی تو آدم کمال نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا جس کی عینک پھسل کر ناک پر آچکی تھی اور آوارہ لٹیں گالوں پر جھول رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتا سرخ نظر اس کے چہرے سے ہٹا گیا۔

تمہیں خاص توجہ تو کبھی نہیں دی میں نے جو میرا اگنور کرنا تمہیں کھل رہا ہے. "

"!!!پیچھے ہٹو آفس سے تھکا ہوا آیا ہوں ارام کرنا چاہتا ہوں

وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتا وہاں سے جانے لگا جب اس کی آواز پر ایک دم رک سا گیا اور آدم کمال کے ساتھ ساتھ رک تو آدم کمال کا دل بھی گیا تھا۔

پتھر تو بہت سے دیکھے ہیں مگر آپ سا آج تک کوئی نہیں دکھا۔ عورت کو تو جنگ "
"میں بھی مارنا جائز نہیں اور تم مرد کتنے ظالم ہوتے ہو اسے محبت میں مار دیتے ہو۔

اس کے الفاظ آدم کمال پر کوڑے بن کر برسے تھے پر وہ بے تاثر انداز میں کھڑا رہا۔

ہماری شادی ہونے والی ہے آدم کمال اور اب بھی آپ اس طرح مجھ سے بھاگتے ہیں۔ آپ کا یہ بھاگنا میری سمجھ سے باہر ہے۔میں بری لگتی ہوں یا کوئی اور اچھی لگنے لگی ہے!!!"

اس کا لہجہ نم پڑ گیا۔اس کے الفاظ آدم کمال پر کافی بھاری پڑے تھے۔

"سب تمہارے دماغ کا فتور ہے!!!"

لاپرواہی سے کہتا وہ آگے بڑھنے لگا جب پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسے اگے بڑھنے سے روک گئی۔

آدم کمال نے چہرا اس کی طرف موڑ کر ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالی۔

کیا چاہتی ہو؟؟ کوئی تماشہ کھڑا کرنا چاہتی ہو جو یوں مجھے بار بار روک رہی ہو۔ ایک "بات ہمیشہ یاد رکھنا زونیا جانے والوں کو کبھی روکا نہیں کرتے۔ جانے والے کو ہمیشہ راستہ دیا کرتے ہیں واسطہ نہیں!!!"

اس کے روح فرسا الفاظ پر زونیا نے ہچکی بھری تھی۔

"اور اگر جانے والا آپ کی دل کا مکین ہو پھر؟؟"

وہ بڑی آس اور امید سے پوچھ رہی تھی یہ جانے کے بغیر کہ سامنے والا اس کے دل کو کس طرح توڑے گا۔

"تو پھر جان لو کہ زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر دل کو مارنا ہی پڑتا ہے!!!"

اس کے الفاظ زونیا کا دل چھلنی کرتے جا رہے تھے۔

"آپ کی ان تلخ باتوں سے میرا دل جلتا ہے آدم!!!"

اب کی دفعہ وہ باقاعدہ روتی ہوئی کالائی تھی۔

"تو پھر جان لو کہ کندن بننے کے لیے جلنا پڑتا ہے۔!!!"

ضبط کے ساتھ کہتا وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑواتا تیز قدم اٹھائے گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا جبکہ زونیا وہیں گرتی اپنی محبت کا ماتم منانے لگی تھی۔

تین دن سے وہ بھوکی پیاسی ڈھال سی ماری ماری پھر رہی تھی۔اس کی ہمت ختم ہونے لگی تھی لیکن وہ ہار نہیں مان سکتی تھی۔زندگی کے اس تو دوراہے پر تو بالکل بھی نہیں!!! اسے اگے بڑھنا تھا اور بڑھ کر ہی رہنا تھا۔یہ اس کی زندگی کا سوال تھا!!یہ اس کی اخرت کا سوال تھا!!! وہ اپنی زندگی کو فراموش کر بھی دیتی لیکن آخرت کو نہیں کر سکتی تھی۔

اس وقت بھی وہ ایک بڑی سڑک کو جانے والے سنسان راستے پر درخت کے پاس چھپی بیٹھی تھی جب اسے قریب ہی کچھ سرسراہٹ سنائی دی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی سمجھتی اچانک سے تین آدمی وہاں پہ آوارد ہوئے۔

ان کی حالت دیکھ کر صاف لگ رہا تھا کہ وہ شراب پی کر ائے ہیں۔اسے دیکھتے ہی ان کی انکھیں چمکی تھی اور وہ نہ جانے کس زبان میں ایک دوسرے سے کچھ کہنے لگے۔

ان کی انکھوں سے صاف نظر آتی حوس نے ایمان کو ایک لمحے کے لیے پتھرا دیا تھا۔

اگلے ہی پل وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے سامنے کی طرف جاتی سڑک کی طرف بھاگی۔
اسے بھاگتے دیکھ کر وہ تینوں غصے سے چلاتے ایک دوسرے کو کچھ کہتے اس کے پیچھے ہی بھاگ گئے۔
وہ اپنی پوری قوت آزماتی تیزی سے بھاگتی چلی جارہی تھی۔ جبکہ اسے اپنے پیچھے ۔ انگریزی گالیاں صاف سنائی دے رہی تھیں

بھوک اور پیاس نے اتنی بری حالت کر دی تھی کہ ایک قدم بھی اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔وہ بھاگتی ہوئی ایک پل کو پیچھے مڑ کر ان تینوں کو دیکھنے لگی جب اگلے ہی لمحے اس کی زوردار چیخ فضا میں گونج اٹھی۔

"پر بھائی میں اس سے شادی کس طرح کر سکتا ہوں ؟؟ وہ ہمارے لیے ایک انجان لڑکی ہے. نہ کوئی جان نہ کوئی پہچان ایسے ہی اسے اپنے گلے کا ہار بنالوں!!!"

وہ تپش اور بے بسی سے بھرپور لہجے میں کال پر موجود انسان سے بات کر رہا تھا۔

"اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں میں جتنا تم مجھے سمجھ رہے ہو. میں ساری معلومات حاصل کر چکا ہوں تمہیں جتنا کہہ رہا ہوں اتنا کرو بس."

مقابل کی بات پر ایگل لب بھینچ گیا۔اس کا دل کر رہا تھا اس نازل ہوئی مصیبت کو کہیں دور پھینک اۓ۔

"ٹھیک ہے میں یہ بات مان بھی لیتا ہوں لیکن بھیا آپ جانتے ہیں میرے ماضی کے متعلق۔ میں کسی کو بھی اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتا نہ ہی مجھ میں اتنا حوصلہ ہے!!!"

اب کی دفعہ اس کا لہجہ ہر تاثر سے پاک تھا۔ اگر کوئی چیز اس کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی تو وہ تھی بے بسی!!! اس وقت وہ اپنے آپ کو کتنا بے بس محسوس کر رہا تھا یہ صرف یا وہ جانتا تھا یا اس کا خدا!!!

"تو مان کیوں نہیں لیتے کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہی. مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا. تم پہلے ہی اس کی یاد میں اپنا بہت سا وقت برباد کر چکے ہو لیکن میں تمہیں ساری زندگی انہی یادوں کے سہارے نہیں چھوڑ سکتا. تمہیں میرا فیصلہ ماننا ہی ہو گا. تم خود ہی کہتے ہو نا کہ میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں تو یقین رکھو ایک باپ کبھی بھی اپنی اولاد کے لیے غلط فیصلہ نہیں لیتا پھر بھی اگر تمہیں منظور ہو تو مجھے اپنے فیصلے سے

آگاہ کر دینا۔اگر تمھیں میرا فیصلہ نہیں قبول پھر بھی مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہو گا

اللہ حافظ!!!"

اپنی بات مکمل کر تا مقابل کال کاٹ گیا تو ایگل موبائل ایک طرف پھینکتا بے بسی سے

بال دونوں مٹھیوں میں جکڑ گیا۔

اس کا دماغ ضبط کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کر

۔ جائے۔اگلے ہی لمحے وہ فیصلہ لے چکا تھا

اپنے باپ جیسے بھائی کے اگے اسے کچھ بھی عزیز نہ تھا۔اپنی سالوں پہلے بچھڑی محبت

بھی نہیں!!!

وہ اس کی یک طرفہ محبت تھی اور وہ پورے دل سے مان چکا تھا کہ یک طرفہ محبت

انسان کو بہت بری طرح برباد کرتی ہے لیکن وہ اپنی کسی بھی فیصلے سے اپنے سے

منسلک لوگوں کو مزید پریشان نہیں کر سکتا تھا۔

بس بہت ہوا اسے جو فیصلہ لینا تھا وہ لے چکا تھا۔اس فیصلے کے سارے نتائج اللہ پر

چھوڑ کر وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اگلے ہی لمحے ویموبائل اٹھا کر کچھ دیر پہلے ملائے گئے نمبر پر ایک میسج بھیج چکا تھا جس کا جواب اسے اگلے ہی سیکنڈ وصول ہو گیا تھا جس پر وہ ٹھنڈی آہ بھرتا گاڑی کی چابی پکڑ کر گھر سے نکل گیا۔

اپنی مرضی کا ایک فیصلہ کرتے ہوئے وہ چند سال پہلے خود کو برباد کر چکا تھا اور اب چند سال گزرنے کے بعد وہ اپنے باپ جیسے بھائی کے فیصلے پر سر جھکا رہا تھا اور اسے اس بات کا یقین تھا کہ ماں باپ اور بڑے بہن بھائیوں کے فیصلے چھوٹوں کے حق میں کبھی غلط ثابت نہیں ہوتے۔

اگلے ہی پل اس کی گاڑی جانے پہچانے راستوں پر تیزی سے سفر کر رہی تھی۔

کل رات ایگل اسے اپنے فلیٹ پر چھوڑ کر جاچکا تھا۔ فلیٹ پر کھانے پینے اور ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ اس لیے اسے کسی بھی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

وہ اسے دروازے پر اتار کر جاچکا تھا اس لیے مزید ان دونوں کے درمیان کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد نوال ہر قسم کی پریشانی ذہن سے جھٹکتی اپنی نیند پوری کرنے کی خاطر بیڈ روم کی طرف چل دی۔ اسے رات بہت پرسکون نیند آئی تھی۔

اگلی صبح وہ کافی لیٹ اٹھی تھی۔

اٹھ کر فریش ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلے ناشتہ بنایا اور ڈٹ کر کھایا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ پورے فلیٹ کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔

اسے فلیٹ بہت نہیں بہت سے بھی زیادہ پسند آیا تھا۔ ہر چیز ترتیب سے سجی ہوئی تھی۔ فلیٹ کی ایک ایک چیز یہاں رہنے والے کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

فلیٹ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ لاؤنج میں لگی ایل سی ڈی آن کر کے بیٹھ گئی۔ اسے ابھی چینل سرچنگ کرتے تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب فلیٹ کا دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔

وہ محض ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑی کہ اس پل وہاں کون آسکتا ہے لیکن اگلے ہی پل وہ یہ سوچ کر سکون ہو کر واپس بیٹھ گئی کہ اس فلیٹ کے مالک کے علاوہ بھلا کون خود سے دروازہ کھول کر اندر آسکتا تھا اور اگر کوئی آ بھی جاتا تو نوال کو اس سے نمٹنا بہت اچھے سے آتا تھا۔

قدموں کی چاپ پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو واقعی اس فلیٹ کا مالک ہی قدم قدم چلتا اس کی طرف آرہا تھا۔ ایک نظر اس کو دیکھنے کے بعد وہ واپس ایل سی ڈی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے وہ یہاں کی مالکن ہو۔

ایگل بالکل اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔اب وہ نوال اور ایل سی ڈی کے درمیان بت بن کر کھڑا تھا۔نوال بدمزہ ہوتے ہی نظر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو کہ کیا چاہتے ہو بھائی اور یہاں کیوں وہاں کھڑے ہوئے ہو پر وہ دونوں بازو مضبوطی سے سینے پر باندھے نہایت غور سے اسے ہی دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

سفید رنگ کے ٹراؤزر شرٹ پر سفید ہی دوپٹہ گلے میں ڈالے بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کیے وہ اپنی سنہری آنکھوں کے باعث ایگل کو لمحہ بھر کے لیے ماضی میں کھینچ لے گئی۔ایگل کو وہ انکھیں نوال کے انکھیں نہیں بلکہ "اس" کی انکھیں لگ رہی تھیں۔

"کیوٹ لگ رہی ہو!!!"

نہ جانے کی کس لمحے کے سائے میں آکر وہ یہ الفاظ ادا کر بیٹھا تھا جو اس کے لیے بالکل غیر متوقع سے تھے۔ اگلے ہی پل یہ الفاظ واپس اس کے ذہن سے ٹکرائے تو وہ ۔ من ہی من خود کو گالیوں سے نواز اٹھا

سارا قصور سامنے بیٹھی اس لڑکی کی انکھوں کا تھا جو اسے بے اختیار ہونے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

میں بچپن سے ہی کیوٹ ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ بچپن میں آنٹیوں کو کیوٹ" "!!! لگتی تھی اور اب آنٹیوں کے بیٹوں کو

وہ اطمینان سے کہتی ایگل کو جھٹکا کھانے پر مجبور کر چکی تھی۔ وہ انکھیں پھاڑے سامنے بیٹھی بلا کو دیکھ رہا تھا جو اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر منہ پھٹ اور خوش فہم واقع ہوئی تھی۔

وہ ہر دفعہ اسے کوئی نیا جھٹکا ہی دے جاتی تھی۔

سارا کچھ بھاڑ میں جھونکے وہ اپنے مطلب کی بات پر آنے لگا۔

"ول یو بی مائی زوجہ؟؟"

"Wil you be my Zoja??"

وہ ایک دم اسے دیکھتا بولا تو اس کے سوال پر پہلے تو نوال کی آنکھیں پھیل گئیں پھر کچھ لمحوں بعد ہی وہ آنکھیں سکیڑتی غور سے اسے دیکھنے لگی پر یہ کھیل چند لمحوں کا ہی تھا۔اس کے بعد وہ سکون سے دونوں بازو سینے پر باندھتی پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"منہ دھو اور سو جا!!!"

ٹانگ جھلاتی سکون سے کہتی وہ اسے ہاتھ سے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنے لگی جبکہ اس کے جواب پر ایگل کا دل کر رہا تھا اپنا سر دیوار میں دے مارے یا سامنے بیٹھی بلا کا گلا گھونٹ ڈالے

یہ لڑکی مسلسل اس کا بی پی لو کرتی جا رہی تھی۔جب سے وہ ایگل کو ملی تھی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ایٹا تھا جب ایگل کو وہ ایک سمجھدار لڑکی لگی ہو۔

"اس بلا سے بھائی خود ہی بات کریں گے اس کے منہ لگنا مطلب اپنا بی پی آپ لو کروانا جس کا مجھ میں بالکل بھی حوصلہ نہیں!!!"

دل میں سوچتا وہ اس کو اس کے حال پر چھوڑے کمرے کی طرف بڑھتا اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ ٹھاکی آواز کے ساتھ بند کر گیا۔

دروازہ بند ہونے کی زوردار آواز پر نوال نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور برا سا منہ بنا گئی۔

یہ کھڑوس کیا سمجھتا ہے کہ مجھ سے ایسا مذاق کرے گا اور میں سچ مان کر ہنسی خوشی قبول ہے قبول ہے قبول ہے کہہ کر اسے اپنا سب کچھ مان لوں گی۔ ایسے بھونڈے مذاق نوال کو بھی اچھے سے کرنے آتے ہیں اور ان کا جواب بھی دینا آتا ہے۔ آیا بڑا

ہنہہ!!!"

سر جھٹکتی ایل ای ڈی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

وہ آفس سے جلدی آگیا تھا کیونکہ اسے ضروری کام سے جانا تھا۔
آفس سے آنے کے بعد جب وہ کمرے میں آیا تو زلیخہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اسے جلدی تیار ہو کر پہنچنا تھا اس لیے وہ جلدی سے فریش ہوتا چینج کرنے لگا۔ اس کے تیار ہونے کے دوران بھی وہ ایک دفعہ کمرے میں نہ آئی تھی۔

داؤد کا اس وقت شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہو اس لیے تیاری مکمل کرنے کے بعد وہ کمرے سے نکلتا نیچے جھانکنے لگا۔

"نوراں زلیخہ کہاں پہ ہے!!"

وہ پاس سے گزرتی ملازمہ کو پکار کر زلیخہ کا پوچھنے لگا۔

"صاحب جی بی بی جی تو کچھ دیر پہلے کچن میں گئی ہیں کچھ بنا رہی ہیں شاید!!!"

اس کے جواب داؤد سر ہلا گیا۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دبے پاؤں کچن میں داخل ہوا تو سامنے ہی اسے زلیخہ کی پشت دکھائی دی۔ وہ کیک بیک کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔

وہ اپنے کام میں اس قدر مگن دے کہ اسے داؤد کی موجودگی کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہوا ۔

داؤد نے سر دائیں بائیں موڑے ایک سرسری نگاہ ارد گرد دوڑائی تو اسے کوئی بھی آس پاس دکھائی نہ دیا۔ وہ دبے قدم بڑھاتا اس کے عین پیچھے جا کھڑا ہوا۔

زلیخہ اس کی خوشبو محسوس کرتی مڑنے ہی لگی جب وہ اپنے دونوں بازو اس کی کمر میں ڈالتے اس کے گرد تنگ حصار قائم کر گیا۔

زلیخہ مسکراتی ہوئی اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں کے اوپر دھر گئی۔

"کتنی ظالم ہیں آپ!!! آپ کو ذرا سا بھی احساس نہیں کہ شوہر گھر آچکا ہے میں اس کو وقت دے لوں اور آپ ہیں یہاں کچن میں مصروف ہیں۔ اس چیز کا الگ سے حساب ہوگا آپ کا!!!"

خفگی بھرے انداز میں کہتا وہ جھک کر اپنی تھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا گیا تو اس کا شکوہ سنتی زلیخہ دھیرے سے کھل کھلا دی۔

تو شوہر صاحب کو بھی چاہیے تھا نا کہ اس ناچیز کو اپنی موجودگی سے اگاہ کر دیتے۔"

"!!!آپ ایک آواز لگاتے اور آپ کی خادمہ آپ کی ایک پکار پر ہی دوڑی چلی آتی

وہ اس کے حصار میں مڑتی اپنا رخ اس کی طرف موڑتی دونوں بازو اس کی گردن میں حائل کر گئی۔اس کی شرارت پر داؤد دھیرے سے مسکرا دیا۔

"!!!آپ داؤد کمال کی خادمہ نہیں بلکہ اس کے دل کی ملکہ ہیں حیاتی"

محبت بھرے انداز میں بول کر وہ جھک کر ذلیخہ کی پیشانی پر پیار بھری مہر ثبت کرتا اس کی روح تک کو سرشار کر گیا۔

اس کے دونوں گالوں کو سرخ کرنے کے بعد وہ جیسے ہی اس کے احمریں لبوں پر جھکا کوئی کچن کے دروازے میں کھڑا مصنوعی کھانسا تھا۔

زلیخہ دونوں ہاتھ اس کے سینے پر جماتی ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کر گئی تو داؤد اسے گھور کر رہ گیا۔ اس نے رخ موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو اشعر اور زونیا اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ سمیت وہاں کھڑے تھے۔

"تم دونوں کو شرم نہیں آتی جہاں مرضی ٹپک پڑتے ہو!!!"

داؤد ان دونوں کو دیکھتا سنجیدہ آواز میں بولا تو وہ دونوں اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اپنی بتیسی دکھانے لگے۔ زلیخہ سرخ چہرہ موڑتی واپس اپنے کام میں لگ گئی۔

"بھیا اتنے بڑے ہو کر شرما کیوں رہے ہیں؟ صاف صاف کہیں نا رومانس کر رہے تھے!!!"

اشعر شرارت بھرے انداز میں بولا تو زونیا اپنی کہنی اس کے پیٹ میں مار گئی جس پر وہ ایک دم چیخ اٹھا۔

"رومانس نہیں بلکہ رومانس کرنے کی کوشش کر رہے تھے پر افسوس تم دونوں نمونوں کی آمد نے اس کوشش کو رائیگاں کر دیا!!!"

وہ بھی انہی کا بھائی تھا۔ انہی کے انداز میں جواب دیتا بولا تو وہ دونوں کھی کھی کرنے لگے جبکہ زلیخہ کا چہرہ مزید سرخ پڑ گیا۔

"میں چلتا ہوں حیاتی کچھ دیر تک واپس آجاؤں گا انشاءاللہ!!! اپنا خیال رکھیے گا اور میرے آنے تک یہاں سے فارغ ہو جایئے گا۔ مجھے واپسی پر آپ کمرے میں ملیں۔ اللہ حافظ!!!"

وہ مڑ کر ذلیخہ سے کہتا ایک دفعہ پھر جھک کر اس کی پیشانی چومتا ان سب کو حیران چھوڑے کچن سے نکل گیا جبکہ پیچھے وہ دونوں نمونے ذلیخہ کی جان کو آ گئے تھے اسے چھیڑ چھیڑ کر۔

"کیا ہوا ایسے منہ لٹکا کر کیوں بیٹھی ہو جیسے کوئی تمہاری بریانی کی پلیٹ چھین کر بھاگ گیا ہو!!!"

لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی زونی کو دیکھ کر بولا جو کافی رنجیدہ اور افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔

اشعر کی بات پر اس نے ذرا سا مڑ کر اس کی طرف دیکھا پھر آنکھوں سے چشمہ اتار کر رومال کی مدد سے اپنی نم آنکھوں صاف کرنے لگی۔

اس کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر اشعر کے دل کو کچھ ہوا۔ یہ لڑکی ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہتی تھی اور اب ہر وقت اس کی آنکھیں بھیگی ہی پائی جاتی تھیں۔

اسے وجہ کا بخوبی اندازہ تھا۔ اس معاملے میں وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا تبھی تھکے قدموں سے اس کی طرف بڑھتا اس کے پاس ہی ٹک گیا۔

"کیا ہو گیا ہے یار اس طرح سے کیوں بیٹھی ہو طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟؟؟"

اشعر کے سوال پر وہ بغیر کچھ بولے محض آنکھیں بند کرتی سر پیچھے صوفے کی پشت سے لگا گئی۔

"!!! اس حاصل راستے پر چلتے چلتے میرے قدم نہیں بلکہ میرا دل تھکنے لگا ہے"

وہ تھکن سے پر انداز میں بولی تو اس کے الفاظ اور لہجے میں بے بسی محسوس کرتا اشعر لب بھینچ گیا۔

"کچھ نہیں ہوتا ابھی تمہاری تھکاوٹ اور اداسی اتار دیتے ہیں۔ جلدی سے اٹھو ہمیں کہیں جانا ہے!!!!"

ایک دم سے ذہن میں کچھ خیال آنے پر وہ تیزی سے اٹھا اور ساتھ ہی جھک کر زونیا کا بازو پکڑے اسے بھی اٹھانے لگا جس پر وہ نہ سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کہاں جانا ہے کچھ بتاؤ تو سہی ایسے کیوں کھینچے چلے جا رہے ہو؟؟"

وہ جھنجھلا کر بولی تو اشعر اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر اسے بازو سے پکڑتا اس کے کمرے کی طرف لے آیا۔

"کپڑے چینج کر کے جلدی سے باہر آؤ تمہارا انتظار کر رہا ہوں!!!"

وہ اسے کمرے کی دروازے پر چھوڑتا ہوا خود واپس مڑ گیا تو زونیا نہ چاہتے ہوئے بھی چینج کرنے چل دی۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اشعر کی کوئی بات ٹال دیتی۔

دس منٹ کے بعد وہ ریڈی ہو کر باہر پورٹیکو میں آئی جہاں اشعر ایک سپورٹس بائک کے پاس کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ایک دم زونیا کے منہ سے واؤ نکلا۔
بلیک جینز کے اوپر بلیک شرٹ اور اس کے اوپر بلیک ہی جیکٹ پہنے وہ کھڑا بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

اس کا جائزہ لینے کے بعد اس کی نگاہیں پاس کھڑی سپورٹس بائک کی طرف مڑی تو وہ سوالیہ نظروں سے اشعر کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کس کی اٹھا کر لائے ہو؟؟؟"

اس کی بات پر اشعر جل بھن اٹھا۔

ہاں میں تو گلی کا آوارہ بچہ ہوں نا جو دوسرے بچوں کو مکے ٹھڈے مار کر ان کی سائیکلیں زبردستی لے آتا ہوں!!!"

وہ جل کر بولا تو اس کی شکل دیکھ کر زونیا کی ہنسی نکل گئی۔

اس میں کوئی شک ہے کیا؟یوں ہی تم بچپن میں بچوں کو مارپیٹ کر ان کی گندی مندی سائیکل اٹھالاتے تھے اور پھر دن بھر انہی پر گھومتے رہتے تھے. کیا پتہ اب بھی تمہاری وہی حرکتیں ہوں!!!"

وہ جان بوجھ کر اسے چھیڑتی بولی جس پر وہ چھڑ بھی گیا۔

"ہاں تو یہ سب کچھ اس لیے جانتی ہو کیونکہ سائیکل کے پیچھے تم ہی میرے ساتھ بیٹھتی تھی نا!!!"

۔ وہ چڑ کر کہتا زونیا کا ہاتھ پکڑے اسے بائک کے بالکل نزدیک لے آیا

وہ بائک پہ پڑا ہیلمٹ پہن کر پہلی بائک پر بیٹھا پھر دوسرا ہیلمٹ زونیا کی طرف بڑھایا۔

"جلدی سے پہنو اور بیٹھو ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ہمیں جلدی پہنچنا ہے!!!"

وہ ہیلمٹ اس کے ہاتھ میں پکڑاتا عجلت سے بولا تو زونیا گہری سانس بھرتی اس کی بات پر عمل کرتی ہیلمٹ پہن کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

واچ مین بھی تب تک گیٹ کھول چکا تھا۔زونیا کے بیٹھنے کے بعد اشعر نے بائک آگے بڑھالی۔

کمیونٹی کے اندر وہ بہت ہی دھیمی رفتار میں بائک چلارہا تھا۔پر جیسے ہی وہ کمیونٹی سے باہر نکل کر بڑے روڈ پر پہنچے تو اس نے ایک دم سپیڈ تیز کی تھی جس پر ڈر کے مارے زونیا چیختی فوراً اسے اس کی کمر اپنے دونوں بازوں میں جکڑتی سر اس کے کندھے پر رکھ گئی۔

"پاگل انسان مجھے مارنا ہے کیا سپیڈ کم کرو!!!"

وہ چیختی ہوئی بولی تو جواب میں اشعر کھل کھلا کر بائک اور بھی تیز کر گیا۔

پہلے پہل تو زونیا چیختی رہی پر کچھ لمحوں کے بعد اسے مزہ آنے لگا۔بائیک ہوا سے باتیں کرتی آگے بڑھتی جارہی تھی۔

".واؤیار کتنامزہ آرہاہے!!! ویسے اتنابورنگ کام بھی نہیں ہے یہ"

وہ ستائشی انداز میں اشعر سے بولتی ٹھنڈی ہوامیں سانس بھرنے لگی۔

مت بھولو میڈم کہ تم اشعر کمال کے ساتھ ہو۔اشعر کمال اور کوئی بورنگ کام"
"!!!!کرے ایساہو سکتاہے بھلا

وہ اترا کر بولا تو زونی ہنسی۔باقی کاسارا سفر انہوں نے خاموشی سے طے کیا تھا۔جیسے ہی ان کی منزل آئی اشعر ایک دم گاڑی روک گیا۔

گاڑی کیوں روک دی ہے اشعر واپس چلتے ہیں نا!!! ویسے بھی دیکھورات ہونے"
"!!!والی ہے کیاپتہ اس سنسان جگہ پر کوئی بھوت یاچڑیلیں چھپی ہوں

وہ دونوں بائک سے اترے توزونیا اشعر کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑے اردگرد دیکھتی خوف سے بولی۔

"فکر مت کرو جو چڑیل میرے ساتھ ہے نا اس چڑیل کا مقابلہ دنیا بھر کی چڑیلیں بھی نہیں کر سکتی!!!"

۔ وہ شرارت سے بولا توزونیا دانت کچکچاتی اس کے کندھے پر مکا جڑ گئی

"اچھا چلو تمہیں وہ چیز دکھاتا ہوں جس کے لیے یہاں لے کر آیا ہوں۔"

۔ وہ دونوں ہیلمٹ واپس گاڑی پر رکھتا اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگا

چند قدم چلنے کے بعد وہ ایک مقام پر آکر رکا تو سامنے کا نظارہ دیکھتی زونیا ایک دم دونوں ہاتھ منہ پر جما گئی۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان حیرت بھری آنکھوں میں خوشی اور جوش نے ڈیرا جما لیا۔

سامنے نظر آتا غروب افتاب کا منظر بہت لاجواب تھا۔ جہاں پرندے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے وہیں سورج بھی ڈوبنے کو تیار اپنی آخری نظریں اس دھرتی پر جما رہا تھا۔ یہ منظر زونیا کو دنیا کا سب سے خوبصورت منظر لگا۔

"کیسا لگا؟؟"

اشر اس کے جب جگمگاتے چہرے کو دیکھتا پوچھنے لگا۔

"بالکل خواب جیسا۔"

وہ میسمیرائز ہوتی بولی تو اشعر اطمینان سے مسکرا دیا۔ آخر کار وہ زونیا کا موڈ تھوڑا چینج کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

کچھ پل یوں ہی وہاں گزارنے کے بعد وہ دونوں واپسی کے سفر پر چل دیے۔

واپسی پر اشعر کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی زونیا نے ہیلمٹ نہیں پہنا اور اس کے پیچھے بیٹھی آنکھیں موندتی ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی۔ زندگی جیسے ایک دم بہت پر سکون محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ بھول چکی تھی کہ کچھ دیر پہلے وہ کس قدر ڈپریسڈ اور پریشان تھی۔ یاد تھا تو صرف اپنا یہ یادگار سفر!!!

اس بات سے انجان کہ تھوڑی دیر میں اس پر کون سی قیامت ٹوٹنے والی ہے وہ اس پل زندگی کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔ شاید اخری بار!!! شاید!!!

وہ مضبوط قدم اٹھاتا اگے بڑھتا چلا جارہا تھا جب کہ اس کے پیچھے موجود اس کے ادمی اس کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کی کوشش کرتے تقریباً بھاگتے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ آکر ایک کیبن کے باہر رکا تو پیچھے موجود دونوں آدمیوں نے سکون بھرا سانس لیا۔

دروازہ کھولتے داؤد اندر داخل ہوا تو سامنے ہی وہ شخص کروفر سے ٹانگ پر ٹانگ جمائے کرسی پر بیٹھا تھا۔اسے دیکھتے داؤد کی سرد آنکھیں مزید سرد پڑیں جسے محسوس کرتے سامنے والا محض ایک پل کے لیے خوفزدہ ہوا تھا۔

وہ شاہانہ چال چلتا اپنی کرسی کی طرف بڑھتا شان سے وہاں براجمان ہوا۔

کیسے ہو ہمدانی؟؟اب یہ مت سوچنا کہ میں تمہارا حال کیوں پوچھ رہا ہوں۔ تم کبھی" میرے وفادار کتے ہوا کرتے تھے اس لیے تم پر اتنی سی عنایت بنتی ہی ہے!!!"

اس کی بات پر سامنے بیٹھے حمدانی کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑ گیا۔اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ سامنے بیٹھے اس وکیل کا حال خراب کر دے لیکن وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔فلحال تو بالکل بھی نہیں۔

اپنی زبان سنبھال کر بات کریں داؤد کمال صاحب یہ نہ ہو کہ یہ بولنا اپ کو خاصا" مہنگا پڑ جائے!!!"

وہ اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتا بولا تو داؤد نے کہر بھری نظروں سے اسے دیکھا
۔

"یہ دھمکیاں مجھے مت دو ہمدانی!!! تم اچھے سے جانتے ہو میں کسی کی دھمکی میں آنے والا بندہ نہیں۔ حق بات کہنے سے نہ میں کبھی پیچھے ہٹا ہوں اور نہ ہی ہٹوں گا!!! اب اپنا مقصد بتاؤ جس کی خاطر تمہیں اپنے قدموں کو زحمت دے کر یہاں آنا پڑا۔"

وہ سرد لہجے میں بولا تو ہمدانی مکروہ قہقہ لگا اٹھا۔

"اتنے نڈر بھی مت بنو ایڈوکیٹ یہ نہ ہو کہ تمہاری زبان سے نکلے الفاظ کا فائدہ تمہاری کمزوریوں کو اٹھانا پڑے!!!"

وہ کمزوریوں پر زور دیتا بولا تو داؤد کمال اچھے سے جان گیا کہ اس کی کمزوریوں سے مراد اس کے فیملی ممبر تھے.

میں داؤد کمال ہوں میرے رشتے میری کمزوری نہیں بلکہ میری طاقت ہیں اس"
لیے یہ داؤ میرے ساتھ مت کھیلو ہار جاؤ گے!!"

سرد آنکھیں سامنے والے کی انکھوں میں گاڑے بولا تو حمدانی مسکراتا سر ہلا گیا پھر اگلے ہی لمحے وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

چلتا ہوں اور جلد ہی تمہاری طرف ایک حسین تحفہ پہنچے گا. امید ہے تمہیں وہ"
تحفہ خاصہ پسند آئے گا!!!"

کمینے انداز میں کہتا وہ مونچھوں کو پھر سے تاؤ دیتا آفس سے باہر نکل گیا تو داؤد اس کی باتوں کو سوچتا پر سوچ انداز میں اس کی پشت کو دیکھنے لگا پھر کچھ سوچ کر سر جھٹک گیا۔

ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے جب اس کا موبائل بج اٹھا۔

اس نے سکرین پر نظر دوڑائی تو آدم کمال لکھا جگمگا رہا تھا۔وہ موبائل اٹھا کر کان سے لگا گیا۔

"میں باہر آچکا ہوں کہاں پہ ہیں آپ ؟؟"

۔ آدم کمال کے سوال پر داؤد کی پیشانی پر سلوٹیں آ گئیں

"میں اپنے افس میں ہوں تم کہاں ہو؟"

وہ آدم سے سوال کرتا ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کورٹ میں ہی ہوں۔ مجھے بلا کر آپ اب تک نہیں پہنچے۔ جلدی آ جائیں پھر گھر بھی لوٹنا ہے!!"

اس کی بات پر داؤد کمال حیرت سے کھڑا رہ گیا۔

"!!!میں نے تمہیں کب بلایا آدم میری تو کل سے تم سے بات ہی نہیں ہوئی"

وہ ایک دم بولا جب کہ ذہن میں کچھ غلط ہو جانے کا احساس شدت سے ہوا تھا جسے وہ جھٹک گیا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی آپ نے کال کر کے مجھے یہاں بلایا تھا اور اب ایسے کیوں بول رہے ہیں۔ آجائیں یار میری طبیعت ویسے بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی پھر مجھے گھر لے جانا ہے۔"

آدم کمال کی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہوتی جب ایک دم داؤد کال بند کرتا باہر کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کا ذہن تیزی سے تانے بانے بننے میں مگن تھا اور جو نتیجہ نکل رہا تھا داؤد کمال اس کو سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

تیزی سے بھاگنے والے انداز میں باہر نکلا تو سامنے ہی اسے آدم کمال نظر آیا جو پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈالے کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

بہت تیزی سے اس کی طرف آتا ابھی وہ محض چار قدموں کی دوری پر تھا تب ایک دم آدم کمال پورے قد کے ساتھ داؤد کمال کے قدموں میں گر پڑا۔

داؤد کمال حیرت و بے یقینی سے سر جھکا کر اپنے قدموں میں دیکھنے لگا جہاں آدم کمال اوندھے منہ گرا ہوا تھا جبکہ اس کے سر کے پاس سے تیزی سے خون بہتا چلا جا رہا تھا۔

"سر انھیں ہاسپٹل لے کر جانا پڑے گا۔ خون بہت تیزی سے بہہ رہا ہے۔"

پاس کھڑا جونیئر وکیل ساری صورتحال دیکھتا داؤد کمال سے بولا تو وہ جیسے ہوش میں آیا۔ اگلے ہی وہ پل وہ تیزی سے آدم کمال کو اپنے مضبوط بازوں میں اٹھائے گاڑی کی طرف دوڑا تھا۔

اسے پچھلی سیٹ پر لٹانے کے دوران داؤد کمال کی نگاہ اس کے چہرے پر پڑی جہاں اس کی پیشانی کے بیچوں بیچ ایک گولی آرپار ہو چکی تھی جبکہ سینے سے بھی خون بہتا چلا جارہا تھا۔

داؤد کمال کی آنکھیں عزیت کے مارے سرخ پڑ گئی۔

اس نے آدم کے ناک کے پاس انگلی لے جاتے اس کی سانسیں چیک کی جو بہت مدھم رفتار میں چل رہی تھیں۔ وہ تیزی سے دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آگیا اور اگلے ہی پل اس کی گاڑی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔

لاؤنج میں صوفے پہ بیٹھی بے فکری سے اپنا پسندیدہ سیریل دیکھ رہی تھی. سامنے شیشے کی چھوٹی سی میز پر فرائیز سے بھری پلیٹ اور ساتھ میں کیچپ پڑی تھی۔ وہ بھر

بھر کر فرائز کیچپ میں ڈبو کر کھا رہی تھی جب ایک دم دروازہ بجنے کی آواز سنائی تھی۔

اگلے ہی لمحے بیڈ روم سے ایگل نکلتا دکھائی دیا۔اس پر ایک بھی نظر ڈالے بغیر وہ باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا دروازہ کھول گیا۔
وہ جب واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی موجود تھا۔نوال کسی اجنبی چہرے کو دیکھتی تیزی سے ہاتھ میں پکڑے فرائز پلیٹ میں واپس رکھ کر دوپٹہ سر پر جما کر شریف لڑکی بن کر بیٹھ گئی۔اس کی اس شرافت پر ایگل کو غش پڑتے رہ گیا۔
وہ صدماتی شکل سے سامنے بیٹھی بلا کو دیکھ رہا تھا جو اپنے آگے فرائیز کی اتنی بڑی پلیٹ رکھ کر بیٹھی تھی ایسا لگ رہا تھا یہ فرائیز ایک انسان کے لیے نہیں بلکہ پورے خاندان کے لیے بنائی گئی ہوں۔

"آجائیں بھیا !!!"

وہ ساتھ کھڑے آدمی سے بولا تو نوال شرافت سے کھڑی ہوتی سلام جھاڑ گئی۔

"!!!یہ میرے بڑے بھائی ہیں داؤد کمال اور بھیا یہ ہے نوال"

وہ داؤد کمال کا تعارف نول سے کروا گیا تھا جس پر وہ محض سر ہلا گیا۔

"!!!بیٹھے نوال بیٹا مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے"

داؤد کمال اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا سنجیدگی سے بولا تو اس کی بات پر نوال سر ہلاتی واپس بیٹھ گئی جبکہ داؤد کمال بھی اس کے سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایگل داؤد کمال کے صوفے کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"مجھے میرا بھائی آپ کے متعلق سب کچھ بتا چکا ہے۔بات دراصل یہ ہے کہ یہاں میرا بھائی اکیلا رہتا ہے۔ایک اکیلے مرد کے ساتھ ہوں تنہا جوان لڑکی کا رہنا بالکل بھی جائز نہیں آپ یہ بات اچھے سے جانتی ہوں گی۔"

اس کی بات پر وہ بغور اسے دیکھنے لگی۔وہ ایک سانولی رنگت کا مگر بھرپور خوبصورت مرد تھا۔سب سے خوبصورت اس کی آواز تھی۔ سنجیدہ، پرسوز مگر سرد سی!!!!

"لیکن جب سے میں یہاں رہ رہی ہوں یہ تو یہاں پہ نہیں آئے۔یہ تو کہیں اور رہتے ہیں شاید!!!!"

اس کی بات پر ایگل دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"جی بالکل جب سے آپ یہاں موجود ہیں یہاں پہ واپس نہیں آیا کیونکہ اس یہاں پر آپ کے ساتھ اکیلے رکنا مناسب نہیں لگا لیکن وہ کب تک اپنے گھر سے دربدر رہو کر رہے گا۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نا!!!"

اس کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"تو پھر ٹھیک ہے اثپ ایسا کریں مجھے دارالامان میں یا کسی ہاسٹل میں چھوڑ دیں۔ اکیلی لڑکی کا ویسے بھی کون ہوتا ہے اس دنیا میں۔ کاش میرے ماں باپ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے جاتے!!!!"

وہ نظریں جھکاتی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتی بولی تو اس کے ٹشن دیکھ کر ایگل کو تو غش پڑنے لگے جبکہ داؤد اپنی بے ساختہ امڈنے والی مسکراہٹ دبا گیا۔

"نہیں بیٹا ایسے نہیں بولتے اور جہاں تک بات ہے دارلامان اور ہاسٹلز کی آپ اچھے سے دیکھ چکی ہیں کہ دارالامان اور ہاسٹلز میں کیا ہوتا ہے۔ کیا آپ ایسی جگہ پہ رہنا چاہیں گی جہاں پر آپ کی عزت ہی محفوظ نہ ہو!!!"

داؤد کمال کی بات پر وہ جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"پھر میں کیا کروں بھیا؟؟؟"

اس دفعہ وہ معصومیت سے داؤد کمال کو دیکھتی لاچاری سے بولی تو اس ڈرامہ باز لڑکی کی حرکتوں پر ایگل کا دل چاہا اس کی گردن مڑ کر رکھ دے۔

"دیکھیں بیٹا آپ کے پاس کوئی اور ٹھکانا نہیں اور یہاں پہ آپ بغیر کسی رشتے کے نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ کو یہاں پر رہنا ہے تو آپ کو یہاں کے مالک کے ساتھ مضبوط رشتہ استوار کرنا پڑے گا۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا جسے سمجھتی وہ اگلے ہی پل پر جوش ہو گئی۔

جی جی میں سمجھ گئی ہوں آپ کی بات بھیا ایسا کریں آپ ان کو میرا بھائی بنا دیں۔"
"!!!بہنیں تو بھائیوں کے گھر ہی سکتی ہیں نا

اس کی بات پر جہاں ہنسی ضبط کرنے کی صورت میں داؤد کمال کا چہرہ سرخ پڑا وہیں ایگل منہ بناتے ہوئے تند نظروں سے داؤد کمال کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہنا چاہ رہا ہو دیکھ لیں آپ کیا چیز ہے یہ بلا۔

داؤد کمال کے کہنے پر وہ اس کا سیاں بننے کو تیار بیٹھا تھا اور وہ تھی کہ اسے بھیا بنانے پر تلی تھی۔

ایسے ہی کہہ دینے سے کوئی بھائی نہیں بن جاتا. بھائی صرف وہی ہوتا ہے جس نے "ہماری ماں کے بطن سے جنم لیا ہو۔یوں ہی راہ چلتے کسی کو بھی بھائی نہیں بنایا کرتے کیونکہ ہم یہ نہیں جانتے کہ کون ہابیل ہے اور کون قابیل!!!"

اب کی دفعہ نوال بہت غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔ داؤد کمال کے لہجے اور الفاظ میں ایک خاص اثر رکھا تھا خدا نے جو اگلے کے دل پر فوراً اثر کرتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کی بات سمجھ گئی۔ بھیا نہیں بن سکتے تو سیاں ہی بنا دیں ویسے بھی یہ مجھے زوجہ بنانے پر تیار بیٹھے ہیں!!!"

وہ لاپرواہی سے بولتی شرمانے کی ایکٹنگ کرتی بولی تو داؤد کمال ہاتھوں کی مٹھی بناتا لبوں پر جما کر اپنی بے ساختہ امڈنے والی ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگا جبکہ اس کی بے باکی پر ایگل کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

گڈ میں بھی آپ کو یہی کہنا چاہ رہا تھا پر آپ کافی عقلمند ہیں جو میری بات میرے کہے بغیر ہی سمجھ گئیں !!! آپ تیاری کر لیں تھوڑی دیر تک قاضی صاحب اور گواہان کے موجودگی میں آپ دونوں کا نکاح کرا دیا جائے گا!!!"

داؤد کمال کی بات پر وہ ایک دم اچھل پڑی۔ داؤد حیرت سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا کہ اب وہ کیا کہنے جا رہی تھی۔

"ارے ایسے کیسے نکاح ہو جائے گا. نہ ہی میں نے سرخ جوڑا پہنا نہ ہی میں نے بھر بھر کر چوڑیاں پہنی اور نہ ہی ہار سنگھار کیا۔ ایسے بھی بھلا کوئی نکاح ہوتا ہے کیا؟؟ یہ سب تو ہونا چاہیے تھا آخر کو میرا پہلا پہلا نکاح ہو رہا ہے!!!"

وہ کمر پر دونوں ہاتھ ٹکاتی ایسی سنجیدگی سے بولی کہ ایگل سر پکڑ کر رہ گیا جب کہ داؤد کمال دھیرے سے ہنستا نفی میں سر ہلا گیا۔

آپ پریشان مت ہوں آپ کے ہار سنگھار کا سارا سامان کچھ دیر میں آپ کو مل جائے گا."

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نوال کے پاس آتا اس کے ہاتھ سر پر ہاتھ رکھتا نرمی سے بولا تو وہ پھر سے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کرتی اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی جبکہ اب کی دفعہ داؤد کمال کا قہقہہ بے ساختہ تھا.

اس نے ہنستے ہوئے ایگل کا چہرہ دیکھا جس کی شکل دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی رو دے گا۔

بھائی یہ کس بلا کو میرے گلے ڈال رہے ہیں کچھ تو خوف کریں مجھے معصوم پر ترس کھائیں!!!"

۔ وہ رونی صورت بنا کر بولا تو داؤد اس کے سر پر چپت رسید کر گیا

"تمہارے پاس محض آدھا گھنٹہ ہے اپنی ہونے والی زوجہ کے ہار سنگھار کا سارا سامان خرید کر لاؤ آخر کو پہلا پہلا نکاح ہو رہا ہے تم لوگوں کا!!!"

وہ شرارت سے بولا تو وہ بیچارا اشکایتی نظروں سے اسے دیکھتا گاڑی کی چابی پکڑ تا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس بلا کی ضرورت کا تمام سامان خرید تا اسے پکڑا گیا تو وہ خوشی خوشی دلہن بننے کی تیاری کرنے لگی اور پھر چند لمحوں میں ہی وہ نوال بخش سے نوال طالب کمال بن چکی تھی۔ طالب کمال عرف ایکل کی زوجہ!!!

وہ سامنے سے آتی گاڑی سے زوردار طریقے سے ٹکرائی اور اس کی چیخ فضا میں گونج اٹھی۔ گاڑی چلاتی عورت تیزی سے باہر آئی اور اسے دیکھنے لگی جو لہولہان ہوئی سڑک پر پڑی تھی۔

اس نے اپنے ڈرائیور کی مدد سے اسے گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال کی طرف چل دی۔

ایمان کو جس وقت ہوش آیا اس نے اپنے آپ کو ہسپتال کے کمرے میں پایا۔ اس کے بازو اور سر پر پٹی بندھی تھی جبکہ دائیں ٹانگ میں بھی بہت درد ہو رہا تھا۔

اس نے نظریں گھما کر دیکھا تو کمرے میں موجود واحد صوفے پر ایک ماڈرن سی عورت بیٹھی ہوئی موبائل پر مصروف تھی۔ شکل اور لباس سے وہ کسی اچھے اور امیر گھر کی معلوم ہو رہی تھی۔

اس کے نظریں خود پر محسوس کرتی وہ عورت ایک پل کے لیے نظریں اٹھا گئی تو ایمان کو خود کو دیکھتے ہوئے پا کر تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتی اس کی طرف بڑھی۔

"کیسی ہو بیٹا زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟؟ کیا میں ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

وہ ایمان کا چہرہ تھپتھپاتی نرمی سے بولی تو ایمان نفی میں سر ہلا گئی البتہ انکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ قسمت نے اسے کس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا!!!

"آپ اتنی رات کو اکیلی باہر کیا کر رہی تھی؟ آپ کے گھر والے کہاں ہیں؟؟"

وہ نرمی سے ایمان سے مستفسر ہوئی۔

"میرا کوئی گھر نہیں ہے انٹی!!! میں یتیم ہوں اور اس پرائے ملک میں بالکل تنہا!!!"

وہ غمزدہ سی ہوتی دردناک آواز میں بولی تو وہ عورت اس سے افسوس کرنے لگی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا تم آج کے بعد خود کو تنہا مت سمجھنا بلکہ تم مجھے ہی اپنا سب کچھ سمجھو !!!"

اس کی بات پر ایمان نہ سمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہم پیدائشی طور پر پاکستانی ہیں لیکن شادی کے بعد میں اپنے شوہر کے ساتھ یہاں شفٹ ہو گئی۔ میری دونوں بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور میں اور میرے شوہر یہاں اکیلے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنے ماں باپ سمجھو تمہیں بیٹی بنا کر اپنے ساتھ رکھوں گی میں پریشان نہیں ہو!!!"

اس کی بات پر ایمان بھی یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ کیا وہ سچ کہہ رہی تھی؟ کیا واقعی ایمان کو اس پرائے ملک میں سر چھپانے اور عزت بچانے کے لیے کوئی ٹھکانہ مل چکا تھا!!!

شام تک ڈاکٹر نے انہیں ڈسچارج کر دیا تو وہ عورت جس کا نام کشمالہ تھا وہ اسے اپنے ساتھ اپنے بنگلے پر لے ائی۔

یہاں سے شروع ہو رہا تھا ایمان احمد کی زندگی کا ایک نیا باب۔

وہ اندھیرے کمرے میں بے جان سارا کینگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ تاریک کمرہ سگرٹ کے دھوئیں سے بھرا پڑا تھا۔

اسے پورا ہفتہ گزر چکا تھا ایمان کو ڈھونڈتے۔ایسا کوئی کونا نہ تھا اٹلی کا جسے باسط درانی نے نہ چھان مارا ہو۔نہ جانے اسے زمین نگل گئی تھی یا اسمان پر ایمان احمد ایک دم ہی جیسے منظر سے غائب سی ہو گئی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح دن رات ایک کر کے اسے ڈھونڈ تا رہا تھا لیکن وہ تھی کہ ایسی غائب ہوئی کہ کہیں ملی ہی نہ کہیں دکھی ہی نہ باسط درانی کو یوں لگا جیسے زندگی ایک دم ہی اس سے روٹھ گئی ہو۔

وہ اپنی قسمت سے بہت نالاں تھا۔پانچ سال!!! پورے پانچ سال باسی دورانی نے اس کی جدائی میں کاٹے تھے۔جب وہ صبر کرنے لگا تو وہ دوبارہ اس کی زندگی میں اگئی اور جب اس نے دوبارہ سے جینا سیکھ لیا تو وہ پھر ایک دم غائب ہو گئی!!!

باسط دورانی کو لگا وہ اب زندگی بھر کبھی ایمان احمد کو دیکھ نہ پائے گا۔اس کی انکھیں ہوں ہی اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہی ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گی۔

"نہیں ایمان احمد اس دفعہ نہیں!!! کہاں لکھا ہے کہ تم ہر دفعہ بھاگتی رہو مجھے دھوکہ دیتی رہو اور میں یوں ہی بیٹھ کے روتا رہوں۔اس دفعہ نہیں!!! اس دفعہ اگر تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈنا پڑا تو میں ڈھونڈ نکالوں گا تمہیں۔اب تک تم نے صرف باسط درانی کی محبت دیکھی تھی۔اب اس کی نفرت دیکھنے کے لیے بھی تیار رہو۔"

اس کے لہجے میں ایک عزم تھا!!!!!

وہ ہسپتال تک گاڑی کیسے چلا کر آیا تھا یا وہ جانتا تھا یا اس کا خدا!!! پورے راستے وہ وقفے سے ادم کمال کو آوازیں دیتا آیا تھا لیکن اس نے اس کی ایک پکار پر بھی جواب نہ دیا۔

گاڑی ہاسپٹل کے باہر رکی تو وہ تیزی سے وارڈ بوائز کی مدد سے آدم کمال کو سٹریچر پہ ڈالتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔اس کی حالت دیکھتے ہی ڈاکٹر سے اپریشن تھیٹر لے گئے۔

داؤد کمال کے ہاتھ زندگی میں پہلے مرتبہ کانپے تھے۔کانپتے ہاتھوں سے اس نے طالب کمال کو کال ملائی اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔اس نے کسی اور کو کال نہیں کی کیونکہ جانتا تھا طالب ساری ذمہ داری پورے طریقے سے نبھالے گا۔

وہ نڈھال سا آپریشن تھیٹر کے باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

اندر موجود شخص جو زندگی اور موت کے درمیان ڈول رہا تھا وہ صرف اس کا بھائی نہیں بلکہ اس کی جان تھا۔داؤد کمال کو اپنے تینوں بھائی اور بہن (زونی) اپنی اولاد کی طرح عزیز تھے۔

اس نے باپ بن کر ان سب کو پالا تھا اور ایک باپ کہاں اپنی اولاد کی ایسی حالت دیکھ سکتا ہے۔

تھوڑی دیر کے گزری تھی جب اسے طالب کمال اور اشعر کمال دونوں پریشان چہروں سے وہاں اتے دکھائی دیے۔

طالب کمال نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گھر کی خواتین کو ابھی تک اس خبر سے اگاہ نہیں کیا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا بھیا؟ آدم بھیا کیسے ہیں؟ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر؟؟"

طالب کمال داؤد کے پاس اتا بے چینی سے ادم کمال کے متعلق پوچھنے لگا.

وہ ٹھیک نہیں ہے طالب!!!وہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے!!! اسے دو گولیاں لگی ہیں"
ایک سینے پر اور دوسری سر میں!!!"

وہ اپنا دل مضبوط کیے اسے سچائی سے اگاہ کرتا بولا تو اس کی بات سنتے دونوں بھائی تکلیف سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے. دماغ میں گولی لگنے کا مطلب وہ دونوں اچھے سے سمجھتے تھے.

بغیر ایک لفظ بھی مزید بولے وہ تینوں چپ چاپ وہیں کھڑے اپریشن کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

دو گھنٹوں کے جان لیوا انتظار کے بعد ڈاکٹرز اپریشن تھیٹر سے باہر نکلتے دکھائی دیے تو وہ تینوں بھائی تیزی سے ڈاکٹرز کی طرف لپکے۔

"ڈاکٹر میرا بھائی کیسا ہے اب؟؟؟"

داؤد کمال سینیئر ڈاکٹر کو دیکھتا مستفسر ہوا تو ڈاکٹر باری باری ان تینوں بھائیوں کا چہرہ دیکھنے لگا۔

میں آپ کو کوئی جھوٹی امید نہیں تھماؤں گا ایڈوکیٹ صاحب!!! ہم نے ان کے " سینے میں موجود گولی تو نکال دی ہے مگر سر میں موجود گولی نکالنے میں بہت خطرہ ہے۔ گولی بالکل دماغ کے قریب لگی ہے۔ فلحال وہ ہوش میں آ چکے ہیں۔ اب تھوڑی دیر کے لیے ان سے مل سکتے ہیں اس کے بعد ہمیں دوسرا آپریشن شروع کرنا ہے۔ ان دونوں میں سے اشعر کون ہے؟؟ پیشنٹ اشعر کمال سے ملنا چاہتے ہیں!!! اس لیے بہتر ہے کہ پہلے اپ ان کو اندر بھیجیں اور کوشش کریے گا کہ وہ زیادہ بات مت کریں وہ ابھی نیم غنودگی میں ہے اب جلدی سے بات کر لیں پھر ہمیں ان کا دوسرا اپریشن شروع کرنا ہے!!!"

ڈاکٹر سنجیدگی سے کہتا اپنی ٹیم کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا تو اشعر کمال دونوں بڑے بھائیوں کو ایک نظر دیکھتا تھکے قدموں سے اپریشن تھیٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں پہ آدم کمال موجود تھا۔

وہ سرخ انکھوں اور غمزدہ چہرے سے دھیمے قدم اٹھاتا اپریشن تھیٹر میں داخل ہوا تو سامنے ہی اس کا جان سے عزیز بھائی انکھیں مندے پڑا تھا۔چہرے کی رنگت خون نچڑنے کی وجہ سے سفید پڑ گئی تھی جبکہ چند ہی گھنٹوں میں انکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔

وہ اپنے آنسو پیتا ادم کمال کے بالکل قریب جا کھڑا ہوا تو اس کی آہٹ محسوس کرتے آدم کمال نے دھیرے سے انکھیں کھول لیں۔

"تم میرے بہت پیارے بھائی ہو!! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں جو کہہ رہا ہوں بہت غور سے سننا!!!"

وہ آکسیجن پمپ منہ سے اتار کر الجھی ہوئی سانسوں سے اٹکتے ہوئے بولا تو اشعر کمال غمزدہ چہرے سے اس کی فریاد سننے لگا۔ جیسے جیسے وہ سنتا جارہا تھا اس کی انکھیں مزید سرخ ہوتی جارہی تھی۔

ٹھیک 10 منٹ کے بعد وہ اپریشن تھیٹر سے باہر نکلا اور بغیر اپنے دونوں بھائیوں پر ایک بھی نظر ڈالے ہسپتال سے نکلتا چلا گیا۔ طالب اور داؤد کمال نے پریشانی سے اس کی پشت کو تکا اور پھر دونوں بھائی آپریشن تھیٹر کے اندر چل دیے۔

تھوڑی دیر گزر جانے کے بعد اپریشن تھیٹر کا دروازہ دوبارہ کھلا تو داؤد کمال اور طالب کمال دونوں نے سر موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو اشعر کمال کمرے میں داخل ہو رہا تھا اور اس کی پیچھے ہی سرخ اور سوجی ہوئی انکھوں والی زونیا جمال!!!

"کیا اپ سب صرف پانچ منٹ کے لیے مجھے اور زونیا کو اکیلے چھوڑ سکتے ہیں؟؟"

طالب کمال کے بولنے کی دیر تھی کہ سب سے پہلے اشعر کمال تیزی سے وہاں سے نکلا اور اس کے پیچھے ہی زونیا پر ایک اخری نگاہ ڈالتے داؤد کمال اور طالب کمال!!!

ان دونوں کے نکل جانے کے بعد آدم کمال نے تکلیف سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو اس کے لیے سراپہ محبت تھی۔ہاں زونیا جمال آدم کمال کے دل میں دھڑکنوں کی طرح بستی تھی!!!

آدم کمال کو زونیا جمال سے بے تحاشہ محبت تھی لیکن یہ محبت اس محبت کا مقابلہ نہ کر پائی جو آدم کمال کو اشعر کمال سے تھی۔ہاں وہ جانتا تھا کہ عشر کمال زونیا جمال کو عشق کرنے کی حد تک چاہتا ہے۔

کتنی عجیب بات تھی نا کہ وہ دونوں بھائی!!! ایک دوسرے کو جان سے عزیز بھائی ایک ہی لڑکی کی محبت میں گرفتار تھے اور اس سچ کو دونوں ہی جانتے تھے!!! اس راز سے دونوں ہی آشنا تھے پر دونوں کی محبت ہی حاصل کی طلب سے پاک تھی۔

اشعر کمال جانتا تھا کہ زونیا جمال آدم کمال کی دیوانی ہے!! اس لیے اشعر کمال نے اپنی محبت ہمیشہ کے لیے اپنے دل میں ہی دفن کر دی زونیا جمال کی خوشی کی خاطر اس نے اپنی محبت قربان کر دی.

آدم کمال جانتا تھا کہ اشعر کمال زونیا جمال سے عشق کرتا ہے. وہ خود بھی زونیا کو پاگل پن کی حد تک چاہتا تھا لیکن جب اظہار کا وقت آیا تو اسے اشعر کمال کی محبت کا ادراک ہو گیا اور آدم کمال نے وہیں اپنے قدم روک لیے. محبوبہ کی طرف بڑھتے قدموں کو بھائی کی محبت نے زنجیریں ڈال کر روک دیا!!!

"زونیا یہاں میرے پاس آؤ!!"

آدم کمال اس کے ساکت وجود کی طرف دیکھتا بولا تو زونیا فوراً اس کے حکم کی پیروی کرتی اس کے بالکل قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"زونیا جمال کتنی محبت کرتی ہو تم آدم کمال سے؟؟"

اس کے سوال پر زونیا جمال نے شکوہ کرتی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ تم نہیں جانتے اس سوال کا جواب.

"مجھے تاثرات نہیں الفاظ چاہیے زونیا!!!"

وہ تکلیف بھرے لہجے میں بولا تو زونیا اپنی نظریں اس کے چہرے پر جما گئی.

"بغیر کوئی سوال کیے آپ کی خاطر خوشی خوشی جان بھی دے سکتی ہوں!!!"

زونیا کے اس ایک جملے نے جیسے آدم کمال کو خوشنودی کی نوید سنائی تھی.

پھر بغیر کوئی سوال کیے مرنے سے پہلے مجھ پر احسان کردو زونیا!!! میری آخری" خواہش پوری کردو!!! میں اچھے سے جانتا ہوں میرے پاس وقت نہیں ہے شاید کچھ لمحے ہی باقی بچے ہیں بس۔ کیا تم ایک مرتے شخص کی خواہش پوری کروگی زونیا؟؟ "بغیر کوئی سوال کیے!! کیا تم تیار ہو اپنی محبت کا امتحان دینے کے لیے؟؟

آدم کمال کے سوال پر وہ سپاٹ چہرے سمیت محض سر ہلا گئی۔

"جاؤ جاکر سب کو بلا کر لاؤ!!!"

وہ خراب ہوتی سانسوں سمیت بولا تو زونیا کسے بے جان شے کی طرح اس کی حکم پر سر ہلاتی باہر کی طرف چل دی.

اگلے ہی لمحے تمام افراد کمرے میں موجود تھے. فار اکمال اور زلیخہ بھی ان کے ساتھ موجود تھے. فار اکمال روتی ہوئی تیزی سے آدم کی طرف بڑھ کر اسی لپٹ گئی۔

وہاں موجود ہر فرد جانتا تھا کہ آدم کمال سے فارہ کمال کی محبت بے مثال تھی۔اپنی ۔ تمام اولاد میں ادم کمال انہیں سب سے زیادہ عزیز تھا

"اشعر کیا تم تیار ہو؟؟"

آدم کمال کی بات پر اشعر کمال سرخ انکھیں زمین پر جما گیا. اگلے ہی لمحے اس نے جیب میں بڑا موبائل نکالا اور کسی نمبر پر کال کی دو منٹ ہی گزرے تھے جب تین چار افراد کمرے میں داخل ہوئے.

"ممی!! داؤد!!! پلیز کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ جو کچھ ہو رہا ہے میری مرضی پر ہو رہا ہے اور اسے میری آخری خواہش سمجھ لیں۔ طالب مولوی صاحب کو بولو نکاح شروع کریں!!!"

اس کی بات پر طالب نے آگے بڑھ کر اشعر اور زونیا کو کمرے میں موجود واحد صوفے پر بٹھایا اور مولوی صاحب کو اشارہ کیا. اس کا اشارہ پاتے ہی مولوی صاحب نے سامنے بیٹھی دونوں زندہ لاشوں کو چند لمحوں میں ہی نکاح کے بندھن میں باندھ دیا.

نکاح ہوتے ہی مولوی اور گواہان باہر نکل گئے. کمرے میں سکتا چھایا ہوا تھا وہاں موجود ہر فرد خود کو سب سے زیادہ بے بس محسوس کر رہا تھا. جہاں بھائیوں کے چہروں پر کرب اور انکھیں نم تھی وہیں فارا کمال پھوٹ پھوٹ کر رو دی.

"داؤد ڈاکٹر کو بلائیں دیکھیں ان کی سانسیں خراب ہو رہی ہیں!!!"

ذلیخا آدم کمال کی سانسیں بھی کرتے تھے داؤد سے بولی تو وہ تیزی سے ڈاکٹر کو بلانے باہر کی طرف بھاگا.

ڈاکٹر زانے کے فورا بعد ان سب کو کمرے سے باہر نکال چکے تھے.

وہ سب آپریشن تھیٹر کے باہر بے جان سے کھڑے تھے. دو منٹ گزرنے کے بعد ہی ڈاکٹر سرد چہرہ لیے باہر نکلا تو اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے وہ تینوں بھائی خوفزدہ ہوئے تھے.

"ائی ایم سوری ہی از نو مور!!! اپریشن کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ گولی بہت نازک جگہ پر لگی تھی پر موت نے انہیں چند لمحوں کی مہلت دے دی ائی ایم سوری!!!"

ڈاکٹر کے منہ سے نکلے الفاظ کمال ہاؤس کے افراد پر قیامت برپا کر گئے تھے۔ اگلے ہی پر وہ سب بے یقین ہوتے آپریشن تھیٹر کی طرف دوڑے تھے جہاں پر ان کا جان سے عزیز آدم کمال ہمیشہ کے لیے اپنی انکھیں بند کر چکا تھا۔

داؤد کمال نے لرزتے ہاتھوں سے آدم کمال کے چہرے سے سفید چادر ہٹائی۔ وہ مضبوط مرد اگلے ہی پل بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا.

وہ داؤد کمال جو باپ کے مرنے پر بھی نہ رویا تھا وہ جان سے عزیز بھائی کے مرنے پر بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ اشعر اور طالب بھی ایک دوسرے کے گلے سے لگے انسو بہا رہے تھے جبکہ ذلیخہ چیختی چلاتی فارا کمال کو زبردستی اپنے گلے سے لگائے ان کا غم غلط کرنے میں مصروف تھی۔ صرف ایک زونیا تھی جو خشک انکھوں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ ایک طرف کھڑی تھی۔ ادم کمال کی محبت میں آہیں بھرنے والی زونیا جمال نے آدم کمال کی موت پر ایک انسو بھی نہ بہایا تھا۔

آدم کمال زونیا جمال کی محبت اپنے دل میں ہی دفن کیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

کچھ لوگوں کے نصیب میں محبت کہیں نہیں لکھی ہوتی اور آدم کمال بھی ان بد نصیب لوگوں میں سے ایک تھا۔

اور پھر اس خوبصورت مگر مغرور شہزادے کے جنازے پر ایک دنیا نے اس کے اونچے لمبے مضبوط بھائیوں کو اس کی میت کو کندھا دیتے چھوٹے بچوں کی طرح روتے دیکھا تھا ۔

ایسی جوان موت پر ہر آنکھ ہی اشکبار تھی فقط ایک شخص کی انکھیں ہر تاثر اور آنسوؤں سے پاک تھیں اور وہ تھی زونیا جمال کی انکھیں !!!

وہ زونیا جمال جو آدم کمال کی محبت کا امتحان دیتے زونیا اشعر کمال بن چکی تھی

آدم کمال کی موت کو تین دن گزر چکے تھے۔اس کی موت کے بعد سے کمال ہاؤس میں ایسا سکتہ چھایا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی بستا ہی نہیں۔

۔ داؤد کمال گم سم سا سٹڈی میں بیٹھا تھا جب ایک دم ذلیخہ ہانپتی ہوئی وہاں آئی

"داؤد!!! جلدی چلیں دیکھیں ممی کو کیا ہو گیا ہے"

اس کی بات پر داؤد ایک سے دم اپنی جگہ سے اٹھا۔

"کیا ہوا ممی کو وہ ٹھیک تو ہے نا؟؟؟"

وہ زلیخا سے سوال کرتا ہوا بغیر اس کے جواب کا انتظار کیے تیزی سے کمرے سے باہر نکلتے فار اکمال کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ان کے کمرے میں داخل ہوا تو فار اکمال بیڈ پر بے ہوش پڑی تھی۔

اس نے ان کے گال تھپتھپا کر انہیں ہوش دلانے کی کوشش کی پر وہ ویسے ہی بے سدھ پڑی تھی۔ داؤد کمال انہیں بازوں میں تھامتا تیزی سے باہر نکلا زلیخا نے آگے بڑھتے اس کی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ انہیں بیک زیڈ پر لٹاتے وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا تو ذلیخہ پیچھے بیٹھتے ان کا سارا گود میں رکھ گئی۔ ان دونوں کے درمیان جو بھی معاملات تھے پر اس وقت ذلیخا ان کا سفید پڑتا چہرہ اور بے سدھ حالت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کی وجہ پریشانی بتائی تھی۔ ڈرپ لگنے کے بعد انہیں ہوش آیا تو پھر سے رونے لگی۔ ان کا آدم کمال اس دنیا میں نہیں رہا تھا وہ کیسے صبر کر سکتی تھی۔

ممی پلیز آپ پریشان مت ہوں!!! اللہ کی امانت تھی اللہ نے واپس لے لی۔ آپ اس کی اسانی کے لیے دعا کریں کہ اللہ اس کی منزلیں اسان کرے۔ رو کر اس کی روح کو تکلیف مت دیں!!!"

داؤد ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر نرمی سے بولا تو فارا کمال اس کی بات سن کر ایک دم اس کے ہاتھ جھٹک گئی۔

"ہاں تمہیں کیا دکھ ہو گا تم سوتیلے تھے سوتیلے ہو اور سوتیلے ہی رہو گے۔ تم کیسے میرا دکھ جان سکتے ہو؟؟ وہ میری اولاد تھا میری اپنی سگی اولاد!!! تمہارا تو وہ سوتیلا بھائی تھا نا تم تو بہت خوش ہو گے اس کی موت سے!!!

فاراکمال کے الفاظ داؤد کے سینے میں تیز دھاری خنجر کی طرح پیوست ہو رہے تھے۔ وہ بے یقین سال بیٹھا تھا کہ یہ الفاظ فاراکمال نے ادا کیے تھے وہ بھی داؤد کمال کے لیے۔اس کی انکھوں میں سرخی کی لہر دوڑ گئی۔

ممی پلیز اپنے الفاظ پہ غور کریں۔ آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ داؤد کمال نے سگا سو" تیلا چھوڑ ایک باپ بن کر اپنے بھائیوں کو پالا ہے انہیں محبت دی ہے۔ آپ کیسے "داؤد کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر سکتی ہیں آپ کو ذرا بھی۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ تیش میں اپنا جملہ مکمل کرتی داؤد اسے کڑی نظروں سے دیکھتا کچھ بھی بولنے سے منع کر گیا زلیخہ صبر کرتی اپنے لب سی گئی ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے داؤد کو ایسے الفاظ بولنے والی اس عورت کو اچھی کھری سنا دے۔ وہ عورت ماں کہلانے کے لائق تھی ہی نہیں۔اس کا احساس زلیخہ کو پہلے دن سے ہی ہو گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں اس وقت آپ پریشان ہیں۔ بہت زیادہ پریشان ہیں پر پلیز تھوڑی ہمت کریں اور صبر سے کام لیں!!!"

وہ خود پر ضبط کرتا نظریں جھکاتے نرمی سے بولا اور اگلے ہی پل فارا کمال کو سہارا دے کر اٹھانے لگا۔ ان کی ڈرپ ختم ہو چکی تھی اور اب انہیں گھر واپس لوٹنا تھا۔

واپسی کا راستہ بالکل خاموشی سے کٹا تھا۔ جیسے ہی وہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو اشعر اور طالب دونوں بھائی بے چینی سے وہاں بیٹھے ان کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ فارا کمال کو دیکھتے دونوں بھائی ان کی طرف لپکے۔ داؤد کمال نے فارا کمال کو چھوڑا تو دونوں بھائی انہیں دائیں بائیں سے تھام گئے۔

"کیا ہوا امی آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے نا؟؟ آئیں آپ یہاں بیٹھیں!!!!"

طالب کمال بے چینی سے کہتا انھیں سہارا دیتے صوفی پر بٹھا گیا۔اشعر ان کا ہاتھ تھام کر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔وہ لوگ ایک قیمتی جان کو کھو چکے تھے دوسری کو کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔

ان کی آوازیں سن کر آج تین دن بعد زونیا بھی کمرے سے نکل کر وہاں اگئ تھی۔ پچھلے تین دن سے اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا نہ خود باہر آرہی تھی نہ کسی اور کو کمرے میں داخل ہونے دے رہی تھی۔

اب تو اس کو کمرے سے باہر آنا ہی تھا اخر کار فار اکمال نے بچپن سے اسے ایک ماں کی طرح ہی پالا تھا۔

وہ فار اکمال کا حال دریافت کرتی وہیں ان کی گود میں سر رکھ کر نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

اشعر کمال نے اذیت سے اپنی دوست پلس محبت کی جانب دیکھا جو اس سے ایسے انجان بن گئی تھی جیسے جانتی ہی نہ ہو۔ یہ چیز حشر کمال کو کتنی تکلیف دے رہی تھی وہی جانتا تھا۔

"میں فریش ہو جاؤں۔"

داؤد سب پر ایک نظر ڈالتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ زلیخہ بھی اگلے ہی لمحے اس کے پیچھے چل دی۔

وہ کمرے میں آئی تو اس کی توقع کے عین مطابق داؤد کمال اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

وہ اس کے نزدیک بیٹھتی اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ دھر گئی۔ داؤد نے چہرہ اٹھاتے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا اور اگلے ہی پل اس کے کندھے پر سر رکھ گیا۔

زلیخہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں کو سہلانے لگی۔

"ایسے سوچ سوچ کر خود کو اذیت مت دیں داؤد!!!"

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتی نرمی اور محبت سے بولی تو داؤد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"اس سے بڑھ کر اور کیا اذیت ہو گی کہ آپ کے اپنے بھی آپ کو اپنے نہ لگیں!!!!"

وہ سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا لیکن اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے لہجے میں بھی گہرے دکھ کی چھاپ تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں داؤد ممی کی تو عادت ہے اپنے الفاظ سے دوسروں کو تکلیف دینا!!!"

اس کی بات پر داؤد اس کے ہاتھ کو اپنے سر سے ہٹاتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"زلیخا وہ میری ماں ہے۔ سوتیلی تو میں نے کبھی سمجھا ہی نہیں انہیں۔ شاید میری سگی ماں اگر زندہ ہوتی تو میں ان کو اتنی محبت اور عزت نہ دیتا جتنی میں نے ممی کو دی ہے۔ میں نے ابھی بھی ان کی بات کا برا نہیں مانا۔ وہ اس وقت گہرے دکھ میں ہیں اور دکھ میں انسان کیا بولتا ہے یہ پتہ نہیں چلتا اسے."

اس کی بات پر زلیخہ افسوس سے سر ہلا گئی۔

"میں نے زندگی میں بہت زیادہ مشکلات دیکھی ہیں پر اس کے انعام کے طور پر مجھے تم ملی ہو اور میں بہت سکون اور اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ کوئی تو ہے میرا اپنا!!!"

وہ محبت بھرے لہجے میں بولتا زلیخہ کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر اپنے لبوں سے لگا گیا اور اس کی بات پر زلیخہ مسکرا بھی نہ پائی۔ دل جیسے ایک دم ویران سا ہوا تھا۔

گھبراہٹ ایک دم حد سے سوا ہوئی تو ایک دم وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں کچن کا چکر لگا آؤں۔ تھوڑی دیر ریسٹ کر لیں آپ!!"

۔ وہ داؤد سے کہتی بغیر اس کے جواب کا انتظار کیے کمرے سے نکل گئی

داؤد کچھ سوچتے ہوئے خود بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔اس کا رخ لاؤنج کی جانب تھا جہاں پر سب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا فارا کمال اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔زونیا بھی وہاں سے اٹھتی وہاں سے جانے کے چکر میں تھی جب داؤد کمال اسے روک گیا۔

"زونیا بیٹا بات سنیں!!!"

وہ زونیا کو دیکھتا بولا تو اس کی بات پر زونیا ایک دم اپنی جگہ پر رک گئی۔

"اشعر یہاں آؤ!!!"

وہ صوفے پر بیٹھے اشعر سے بولا تو اشعر اس کے حکم کی تعمیل کرتا اس کے نزدیک چلا آیا۔

"زونیا کو اپنے کمرے میں لے جاؤ آج سے یہ وہیں رہیں گی اپنے شوہر کے ساتھ۔"

داؤد کی بات پر دونوں نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ ایک کی آنکھوں میں حیرت تھی اور دوسری کی انکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ بے یقینی اور

اذیت بھی پر اصل حیرت اشر کمال کو تب ہوئی جب وہ بغیر ایک بھی لفظ بولے خود ہی اشعر کے کمرے کی طرف چل دی۔اس کے جانے کے بعد وہ سوالیہ نظر سے داؤد کی جانب دیکھنے لگا۔

بھائی آپ نے ایسا کیوں کیا؟؟ جانتے ہیں نا وہ کتنی اذیت میں ہیں ابھی اوپر سے "آپ کا یہ فیصلہ!!!"

اس کی بات پر داؤد کمال غور سے اشعر کی طرف دیکھنے لگا جس کی ہر انداز سے بے چینی چھلک رہی تھی۔

یہ قدم میں نے اسے اس اذیت سے نکالنے کے لیے ہی اٹھایا ہے۔تم اس کے شوہر ہو اشعر اور تمہیں ہی اب اپنی بیوی کو اذیت سے نکال کر اسے سکون فراہم کرنا ہے اور میں اچھے سے جانتا ہوں تم یہ کر سکتے ہو!!! میرے فیصلے پر بھروسہ رکھو اور اب "جاؤ اس کے پاس!!!"

داؤد کی بات پر اشعر لب بھینچتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اس کے قدموں سے شکست کی صاف چھلک رہی تھی۔

اس کے جانے کے بعد داؤد صوفے پر بیٹھے طالب کی طرف بڑھا جو آنکھیں موندے سر صوفے کی پشت سے لگائے نیم دراز تھا۔داؤد اس کی قریب آکر بیٹھا تو طالب بھی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"اگر تم بھول گئے ہو تو میں یاد دلا دوں کہ تمہاری بھی ایک عدد زوجہ ہے جسے پچھلے تین دنوں سے اکیلے فلیٹ پر چھوڑا ہوا ہے تم نے!!!"

اس کی بات پر طالب نے اتنے بری شکل بنائی جتنی بنا سکتا تھا۔

"بہت اچھے سے یاد ہے مجھے وہ بلا جو آپ نے میرے سر ڈال دی ہے لیکن میرے لیے اتنی اہم نہیں ہوئی کہ میں اپنے اتنے بڑے دکھ کو بلا کر اس کے پاس چل دوں!!!"

وہ بیزاری سے بولا تو داؤد اس کی بات پر اپنی پیشانی مسل کر رہ گیا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس کس کو سنبھالے یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔

"میری بات غور سے سنو طالب وہ لڑکی اب تمہاری بیوی ہے۔تمہاری ذمہ داری ہے اور پچھلے تین دن سے وہ اس فلیٹ میں اکیلی رہ رہی ہے تو اس کے پاس جاؤ اور پتہ کرو کہ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ؟؟ تم اس کے شوہر ہو تو اس کا خیال رکھنا اب تم پر فرض ہے۔اب جاؤ اس کے پاس وقت ضائع مت کرو کیا پتہ وہ اکیلی ڈر رہی ہو!!!"

اس کے اخر کے الفاظ پر طالب انکھیں گھما کے رہ گیا۔

وہ نوال ہے وہ ڈرتی نہیں بلکہ ڈرانے پر یقین رکھتی ہے. دکھنے میں تو نازک سی ہے" لیکن ہمت اس میں پورے مردوں والی ہے اس لیے اس کے ڈر کی فکر تو چھوڑ ہی دیں آپ!!!"

وہ لاپرواہی سے بولا تو اگلے ہی پل داؤد اس کے بازو کو اپنے ہاتھ میں جکڑتا اسے صوفے سے اٹھا گیا

جتنی بھی بہادر سہی لیکن وہ ہے تو ایک لڑکی ہی اور اس کے سینے میں بھی لڑکیوں" والا نازک دل ہی دفن ہے۔اب جاؤ وقت ضائع مت کرو!!!"

داؤد اسے بولتا اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف جانے کا اشارہ کرنے لگا تو طالب کمال بھی بے بس ہوتا وہاں سے نکل گیا۔ آخر وہ کیسے داؤد کمال کی بات ہوٹال سکتا تھا وہ ان کے باپ کی جگہ تھا اور اس کا حکم سب کے لیے اول ترجیح رکھتا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی زونیا بیڈ کے وسط میں گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ اسے اپنے کمرے میں دیکھتے اس کی حیثیت کو سوچتے اشعر کمال کا دل ایک پل کے لیے زوروں سے دھڑکا ضرور تھا۔ زونیا جمال کے لیے جو کہ اب زونیا اشعر کمال بن چکی تھی لیکن کس شخص کی بدولت بنی تھی یہ سوچ کر اشعر کا دل ایک بار پھر سے ڈوب گیا۔ اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔ ایسا کبھی نہیں چاہا تھا اس نے کہ وہ زونیا کی محبت کو پاتے ہوئے بھائی کو ہی کھو دے۔ وہ بھائی جو اسے جان سے عزیز تھا۔ وہ بھائی جس کی محبت کی خاطر اس نے اپنے عشق کی قربانی دینے کو ترجیح دی تھی۔ آدم کمال کا دکھ وہ دکھ تھا جو شاید ہمیشہ ان سب کی زندگی میں رہنا تھا۔

وہ خود کو کمپوز کرتا زونیا کی طرف بڑھا۔ بیڈ کی طرف جاتے وہ بالکل زونیا کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔

"زونی!!!"

اشعر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے دھیرے سے پکارا تو وہ گھٹنوں سے سر اٹھاتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔اس کی انکھوں میں تیرتے سرخ ڈوروں کو دیکھ کر اشعر تڑپ اٹھا۔

تم چاہو تو میرے کندھے پر سر رکھ کر رو سکتی ہو۔میرا کندھا آج بھی حاضر ہے "
"زونیا!!! تم اپنے سب سے اچھے دوست کے ساتھ اپنا غم بانٹ سکتی ہو

اس کی بات پر زونیا نے ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر واپس اپنا چہرہ موڑ گئی۔چہرہ اب بھی بالکل سپاٹ تھا ہر تاثر سے پاک۔

زونیا اتنی کمزور نہیں کہ کسی بے وفا کے لیے روتی پھرے۔میں غیروں کے لیے "
"آنسو نہیں بہایا کرتی اشعر اور اس بات سے تم اچھے سے واقف ہو!!!"

اس کی بات پر اشعر تڑپ کر رہ گیا۔

وہ کوئی غیر نہیں آدم کمال تھا زونیا!!! بھیا کے متعلق ایسے کیسے کہہ سکتی ہو تم؟؟ "
"اتنی سخت کیسے ہو سکتی ہو زونیا تم؟؟ تمہارا دل تو اتنا سخت کبھی نہیں رہا!!!"

اشعر کے الفاظ کے ساتھ اس کے لہجے میں بھی افسوس ہی افسوس تھا۔

پہلے انکھیں دریا بن کر بہتی ہیں پر جب کسی کو فرق نہیں پڑتا تو انہی آنکھوں کا پانی"
دل پر گر کر اسے پتھر بنا ڈالتا ہے اور پھر اس پتھر پر کسی بھی چیز سے کوئی فرق نہیں
"پڑتا!!!"

یہ کہتی وہ واپس اپنی پہلی والی پوزیشن میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر اسے یوں ہی دیکھنے کے بعد اشعر کمرے سے نکل گیا۔

دس منٹ کے بعد اس کی کمرے میں واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے موجود تھی جسے وہ زونیا کے سامنے رکھتا خود بھی دوسری طرف بیٹھ گیا۔

"ہم انسان ہیں زونیا اور انسانوں کو زندہ رہنے کے لیے کھانا ہی پڑتا ہے۔ غم کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں لیکن بھوک ایک اٹل حقیقت ہے۔ ہمیں اپنے بھوک مٹانے کا انتظام کرنا ہی پڑتا ہے۔ بغیر ضد کیے چپ چاپ کھانا کھالو مجھے بھی بہت بھوک لگ رہی ہے."

نہ جانے اس کے انداز میں ایسا کیا تھا کہ زونیا انکار کے لیے ایک لفظ بھی ادا کر سکی اور چپ چاپ ہاتھ بڑھا کر کھانا کھانے لگی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دکھانے کی خاطر خاموشی سے چندت لقمے زہر مار کیے اور پھر تو دونوں نے ہی ہاتھ کھینچ لیا۔ اشعر برتن اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زونیا پیچھے کو گرتی بازو اپنے آنکھوں پر رکھ گئی۔نہ جانے زندگی کون سی کروٹ لینے والی تھی اب۔یوں ہی سوچتے سوچتے وہ کب نیند کی وادیوں میں تو اسے پتہ ہی نہ چل سکا

اشعر واپس کمرے میں داخل ہوا تو زونیا سو رہی تھی۔
وہ دھیرے سے دروازہ بند کر تا بغیر کوئی بھی آواز پیدا کیے اس کے پہلو میں ہی نیم دراز ہو گیا پر انکھوں سے نیند کوسوں دور تھی

داؤد کمال کے کہنے پر طالب کمال فلیٹ پر آیا تھا۔فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر اسے یاد آیا کہ فلیٹ کی چابی تو وہ گھر ہی بھول چکا ہے۔

سر جھٹکتے اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ ناک کیا۔

تین منٹ گزر چکے تھے مگر ابھی تک دروازہ نہیں کھلا تھا۔ تنگ اکر وہ اخری دفعہ دروازہ کھٹکھٹانے لگا جب ایک دم کلک کی اواز سے دروازہ کھلا۔

ہاتھ سے دروازہ دھکیلتے وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا تو سامنے ہی وہ بلا سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ اس کو نظر انداز کرتا وہ سیدھا لاونج کی طرف چل دیا۔

وہ جا کر صوفے پر بیٹھتا جھک کر اپنے شوز اتارنے لگا۔ اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی گہری تپش محسوس کر کے اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ بلا سامنے ہی کھڑی اسے گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

" نظروں ہی نظروں میں نگل جاؤ گی کیا؟؟؟؟"

اس کی بات پر نوال عش عش کر اٹھی.

"!!!ایسی ہڈی نگلنے کا کوئی شوق نہیں مجھے جو نہ ہی نگلی جا سکے اور نہ ہی اگلی"

اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں کہتی وہ اس کے سامنے ہی سنگل صوفے پر ٹک کر بیٹھ گئی۔

اس کی زبان درازی پر طالب کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ کیا کر جائے۔

"تمہاری زبان کچھ زیادہ ہی نہیں چلتی ؟؟"

شوز ایک سائیڈ پر رکھتا اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"اللہ نے زبان چلانے کے لیے ہی عطا کی ہے نہ کہ منہ میں رکھ کر زنگ لگانے کے لیے !!!"

جواب ہمیشہ کی طرح الٹا ہی آیا تھا۔ طالب تپ اٹھا۔ اس دفعہ اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔ جانتا تھا کہ اس بلا کے ساتھ زبانی کلامی کم از کم وہ پورا نہیں آ سکتا۔

اسے یوں خاموش دیکھ کر نوال کی زبان پھر سے مچلی۔

"!!ہنسا کریں ہنسایا کرے یوں چوسنی جیسا منہ نہ بنایا کریں"

اب کی دفعہ اس کی بات پر طالب کا چہرہ اسی بدتمیزی پر تپ اٹھا۔
وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یوں جاتا دیکھ کر نوال بھی اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگتی اسے بازو سے تھام کر روک گئی۔

"ارے ارے ایسے کیسے بھاگے چلے جا رہے ہیں ایک تو نکاح کر کے اسی وقت بھاگ گئے اور اب اتنے دن کے بعد اگر واپس جانے کا خیال آ ہی گیا تو میرا حق دینے کے بغیر اب یہاں سے ہل بھی نہیں سکتے آپ!!!"

اس کی تیز دم کی طرح چلتی زبان کو اس وقت بریک لگی جب طالب ایک دم مڑ کر اس کے کندھے دونوں بازوؤں میں دبوچ گیا۔

"حق چاہیے تمہیں اپنا؟؟"

اس کے لہجے میں ایسے تپش تھی کہ نوال پل بھر کو گڑبڑا کر سرخ ہوتا چہرہ جھٹ سے نفی میں ہلا گئی۔

"میں تو منہ دکھائی کی بات کر رہی تھی!!!"

وہ جھٹ سے بولی کہ کہیں وہ کوئی اوری مطلب نہ نکال لے اس کی بات کا۔

"اپنا حق اس وقت مانگنا جب مجھے میرے حقوق دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔اس سے پہلے ایسی فضول بات نہ ہی کرنا تو تمہارے حق میں بہتر ہے!!!"

سرد لہجے میں کہتا اب وہ اس کے دونوں بازو چھوڑ کر کمرے میں چلا گیا۔

اسے کمرے میں بند دو گھنٹے ہو چکے تھے۔شام کے سائے پھیل چکے تھے۔کچھ سوچ کر نوال بریانی بنانے کی تیاری کرنے لگی۔
ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ بریانی کے ساتھ رائتہ اور شامی کباب بنا کر فارغ ہوتی اس کمرے کی طرف چل دی جہاں طالب موجود تھا۔
اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھٹکھٹایا ہی تھا کہ ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔طالب جو فریش ہونے کے بعد ابھی کمرے سے نکلنے والا تھا ایک دم دروازہ کھول گیا تو سامنے ہی نوال کھڑی تھی۔

"کیا ہوا کوئی کام تھا؟؟"

وہ اسے دیکھتے ہیں سوالیہ نظروں سے پوچھنے لگا تو وہ سر ہلا گئی۔

"رات ہو چکی ہے میں نے کھانا تیار کر لیا ہے آ کر کھا لیں!!!"

وہ اسے بولتی اسی جگہ پر انتظار کیے بغیر کچن کی طرف بڑھ گئی تو طالب بھی اس کے پیچھے ہی چل دیا۔ جو بھی تھا بھوک تو اسے واقعی لگ رہی تھی۔

وہ کچن میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا سجا رہی تھی۔ اشتہا انگیز خوشبو ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی تو بھوک مزید چمک اٹھی۔

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا تو نوال بھی اس کے مقابل بیٹھ گئی۔ دونوں نے خاموشی سے اپنی اپنی پلیٹ میں کھانا نکالا اور اسی خاموشی سے کھانے لگے۔ شاید طالب کی کچھ دیر پہلے کہی بات کہی اثر تھا کہ نوال کو فی الحال چپ لگی ہوئی تھی۔

"!!! اگر ہمیں کوئی چیز اچھی لگے تو ہمیں اس کی تعریف کر دینی چاہیئے"

نوال کی جتاتی آواز پر طالب نے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"؟؟ نکاح سے پہلے تمہاری تعریف کی تو تھی۔ بھول گئی کیا"

اس کے جواب پر نوال شرمانے کی بجائے تپ اٹھی۔

"میں اپنی نہیں بلکے اپنے پیارے ہاتھوں سے بنائے گئے کھانے کے متعلق بات کر رہی ہوں !!!"

اب کی دفعہ وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

"ہاں میں تعریف ضرور کرتا ہوں بشرط یہ کہ مجھے وہ چیز واقعی پسند آئے۔"

وہ اسے سر تا پیر گہری نظروں سے دیکھتا بولا تو اس کا اشارہ سمجھتی وہ پل بھر میں ہی سرخ پڑ گئی۔

میں کسی بھروسہ مند کام والی کا پتا کر رہا ہوں جو پورا دن اور رات بھی تمھارے "ساتھ یہاں گزار سکے۔ امید ہے جلد ہی اپنی کوشش میں کامیاب ٹھہروں گا۔"

وہ ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس میز پر رکھتے لاپرواہی سے بولا تو اس کی بات پر نوال الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن کیوں ؟گھر کے کام ہی کتنے ہوتے ہیں جن کے لئے کسی کام والی کی ضرورت پڑے۔سارا دن میں فارغ ہی ہوتی ہوں اتنے سے کام میرے لئے بلکل بھی مشکل نہیں ہیں۔"

وہ سادگی سے بولی تو طالب سر نفی میں ہلا کر رہ گیا۔

"اکیلی عورت کا اس معاشرے میں رہنا محفوظ نہیں ہے۔میں اسی لئے کہ رہا ہوں تا کہ تمہیں کوئی مشکل نہ ہو اور ویسے بھی میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا یہاں!!"

اس کی بات کے جواب میں نوال استہزائیہ ہنس دی۔

"مرد یہ تو کہتا ہے کہ اس معاشرے میں اکیلی عورت محفوظ نہیں مگر یہ نہیں بتاتا کہ کس کی وجہ سے!!! حیرت ہے مرد کتنے سکوں سے کہہ دیتا ہے کہ مردوں کے معاشرے میں اکیلی عورت مردوں سے ہی محفوظ نہیں!!!"

وہ سرد لہجے میں بولتی جارہی تھی۔ طالب پہلی بار اس کا یہ لہجہ سن رہا تھا۔

"میں نے بہت چھوٹی عمر میں ماں باپ کو کھو دینے کے بعد در در کو ٹھوکریں کھائی ہیں۔ قدم قدم پر حوس کے پجاریوں کا سامنا کیا ہے۔ بہت سے موقعوں پر عزت چھن جانے کے خوف سے راتوں جاگی ہوں میں پر اس حالات نے مجھے اتنا مضبوط ضرور کر دیا ہے کہ کسی کے سہارے کے بغیر تن تنہا ان بھیڑیوں کا سامنا کر سکوں اور منہ توڑ جواب دے سکوں۔ آپ سے نکاح صرف اس وجہ سے کیا کہ مجھے محسوس ہوا زندگی میں کسی مقام پر مجھے ھمسفر کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ لیکن مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی مت کریے گا۔"

قطعیت بھرے انداز میں کہتی وہ برتن اٹھانے لگی جب کہ اس کے ایسے انداز پر طالب دنگ بیٹھا تھا۔ اسے نوال سے ایسی باتوں کی بلکل بھی امید نہیں تھی۔

ہاں یہ سچ تھا کہ اسے نوال سے محبت نہیں تھی پر اس لمحے اس کے گزرے آیام کا سوچتے طالب کا دل بے ساختہ اس کے لئے نرم پڑا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اس کی طرف بڑھا جو سنک کے سامنے کھڑی برتن دھو رہی تھی۔

وہ اس کے قریب جاتا اسے نرمی سے اپنے حصار میں قید کر گیا۔

وہ جو اپنی سنا دینے کے بعد مگن سی برتن دھو رہی تھی اس کی مخصوص خوشبو کو قریب محسوس کرتے پلٹنے ہی لگی تھی جب وہ اسے اپنے نرم گرم محفوظ حصار میں قید کرتا ساکت کر گیا۔

میں جانتا ہوں مسز طالب کمال بہت بہادر اور مضبوط ہیں پر میرے اس دل کا کیا جو "
"؟ آپ کا اکیلا پن محسوس کر کے پریشان ہوتا ہے

کان کے قریب اس کی سرگوشی کے ساتھ اس کی پر تپش سانسیں محسوس کرتی وہ اپنی جگہ لرز سی گئی تھی۔ اس نے کہاں محسوس کیا تھا آج تک یہ حصار اور یہ انداز۔ جتنی بھی مضبوط سہی پر تھی تو نازک جذبات والی لڑکی ہی نا !!!

"پھر کیوں تنہا کر جاتے ہیں۔ شوہر سے بڑھ کر کون ہوتا ہے جو اپنی بیوی کی تنہائی دور کر سکے !!!"

نہ جانے اس کے نرم انداز کا اثر تھا یا محفوظ حصار کا جادو کہ الفاظ بے ساختہ نوال کے لبوں سے پھسلتے چلے گئے۔

"میں کوشش کروں گا رات کو آپ کے پاس رک سکوں !!!"

نرمی سے کہتا وہ جھک کر اس کی کنپٹی پر اپنی پہلی عقیدت بھری مہر ثبت کرتا اسے اپنے حصار سے آزاد کرتا کچن سے باہر نکل گیا جب کہ پیچھے وہ اپنے بے تحاشہ دل پر ہاتھ رکھتی دھڑکنوں کو معمول پر لانے کی کوشش کرنے لگی۔

سر درد کی وجہ سے وہ آج جلدی گھر آگیا تھا۔ وہ کمرے میں آتے ہی چینج کیے بغیر ہی بیڈ پر دراز ہو گیا۔

زلیخہ زونیہ کے ساتھ کچھ وقت گزر کر کمرے میں داخل ہوئی تو داؤد کو سوتے ہوئے پایا۔ اس کے چہرے پر حیرت بھرے تاثرات ابھرے۔ وہ اس یہاں داؤد کی موجودگی سے قطعی انجان تھی۔

وہ دھیرے سے آواز پیدا کیے بغیر اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کرتی بیڈ کی طرف بڑھی اور نا محسوس انداز میں داؤد کے پیروں سے موزے نکالنے لگی۔

اس کی کوشش کے باوجود اگلے ہی پل اس کے ہاتھوں کا لمس اپنے پیروں پر محسوس کرتے وہ جھٹ سے آنکھیں کھول گیا۔

یہ کیا کر رہی ہیں حیاتی آپ ؟؟ کتنی دفعہ منع کر چکا ہوں آپ کو کہ میرے پیروں" "کو ہاتھ مت لگایا کریں مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگتا۔

خفگی سے کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیٹھتا زلیخہ کے ہاتھ اپنے پیروں سے ہٹا کر اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام گیا۔

"؟؟ تھک گئے ہیں"

زلیخہ اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالتی اس کے گھنے بالوں میں نرمی سے چلانے لگی۔

اس کے نرم ونازک ہاتھوں کے لمس سے سکون محسوس کرتا وہ اگلے ہے پل زلیخہ کی گود میں سر رکھتا آنکھیں موند گیا۔

زلیخہ مسکراتی ہوئی نرمی سے اس کے بال سہلانے لگی۔

"حیاتی !!!"

چند پل گزر جانے کے بعد وہ نرمی سے اسے پکار گیا۔

"بولیں میری جان میں سن رہی ہوں !!!"

وہ ہنوز اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتی نرمی سے بولی۔

آپ کو نہیں لگتا کہ اب ہماری فیملی بڑھ جانی چاہیۓ اور ہمیں دو سے تین ہو جانا"

"؟؟ چاہیۓ

اس کی گھمبیر بات پر وہ سرخ ہونے کی بجاۓ پیلی پڑ گئی۔ آنکھوں کا تاثر پل میں بدلہ تھا۔

"؟؟ کک۔۔۔ کیا ہوا؟؟ آج ایک دم آپ کو یہ بات کیوں محسوس ہوئی"

نہ چاہنے کے باوجود اس کے لہجے کی لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔ اتنی واضح کے اگلے ہی پل داؤد اس کی گود سے سر اٹھاتا اس کے مقابل بیٹھتا اس کے ہاتھ پھر میں اپنی گرفت میں لے گیا۔

"؟؟ کیا ہوا؟ میری بات آپ کو اچھی نہیں لگی کیا"

داؤد کے سوال پر زلیخہ زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجانے کی کوشش میں جت گئی۔

آپ کو ایسا کیوں لگا؟؟ آپ نے بس آج پہلی دفعہ ایسا کہا اور وہ بھی ایک دم تو میں "۔ بس اس لئے چونک گئی"

وہ چہرے کے زاویے درست کرتی بولی تو داؤد اس کی کمر میں بازو ڈالتا اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا گیا۔

میں نے زندگی میں بہت محرومیاں دیکھی ہیں زلیخہ اور ایسا ہی آپ کے ساتھ بھی" ہے!!! پر اب میں چاہتا ہوں کہ ہمیں بھی سچی خوشیاں ملیں۔ کیا ہمارا کوئی حق نہیں " ؟؟ خوشیوں پر

اس کی آواز معمول سے بھاری تھی جسے محسوس کرتے زلیخہ کا دل دھڑک اٹھا۔

"!!! یہ تو اللہ کی مرضی ہے نا وہ جب بھی ہمیں نوازے اس کی منشا"

اس کی سرگوشی نما آواز پر وہ اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔

"اللہ کی مرضی تو واقعی چلے گی لیکن اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں جان توڑ
"کوشش کرنی ہوگی پھر ہے مثبت نتیجہ ملے گا نا۔

اس کی سرگوشی پر اب کی بار نہ چاہتے ہوئے بھی زلیخہ کے گال تپ اٹھے۔

"!!! بہت خراب ہو گئے ہیں داؤد آپ"

وہ اس کے کندھے پر مکا جڑتی لجاتی ہوئی بولی تو داؤد بے ساختہ کھل کر ہنس دیا۔ اس کی ہنسی کی گونج محسوس کرتے زلیخہ کے دل میں ایک سکون سا اتر گیا۔ آدم کمال کی موت کے بعد یہ پہلا لمحہ تھا جس میں وہ واقعی دل سے خوش ہوا تھا۔

وہ بے ساختہ اس کے حصار سے نکل کر اوپر کی جانب اٹھتی داؤد کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتی اس کی کشادہ پیشانی پر عقیدت بھرا بوسہ ثبت کر گئی۔

آہاں بہت پیار آرہا ہے آج!!! بس ہمیں پھر آج سے ہی کوشش شروع کر دینی "چاہیے اور مجھے کوئی بہانہ نہیں سننا۔ بس خاموش رہیں۔"

وہ بہکی سی آواز میں بولا تو زلیخہ نے کچھ بولنا چاہا پر داؤد نے واقعی اس کی ایک نہ سنی اور اسے اپنے طریقے سے خاموش کروا گیا۔

زونیہ کمرے میں نہیں تھی۔ عشر کمرے میں داخل ہوا تو خالی کمرہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔ وہ وہیں سے واپس پلٹتا زونی کی تلاش میں چل اٹھا۔

اس کی توقع کے عین مطابق وہ عقبی لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ خاموش اور ساکت !!!

اشعر گہری سانس بھرتا دھیمے قدم اٹھا کر آگے بڑھتا اس کے پہلو میں ٹک گیا۔

"!!!پھر سے روئی ہو تم"

وہ اس کی نم آنکھیں دیکھتا تکلیف سے بول رہا تھا۔ وہ نہیں رہا تھا بتا رہا تھا۔

"وفاداری اور مخلصی کے بدلے آپ کو آنسوؤں کا تحفہ ہی ملا کرتا ہے۔"

وہ بولی تو آواز کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھی۔

"اندھیروں سے نکل کر اجالوں کی طرف بڑھنے لئے خود قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ تم ایک قدم اٹھاؤ میں تمہیں دس قدم اٹھانے میں مدد دوں گا۔ تمہاری یہ حالت میں کیسے دیکھوں زونی؟؟"

اشعر کی بات پر وہ بغیر کوئی تاثر دیے یوں ہی ساکت بیٹھی رہی۔

"میں جانتا ہوں بھیا تمھارے دل میں ہیں اور ہمیشہ ہی رہیں گے پر اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تم یوں زندگی سے بیزار ہو جاؤ۔ ہماری نہیں تو ان کی روح کی تکلیف کا ہی احساس کرلو۔"

جانے کس ضبط سے اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے۔

"میری قسمت دیکھو اشعر!!! میں اسے حقیقت بنانا چاہتی پر وہ میری حسرت بن کر رہ گیا!!!"

وہ پل بھر کو رکی۔

"وہ میرے دل میں اب بھی موجود ہے پر اس زخم کی طرح جو مجھے ہر لمحہ ازیت دیتا ہے!!!"۔

یہاں الفاظ زبان سے ادا ہوئے تو وہیں آنکھیں نے چھم چھم برسنا شروع کر دیا۔

اشعر بے ساختہ اسے خود سے لگا گیا اور اگلے ہی پل وہ وہ اس کی باہوں میں ٹوٹ کر بکھری تھی۔ وہ یوں تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی کہ اشعر کو محسوس ہوا اس کی تکلیف سے اس کا دل پھٹ جا گا۔ بھلا اپنی محبت کو یوں بکھرتے دیکھنا کبھی آسان رہا ہے

وہ آدم کمال کی موت کے بعد آج پہلی دفعہ آنسو بہارہی تھی یا شاید آخری دفعہ؟؟
بھی!!! کون جانے!!!

اور اس پل اشعر پر انکشاف ہوا تھا کہ کچھ چیزوں کے حصول کے لئے لمحوں نہیں صدیوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور وہ تا قیامت اس انتظار کے لئے تیار تھا۔

وہ بغیر ایک بھی لفظ بولے محض اس کا سے تھپکتا اسے حوصلہ دیتا رہا۔

مسلسل روکتی ہوں اس کو شہر دل میں آنے سے
مگر وہ کوہ کن رکتا نہیں دیوار ڈھانے سے

بھلا کیا غم کے آنچل میں سلگتی لڑکیاں جانیں
کہاں چھپتے ہیں آنسو آنچلوں میں منہ چھپانے سے

تجھے بھی ضبط غم کے شوق نے پتھر بنا ڈالا

تجھے اے دل بہت روکا رہا رسم و راہ نبھانے سے

"آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے ؟؟"

طالب جو صوفے پر بیٹھا اپنے موبائل میں مگن تھا نوال کے سوال پر ایک پل کو چونک سا گیا۔

"ہاں !!!"

وہ بلاتردد سچ بول اٹھا۔

"کیا واقعی ؟؟ دیکھا میرا اندازہ بلکل سہی نکلا۔"

نوال ایک دم پر جوش ہوتی بولی تو طالب نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

"؟؟ کون سا اندازہ"

طالب کے سوال پر وہ جوش میں آتی اس کے قریب کھسک آئی۔

"!!! یہی کہ آپ کسی سے محبت کرتے ہیں"

اس کے پر یقین لہجے پر طالب سر ہلا گیا۔

"؟؟ اور محترمہ نوال صاحبہ کی ایسا کیوں لگا"

اس کے سوال پر نوال اپنا جواب سوچتی شرارت سے لب دبا گئی۔

"کیوں کے آپ شکل سے ہی مجنوں لگتے ہیں۔"

وہ کھکھلا کر بولی تو طالب نفی میں سر ہلا گیا۔ یہ بلا واقعی لا علاج تھی۔

"؟؟ کس سے محبت کرتے ہیں آپ"

اس کا ایک اور سوال تیار تھا۔

"کرتا ہوں نہیں کرتا تھا!!!! اور ظاہر سی بات ہے ایک لڑکی سے ہی کرتا تھا۔"

اس کے جواب پر نوال سر پیٹ گئی۔

تھا کیا مطلب اب کیوں نہیں کرتے اور وہ لڑکی آپ کی بیوی ہے کیا؟؟ ہائے اللہ" "!!! اس کا مطلب میں کسی کی سوتن بن گئی ہوں

وہ ایک دم آخر میں چیخی تو طالب کا دل کیا اس بیوقوف بلا کا سر گھما ڈالے جو اسے گھما رہی تھی۔

"بیوقوف عورت کچھ بھی بولتی ہو۔میری بیوی نہیں تھی وہ۔"

اس کی بات وہ نوال نے بے ساختہ شکر کا سانس لئے اور واپس سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

یا اللہ تیرا شکر تو نے مجھے کسی کی سوتن بننے سے بچا لیا۔اچھا تو پھر اور کون تھی وہ؟" "؟؟ میرا مطلب اگر محبت تھی تو اب ساتھ کیوں نہیں

وہ گہری نظریں طالب پر ڈالے مستفسر تھی۔نہ چاہنے کے باوجود لہجے سے جلاپا چھلک رہا تھا۔

"کیوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی!!!"

وہ بولا تو لہجہ ہر جذبے سے خالی تھا۔

"اوہ بہت افسوس ہوا سن کر۔کیسے فوت ہوئی وہ؟؟"

اس کے سوال پر طالب گہری سانس بھر کر رہ گیا۔یہ بلا جلدی جان نہیں چھوڑنے والی تھی اسے پکا یقین تھا اس بات کا۔

"کڈنی فیلہ و گئی تھی اس کی!!!"

اس کے جواب پر نوال ہونٹوں کو گول کر گئی۔

"اوہ!!! پر انسان اپنے پیارے کے بچھڑنے پر تو بہت روتا ہے پر میں نے تو آپ کو کبھی روتے نہیں دیکھا اس کے لئے۔"

اس کے سوال پر طالب نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا جس پر وہ محض پل بھر کو گڑبڑا گئی۔

"جس کے لئے تم مردوں کی طرح لڑ نہ سکو پھر اس کی خاطر عورتوں کی طرح آنسو بھی نہیں بہانے چاہئے۔"

اس کا لہجہ اور الفاظ دونوں بہت گہرے تھے۔

"!!!کیا مطلب"

نوال کا سوال پھر سے تیار !!!!

"میری کلاس فیلو تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے پر میری ممی نہیں مانی کیوں کہ وہ لڑکی بہت خوبصورت اور اچھے گھرانے کی نہیں تھی۔ پر افسوس مجھے اس کی بیماری کا پتا بھی نہیں چلا اور وہ ہمیشہ کے لئے چلی گئ۔"

وہ بے تاثر لہجے میں چند الفاظ میں اپنی کہانی سمیٹ گیا۔

"اللہ پاک ان کی مغفرت فرما آمین !!! کافی لاؤں آپ کے لئے؟"۔

طالب نے شکر کیا کہ اس نے بات کی جان چھوڑی ہے۔

"اگر تمہیں مشکل نہ ہو تو ضرور !!!"

اس کی بات پر وہ زبردستی مسکرا کر رہ گئی۔اس نے تو بس صلح ہی ماری تھی پر وہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔چاروناچار نوال کو اب اٹھنا ہی پڑا۔

وہ زمانے بھر کی مضبوط لڑکی
جب کچن میں جاتی ہے تو رو پڑتی ہے

کچن کے دروازے تک پہنچ کر وہ گنگنائی تو طالب کے لبوں کو بے ساختہ ایک پیاری سی مسکراہٹ نے چھوا۔

"!!! بیوقوف لڑکی"

وہ خود سے بڑبڑاتا واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"!!!! سنئے سرتاج"

میٹھی سی جھجھکتی آواز پر طالب گہری سانس بھر کر رہ گیا۔یقیناً اس کی نوٹنکی بیوی پھر سے کوئی نیا ڈرامہ شروع کرنے والی تھی۔

"!!! ارشاد"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

"آپ نے مجھ سے کبھی پوچھا نہیں کہ کہیں شادی سے پہلے میں کسی کو پسند تو نہیں کرتی تھی !!!!"

اس کی بات پر بے ساختہ طالب کا چہرہ سرخ پڑا۔ جو بھی تھا وہ اب اس کی بیوی تھی اس کے نکاح میں تھی۔ وہ کیسے برداشت کرتا یہ بات۔

"؟؟ اب بتادیں!!! کیا آپ کسی کو پسند کرتی تھی شادی سے پہلے"

جانے کس خدشے کے تحت وہ ایک دم پوچھ اٹھا۔

"ہاں میں شادی سے پہلے ایک لڑکے کو پسند کرتی تھی پر افسوس اس کی شادی ہو گئی!!!"

وہ افسوس بھرے لہجے میں بولی تو اس کے جواب پر جانے کیوں طالب کو ایک کمینی سی خوشی محسوس ہوئی۔

"!!!! بہت افسوس ہوا"

وہ سر نفی میں ہلاتا بولا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس کے لہجے اور چہرے کے تاثرات سے کہیں سے بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ اسے رتی برابر بھی افسوس ہوا ہے۔

"!!! ارے افسوس کیوں بھلا؟؟ اس کی شادی مجھ سے ہی تو ہوئی ہے"

وہ کھلکھلاتی ہوئی بولی تو طالب کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پہلے پہل تو ہونکوں کی طرح اسے دیکھنے لگا پھر جب بات سمجھ آئی تو بے ساختہ دونوں ہاتھ سر پر رکھ گیا۔ آخر کیا چیز تھی یہ لڑکی۔

اس کے تاثرات دیکھتی نوال گردن پیچھے کی طرف پھینکے ہنستی چلی جا رہی تھی۔ اس کی ہنسی کو بریک تو تب لگا جب طالب اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ گیا۔

"!!!! اپنی بات کی وضاحت دیجئے مسز نوال طالب"

اس کے مومی وجود کی حدت محسوس کرتے لہجہ خود بخود بوجھل ہوا اٹھا۔

۔"!!!!کک۔۔۔کسی وضاحت"

اسے فارم میں آتے دیکھ کر نوال کی سیٹی گم ہوئی تو لہجہ بھی لڑکھڑا سا گیا۔بچی تو نہ تھی جو اس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبات کو سمجھ نہ پاتی۔

اس شیرنی کی ہمہ وقت کینچی کی طرح نان اسٹاپ چلتی زبان کو لڑکھڑاتے دیکھ کر طالب اپنی بے ساختہ امڈنے والی ہنسی کو چھپاتا سنجیدہ تاثر چہرے پر سجاتا اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔

"!!! یہی کہ آپ شادی سے پہلے ہی اس لڑکے پر دل ہار بیٹھی تھی"

یہ الفاظ طالب کی زبان سے نکلتے اسے ایک الگ ہی سرور بخش گئے۔ چاہے جانے کا احساس واقعی بہت دلفریب ہوتا ہے یہ بات آج پتا چلی تھی طالب کمال کو !!!!

"ہاں تو کرتی تھی آپ کو پسند۔ پہلی نظر میں ہی آپ نوال بخش کے دل و دماغ پر پوری طرح سوار ہوتے اس کا دل اپنی مٹھی میں قید کر گئے تھے۔ بزدل تھوڑی ہوں جو محبت کر کے مکر جاؤں۔ بھئی محبت کی ہے حق حلال والی کوئی گناہ تھوڑی کیا ہے !!!"

اگلے ہی سیکنڈ وہ اپنی فارم میں واپس آتی شروع ہو چکی تھی پر حواس تو تب غائب ہوئے جب وہ بہت نرمی سے کسی نازک آبگینے کی طرح اسے سینے سے لگا گیا۔

دونوں کے دھڑکتے دلوں کی رفتار اس سنگ میل پر اچانک ہی سست پڑی تھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے پزل کے دو گمشدہ ٹکرے مل گئے ہوں۔

بلکل!!! حق حلال کا شوہر ہوں میں آپ کا!!! بلا جھجھک مجھ سے محبت کا اظہار کر "سکتی ہیں آپ!!!"

وہ یوں ہی اسے سینے سے لگا جھک کر اس کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھتا بولا تو نوال سکون محسوس کرتی آنکھیں بند کر گئی۔

محرم کے لمس میں قدرت نے ایک الگ ہی سکون رکھا ہے جس کا انداز ان دونوں کو ہی اچھے سے ہو رہا تھا۔

"سنئیے جی!!!!"

اس کی سریلی آواز پر وہ بے ساختہ دھیمی آواز میں ہنس پڑا۔ کیا چیز تھی یہ لڑکی آخر۔

"!!!! سنایئے بیگم "

وہ بھی شرارت بھرے لہجے میں ہی جواب دے اٹھا جس پر نوال کھکھلا دی۔

ہم دونوں اس تنہائی میں تن تنہا ایک دوسرے کے سینے سے لگے بیٹھے ہیں کہیں "
"آپ کی محبوبہ کی روح برانہ منا جا۔

وہ اس کے کالر کے بٹنوں کو چھیڑتی بولی تو اس کی بے ڈھنگی بات پر طالب نفی میں سر ہلا گیا۔

حق حلال کی بیوی ہیں آپ میری !!! پہلی عورت جس کے اس قدر نزدیک آیا"
ہوں۔میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ہاں میں نے محبت ضرور کی تھی پر اس پر
"!!! میرا کوئی حق نہیں تھا جب کہ آپ کے پور پور پر حق رکھتا ہوں

اس کے الفاظ نوال کے کانوں میں رس گھول رہے تھے۔ ایسا سکون تو زندگی بھر نہ محسوس کیا تھا اس نادان نے جیسا سکون اب محسوس ہو رہا تھا۔

"!!! پھر میں سمجھوں کہ آپ مجھے اپنا شوہر مان چکی ہیں"

وہ اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتا اس کی سنہری حسین آنکھوں میں دیکھتا پوچھ بیٹھا۔

"!!!!دل و جان سے"

وہ پورے دل سے جواب دیتی پھر سے چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی تو اس کی ادا پر وہ سرشار ہو گیا۔

"!!! چلیں پھر تیاری باندھ لیں اپنے سر تاج کو اس کے جائز حقوق دے کر اسے سکون پہنچانے کی"

وہ اسے خود میں بھینچ کر وہاں سے اٹھتا اسے یوں ہی باہوں میں بھرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ نیند میں تھا جب گہری نظروں کی تپش محسوس کرتا ایک دم آنکھیں کھول گیا۔سامنے نظر آتا منظر دیکھتے ایک پل کے لئے اس کی آنکھیں پھیلی پھر ایک دم پر سکون ہوتا مسکرا دیا۔

"مذاق کا یہ کون سا وقت ہے میری جان!!! رات گہری ہو چکی ہے آپ اب تک کیوں جاگ رہی ہیں حیاتی؟؟ آکر سو جائیں شاباش!!!"

وہ اسے پیار سے پچکارتا بولا مگر وہ سرد تاثرات لئے اس پر پستول تھامے کھڑی رہی۔

ایڈووکیٹ داؤد کمال صاحب بہتر یہی ہو گا کہ آپ اپنے حواس درست کرلیں" کیوں کہ نیند میں لگ رہے ہیں آپ !!!"

وہ سپاٹ انداز میں بولی تو اس کے انداز پر داؤد کے ماتھے پر بل پڑے۔وہ سیدھا ہو کر اٹھتا بیڈ سے نیچے اترا۔

"یہ کیا مذاق ہے زلیخہ اور کس انداز میں بات کر رہی ہیں مجھ سے آپ ؟؟"

وہ سنجیدگی سے بولتا اس کے قریب آیا تو زلیخہ کی گرفت پستول پر سخت پڑی۔

میری مرضی کے بغیر اپنی جگہ سے ہلنا مت ایڈووکیٹ !!!! عشرت جہاں کے" خلاف بنا گئے ثبوتوں کی فائل چپ چاپ میرے حوالے کر دو ورنہ کمال ہاؤس کے

چاروں طرف پہرا دیتے میرے آدمی ایک سیکنڈ میں اس گھر کے مکینوں کو بھون کر رکھ دیں گے !!!!"

اس کی بات پر داؤد کمال سناٹوں کی زد میں آ چکا تھا۔اس پر اتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ گیا پر نہ زمین پھٹی نہ ہی آسمان !!!

"کون ہو تم اور عشرت جہاں کو کیسے جانتی ہو؟؟؟"

سرد انداز میں وہ محض یہی چند الفاظ بول پایا۔

"عشرت جہاں کی نواسی ہوں میں۔زلیخہ اکرام !!!"

اس ایک جملے سے کیا کیا نہ ستم ڈھایا تھا داؤد کمال پر!!! اتنا بڑا دھوکہ!!! اتنا بڑا فریب!!! اسے اپنی دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کڑی سے کڑی ملتی جا رہی تھی اور پورا اجال داؤد کمال کی سمجھ میں آ چکا تھا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگا زلیخہ اکرام کہ میں وہ فائل اتنی آسانی سے تمہارے حوالے کر دوں گا؟؟"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے گویا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی سی چبھن تھی جسے محسوس کرتے زلیخہ نظریں چرا گئی۔ اتنے نازک موڑ پر آ کر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں سرد پڑی اور گن پر گرفت مضبوط تر ہوئی۔ اگلے ہی پل ٹھا کی آواز سے ایک گولی گن سے نکلتی داؤد کمال کا بازو چھو کر نکل گئی۔ داؤد کمال کے لبوں سے ایک کراہ نکلی تھی تکلیف کے مارے۔

"میرا نشانہ بہت مضبوط ہے۔اگلی بار چوکے گا نہیں بلکہ گولی سیدھا تمہارے دماغ کے آر پار ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ شرافت سے فائل میرے حوالے کردو !!!!"

وہ اس دفعہ بولی نہیں غرائی تھی اور مرتو داؤد کمال اس کا یہ روپ دیکھ کر ہی گیا تھا۔ باقی کی کثر اس کے بے رحم الفاظ نے پوری کر دی تھی۔

"اس پستول کی ساری گولیاں میرے سینے کے آر پار کر دو زلیخہ اکرام پھر بھی میں وہ فائل تمہارے حوالے نہیں کروں گا !!!!"

اس کے لہجے کی مضبوطی پر وہ جیب سے موبائل نکال کر ایک نمبر ملا گئی۔اگلے دو منٹوں میں فارا کمال ان کے سامنے تھی جن کی کنپٹی پر ایک ہٹا کٹا آدمی پستول رکھے کھڑا تھا۔انہیں یوں دیکھ کر داؤد تڑپ اٹھا۔

صرف ایک منٹ ہے تمہارے پاس ایڈووکیٹ دوسرا منٹ شروع ہوتے ہی"

"تمہاری یہ جان سے عزیز ماں اس دار فانی سے کوچ کر جاگی۔

اس کے لہجے کی مضبوطی پر داؤد کمال سرخ آنکھوں سمیت اسٹڈی کی طرف بڑھا۔
کچھ دی دیر میں وہ فائل اس کے حوالے کر چکا تھا۔

"!!! بہت عقلمند ہو۔اسی چیز کی امید تھی تم سے"

مسکرا کر کہتی وہ چند لمحوں میں ہی اپنے کارندوں سمیت وہاں سے غائب ہو گئی پر کمال ہاؤس پر بلکہ داؤد کمال پر ایک گہری قیامت ڈھا گئی۔

داؤد کمال کو آج معلوم ہوا تھا کہ قیامت سے پہلے بھی ایک قیامت آتی ہے جو انساں پر قیامت کی طرح ہی ٹوٹتی ہے۔

"ممی سو گئیں ؟؟"

اشعر کمرے میں داخل ہوتی زونیہ کو دیکھتا پریشانی سے استفسار کرنے لگا تو وہ اس کی طرف بڑھتی سر ہلا گئی۔

وہ اس کی طرف بڑھتی ہاتھ اس کی طرف بڑھا گئی تو وہ لمحے کے توقف کے بغیر اس کا نازک ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لیتا اسے اپنے پہلو میں بٹھا گیا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے اشعر ؟؟ میں اس سب پر یقین نہیں کر پا رہی۔ زلیخہ بھابھی کتنی اچھی تھیں پھر ایک دم یہ سب ؟؟؟"

وہ پریشان کن انداز میں بولتی آخر میں روہانسی ہوگئی۔وہ ایک مضبوط لڑکی تھی پر پے درپے پڑتے حادثوں نے اس کی ذہنی رو کو بہت متاثر کر دیا تھا۔

"ہاں یہ سب بہت غیر یقینی سا محسوس ہوتا ہے۔نہ جانے ہماری زندگی میں ہمارے پیاروں کی مدت اتنی کم کیوں ہوا کرتی ہے۔زلیخہ بھابھی نے صرف ہم سب کا یقین ہی نہیں بلکہ داؤد بھیا کو بھی توڑ کر رکھ دیا ہے!!!"

اس کے اداس لہجے پر زونیہ اس کے قریب ہوتی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی تو اشعر دل میں زور پکڑتی خواہش کو مزید نظر انداز نہ کرتے ہوئے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھ کر سکون سے آنکھیں موند گیا .

"!!! بہت تھک گیا ہوں صرف سکون چاہتا ہوں جو فلحال صرف تم ہی دے سکتی ہو"

وہ ہنوز آنکھیں موندے بولا تو زونیہ نے سر اٹھا کر اس کے چہرے پر آنکھیں جما لیں۔

!!! اس کا بھائی مرا تھا وہ بھی جوان۔ جس کے ساتھ بچپن گزارا تھا۔ اس کا اپنا خون

زونیہ کی بیشک محبت تھا آدم کمال پر اشعر کمال کا جگری دوست اور جان وار دینے والا بھائی تھا۔ بھائی بھی وہ جس نے بھائی کی محبت میں اپنا بچپن کا عشق قربان کر دیا۔

"کسی سے محبت کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ انسان اپنی ذات کی ہی نفی کر دے "

زونیہ خود سے سوچتی ایک پل میں ہی بہت بڑا فیصلہ کر چکی تھی۔

وہ سیدھی ہو کر بیٹھتی اپنا ہاتھ بڑھا کر اشعر کے بالوں میں الجھاتی دھیرے دھیرے اس کے بال سہلانے لگی۔

اس کی نازک انگلیوں کا جان لیوا پر سکوں سا لمس محسوس کرتا جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھول گیا۔

اس نے حیرت بھری نظریں اٹھا کر زونیہ کی نرم تاثر دیتی آنکھوں میں جھانکا تو ہمیشہ سے ان آنکھوں میں نظر آتے دوسرے عکس کو غائب دیکھ کر سناٹوں کی زد میں آ گیا۔

کسی اور کا تو پتا نہیں پر ایک بات یاد رکھنا آج کے بعد!!! تمہاری بیوی ہمیشہ "تمہارے ساتھ کھڑی ہے۔ تمہیں زندگی کے کسی بھی موڑ پر تنہا نہیں کرے گی۔"

وہ نرمی سے کہتی دوسرا ہاتھ اس کے شیوزدہ گال پر جما گئی جب کہ اشعر کی تو زبان ہی جیسے تالو سے چپک چکی تھی۔ وہ بولتا بھی تو کیا!!! تمام الفاظ جیسے کسی نے سلب کر لئے تھے۔

"تمہارے الفاظ کا مطلب میں سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہ رہا زونی!!!! بے یقینی حد سے سوا ہے!!!"

وہ چند لمحوں کی بے یقینی کے بعد بولا تو لہجے اور الفاظ سے بے چینی چھلک رہی تھی۔

"ایک مرتبہ پھر سے محبت کروں گی میں۔ بھروسہ اٹھا ہے جنازہ تھوڑی!!!"

مضبوط لہجے میں کہتی وہ اس کے پاس سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"چابنا کر لاتی ہوں!!!"

وہ چلی گئی پر اشعر کو بے یقینی کے بھنور میں چھوڑ گئی۔

وہ سرخ چہرہ لئے سامنے کھڑی عورت بلکہ عورت کے نام پر دھبہ اس عورت کو دیکھ رہی تھی جو کہنے کو تو اس کی نانی تھی پر اللہ جانتا تھا زلیخہ کو اتنی نفرت آج تک کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی سامنے موجود وجود سے تھی۔

"!!!! اپنا وعدہ پورا کر چکی ہوں اب آپ کی باری"

وہ کڑے تیور لئے بولی تو عشرت جہاں مکروہ ہنسی ہنس دی۔زلیخہ کا چہرہ مزید تن گیا۔

عشرت جہاں کو کوئی دودھ پینے والی بچی سمجھتی ہو تم؟ جتنی تمہاری عمر ہے اس سے" زیادہ میرا تجربہ !!!! سوچنا بھی مت میرا کام ختم ہونے سے پہلے تم اپنا مقصد حاصل "کرپاؤگی۔

اس کی بات پر زلیخہ تیر کی تیزی سے اس کی طرف بڑھتی اس کی شاطر آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتی بولی نہیں چلائی تھی۔

تم عورت نہیں ڈائن ہو۔ جتنا ظلم کر سکتی ہو کر لو اللّٰہ نے ظالم کی رسی دراز چھوڑی" ہے۔ ابھی تمہارا وقت ہے اپنی مرضی چلالو جب میرا دور آئے گا تو حکمرانی بھی "!!!! میری ہوگی

اس کے چلانے پر عشرت جہاں تیش میں آتی اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ گئی تو تکلیف کے مارے زلیخہ کے منہ کراہ نکل گئی۔

بہت زبان چل رہی ہے تمہاری۔ کاش بچپن سے ہی تمہاری اس زبان کو لگام ڈالی ہوتی۔ پر کوئی بات نہیں ابھی بھی خاص وقت نہیں گزرا۔ جانتی ہو تمہاری زبان درازی پر تمہیں کیوں معاف کر رہی ہوں؟؟ کیوں کہ رات داؤد کمال کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں سے چھلکتی تکلیف دیکھتے روح تک سرشار ہو گئی ہے۔ بیچارہ داؤد کمال!!! جسے اس نے سر پر بٹھایا اسی نے اسے منہ کے بل گرایاہاہاہا!!!!!"

وہ زلیخہ کے بال چھوڑ کر اس کے گلے میں موجود لاکٹ کو انگلی میں گھماتی منحوسیت سے قہقہہ لگاتی بولی تو زلیخہ ضبط سے لب بھینچے ایک جھٹکے سے مڑتی وہاں سے نکل گئی۔

"کڑی نظر رکھو اس پر کوئی چالاکی نہ کر پائے!!!"

اپنے کارندوں کو حکم دیتی عشرت جہاں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اسے اپنا کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہو رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ گلے میں پہنا لاکٹ اتار کر بیڈ پر پھینکتی تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

بیسن میں جھکی تو محسوس ہوا جیسے آنتیں تک باہر آگئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد معدہ خالی ہوا تو کلی کرتی وہ وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔ ٹانگوں سے ایسے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے کے مناظر آنکھوں میں گھومے تو آنکھوں کی سطح تیزی سے گیلی ہونے لگی۔

" !!!!مجھے معاف کر دیجئے گا داوُد"

خود سے کہتی وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپاتی بری طرح رو دی۔

اسے کہاں پتا تھا کہ کھیل کھیل میں ہی وہ سانولا مگر پر کشش مضبوط مرد اس کے دل کے نہاں خانوں میں اس بری طرح آ بسے گا کہ اس کے بغیر سانس لینا بھی محال ہو جا گا۔

کس قدر بے یقینی تھی ان گہری آنکھوں میں جس کی زلیخہ دیوانی تھی۔ کیسے لرز رہی تھی وہ خوبصورت روح کو جکڑ لینے والی آواز جس کی زلیخہ اسیر تھی۔ یہ کیا کر ڈالا تھا اس نے اپنے ساتھ۔

آپ بہت اچھے ہیں داؤد بس مجھ سمیت یہ دنیا والے ہی آپ کی محبت اور اعتبار" کے لائق نہیں !!!!

وہ آنسو پونچھتی لرزتے ڈگمگاتے قدموں سے باہر نکل گئی کیوں کہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ مزید ایک منٹ بھی کھڑی رہی تو منہ کے بل گر جاگی۔ کمرے میں آتے ہی وہ بستر پر ڈھیر ہو گئی۔

"کہاں جا رہے ہو داؤد !!!"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا لاؤنج سے نکلنے ہی والا تھا جب فارا کمال کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے۔

"آفس !!!!"

یک لفظی جواب دیتا وہ ان کے اگلے سوال کا انتظار کرنے لگا۔ لہجے میں وہی سرد مہری آسمائی تھی جو زلیخہ کے آنے سے پہلے ہوا کرتی تھی۔

"!!!! مجھے لگا اپنی بھگوڑی بیوی کو ڈھونڈھنے جا رہے ہو"

ان کی طنزیہ آواز پر وہ لب بھینچ گیا۔

"!!!! ممی پلیز"

وہ بے بسی سے انہیں ٹوک گیا۔ وہ ظالم بیشک اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ چکی تھی پر دل تھا کہ اس کے لئے ایسا لفظ پھر بھی برداشت نہ کر سکا۔

"وہ مکار عورت تمہیں دھوکہ دے کر تمھیں گولی کا تمغا دیتی تمہاری زندگی برباد کر گئی اور تم کہہ رہے ہو کہ میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہ بولوں۔ سلام ہے !!!! تمہاری غیرت کو"

فارا کمال کی بات پر داؤد آنکھیں بند کرتا خود پر ضبط کرنے لگا۔ کیسی ماں تھی کہ جانتے بوجھتے اولاد کے زخمی دل پر مزید خنجر خونپ رہی تھی۔

داؤد نے خود پر ضبط کرتے آنکھیں وا کیں تو اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھتی فارا بیگم پل بھر کے لئے دہل سی گئی۔

وہ عورت جیسی بھی ہے ابھی تک میرے نکاح میں ہے میرے نام سے جڑی ہے۔"
"امید کرتا ہوں یہ جملہ کافی ہو گا آپ کو میری بات سمجھانے کے لئے۔

سرد ٹھہری ہوئی آواز میں جواب دیتا وہ لمحے کی تاخیر کے بغیر جیب میں پڑی کالی عینک نکال کر آنکھوں پر سجاتا اپنی آنکھوں کی سرخی چھپا گیا۔

"!!!! لومڑی کی چال ناکام ہو سکتی ہے مگر عورت کی کبھی نہیں"

وہ خود پر ہنستا دوہرے عذاب میں تھا۔

وہ مشن سے آج واپس لوٹا تھا وہ بھی پورے ایک ہفتے کے بعد۔ وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا سوچوں میں گم تھا جب ایک دم وہ آفت نازل ہوئی۔

طالب نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا جو منہ پھلائے تن فن کرتی اسی کی طرف چلی آرہی تھی تھی۔

"!!!! یااللہ خیر !!! اب نہ جانے کون سا نیا دھماکا کرے گی"

طالب منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

"!!! ایک نمبر کے دو نمبر انسان ہیں آپ"

وہ اسے دیکھتی غصّے سے بولی تو طالب بیچارہ اس کے جملے پر غور و فکر کرنے لگا

؟؟؟ کون سی دو نمبری کر دی ہے میں نے"

اس کے سوال پر وہ دھپ سے اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔

مجھے پہلے دن سے ہی شک تھا کہ محترم طالب کمال عرف ایگل صاحب مجھے ناپسند" کرتے ہیں مگر کچھ دن پہلے کیے گئے آپ کے اعتراف محبت پر فوری یقین کر بیٹھی۔

"!!!! کتنی پاگل ہوں میں بھی

وہ غصّے سے ناک کے نتھنے پھلاتی اسے گھورتی ہوئی بولی تو طالب اس کی بات کا سیاق و سباق سوچنے میں لگ گیا۔

"میرا قصور تو بتادو یار!!!"

اس کے مسلسل غصّہ کرنے پر وہ اب واقعی پریشان ہو چکا تھا۔ آخر ایسی بھی کیا بات ہو گئی تھی جو سامنے بیٹھی ایکسپریس ٹرین رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"میرے منہ پر یہ دو پمپلز نکل آئے ہیں!!!"

نوال اپنے دائیں گال کی طرف اشارہ کرتی بولی تو ایک نظر اس کے گال پر ڈال کر وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

ہاں تو یہ قدرتی چیز ہے۔ پر میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ میری محبت کا ان پمپلز کے "
"؟؟ ساتھ کیا تعلق ہے

وہ اپنی بات مکمل کرنے کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ بڑھاتا اسے اپنے قریب کر گیا تو پل بھر میں ہی نوال کے چہرے کا رنگ گلابی پڑ گیا۔

بہت گہرا تعلق ہے!!! ایک شوہر جتنی زیادہ محبت اپنی بیوی سے کرے اس کا چہرہ " اتنا ہی شاداب ہوتا ہے اور میرا چہرہ دیکھیں!!! اتنے بڑے بڑے پمپلز نکل آئے۔ اس کا صاف مطلب یہی نکلتا ہے کہ آپ کو مجھ سے زرا بھی محبت نہیں۔ اگر محبت "ہوتی تو یہ منحوس پمپلز کیوں نکلتے۔

وہ اس کی نزدیکی کو فلحال اگنور کرتی اسے اپنا مطلب سمجھانے لگی جب کہ اس کی تازہ تازہ تفصیل پر طالب کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس آفت کو کیا جواب دے اب۔

"!!! کیا چیز ہو تم یار"

وہ اسے دیکھتا نفی میں سر ہلا کر بول اٹھا۔

"!!!! تمہاری نک چڑی ممی کی منجھلی بہو وہ بھی حسین والی"

وہ گردن اکڑا کر بولی تو اواب کی دفعہ طالب نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔

۔"؟؟؟ شرم کرو۔ اپنی ساس کو نک چڑی بولتے شرم نہیں آ رہی تمہیں"

وہ اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتا بولا جس کے جواب میں وہ جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

اس نے چند دن پہلے اپنی پوری فیملی کی تصاویر نوال کو دکھائی تھیں۔باقی سب بہت پسند آئے تھے نوال کو پر فار اکمال کو دیکھتے ہی وہ انہیں نک چڑی اور کو کیکا بہن کا نام دے چکی تھی۔

"ایک بات سچ سچ بتائیں گی ؟؟"

وہ اسے اپنے حصار میں لئے سنجیدگی سے مستفسر ہوا تو وہ محض سر ہلا گئی۔

"آپ کی زندگی میں میرا کیا مقام ہے ؟؟"

ایک تو ان دونوں کی ایک سیکنڈ میں "آپ سے تم" اور "تم سے آپ" پر آجانے والی عادت بھی نا !!!!

"بلکل ویسا جیسا چرسیں کی زندگی میں گولڈ لیف سگریٹ کا !!!!"

Novelistan

اس کے سنجیدگی سے دیے گئے جواب پر طالب کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے یا پھر پہلو میں بیٹھی اس آفت کو ہی پیٹ ڈالے جواب طالب کی شکل دیکھتی پاگلوں کی طرح ہنستی جارہی تھی۔

اگلے ہی پل وہ اسے خود میں قید کرتا اس کی خوبصورت ہنسی خود میں سمیٹ گیا۔

زندگی ایک دم جیسے بہت حسین اور پر سکون ہو چکی تھی۔

کورٹ سے واپسی پر اس نے گاڑی ہسپتال کی طرف موڑ دی کیوں کہ فارا کمال کی رپورٹس لینی تھی۔

اس نے جیسے ہی گاڑی پارک کی تو نظریں بے ساختہ سامنے کھڑی گاڑی میں بیٹھتی اس حسینہ سے ٹکرائی تھیں۔

نہ جانے اس کی نظروں کی تپش تھی یا موجودگی کا احساس۔۔۔۔ظالم حسینہ نے بھی اسی پل اس کی جانب دیکھا تھا۔ نظروں کے اس زوردار تصادم نے دونوں دلوں پر گہرا وار کیا تھا۔

داؤد نے ایک تفصیلی نظر اس پر اور اس کی گاڑی پر ڈالی اور دوسری ہسپتال کی پر شکوہ عمارت پر۔ اگلے ہی پل وہ آنکھوں پر شیڈز لگاتا ہسپتال کے اندرونی حصّے کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ نے گہرا سانس بھرتے آنکھوں میں چمکتی نمی کو چھپایا۔

رپورٹس لینے کے بعد وہ مضبوط قدم اٹھاتا واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب اسے قریب ہی گہرا شور سنائی دیا۔ نظریں اطراف میں بھٹکی تو زلیخہ کی گاڑی وہیں موجود تھی اب تک ۔

اگلا لمحہ بہت بے یقینی بھرا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک تیز رفتار ٹرالر تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھتا پوری قوت کے ساتھ اسے سڑک کے دوسرے کنارے لگا گیا۔ گاڑی ایک دم آگ کے شولوں میں نہا گئی۔

داؤد کمال بے یقین کھڑا اپنی متاع کل کو آگ میں جلتے دیکھ رہا تھا۔

"سنو !!!"

پیار بھری آواز میں پکارا گیا۔

"!!!! سناؤ"

جواب بھلے اتنے جوش سے نہ سہی مگر عقیدت سے آیا تھا۔

"چلو کہیں چلتے ہیں۔ جہاں کوئی پریشانی نہ ہو۔ صرف تم ہو میں ہوں اور سکون ہو بس !!!!!"

اس کی بات پر زونی دھیرے سے ہنس دی تو اس کی ہنسی کی آواز سنتے اشعر پر سکون سا ہو گیا۔

"!!!! چلونا!!!! بائیک پر چلتے ہیں"

اس کی منت بھری آواز پر زونیہ بھی تیار ہوتی سر ہلا گئی۔

وہ دونوں اس وقت پورٹیکو میں بائیک کے پاس کھڑے تھے۔خود بائیک پر بیٹھنے کے بعد اشعر نے اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی اس کے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئی۔

اشعر نے خود ہیلمٹ پہننے کے بعد دوسرا اس کی طرح بڑھایا جسے وہ تھام کر پہن گئی۔

وہ بائیک سٹارٹ کرنے کے بعد اس کے قریب ہونے کا انتظار کرتا رہا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو کچھ سوچتے اشعر کی آنکھیں چمکی۔

اگلے ہی پل وہ بائیک کو ایک دم آگے بڑھاتا بریک لگا کر زونیہ کو جھٹکے سے اپنے قریب تر کر گیا۔

ایک دم جھٹکا لگنے کی وجہ سے زونی اس کی پشت سے جالگی۔ڈر کے مارے وہ سختی سے اشعر کے کندھے تھام گئی۔

"!!!! یوڈیش انسان"

وہ چیختی ہوئی اشعر کے کندھے پر تابر توڑ مکے برساتی بولی تو اشعر جانے کتنے عرصے بعد آج کھل کر ہنس دیا۔

چند منٹ گزر جانے کے بعد اشعر کی سپورٹس بائیک ہواؤں سے باتیں کرتی جارہی تھی۔

ان دونوں کی خوبصورت اور پرسکون کھکھلاہٹ دور تک سنائی دے رہی تھی۔
تاریکی کے بعد کی صبح ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔
!!!!! خوبصورت، پرسکون، روشن

"!!! نوال کہاں ہو یار"

طالب اونچی آواز میں اسے پکار گیا تو وہ تیزی سے کچن سے باہر آئی۔

"بادشاہ سلامت کچھ دیر پہلے خود ہی اس کنیز کو بریانی بنانے کا حکم دے کر گئے تھے
اگر یاد ہو تو۔اب گھر کی چھت پر جا کر تو بریانی بنانے سے رہی۔"

جس قدر تیزی سے کچن میں اس کے ہاتھ چل رہے تھے اس وقت اس سے بھی دگنی
تیزی سے اس کی زبان چل رہی تھی۔

"؟؟؟ کیا مجھے تمھیں ایک تھپڑ مارنے کی اجازت ہے"

اس کی فر فر چلتی زبان پر وہ بہت سنجیدگی سے مستفسر تھا یہ بات الگ تھی کہ آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔

"!!!! اگر بدلے میں ایک عدد گولی کھا سکتے ہیں تو۔۔۔ہاں ضرور"

وہ لاپرواہی سے ہاتھ جھاڑتی بولی تو طالب نفی میں سر ہلا گیا۔

"جلدی کر لو یار پیکنگ کر چکا ہوں میں ایک دفعہ آکر دیکھ لو اگر کوئی اور چیز بھی رکھنی ہے تو !!!"

وہ آگے بڑھ کر اس کے گالوں سے چپکی لٹیں کان کے پیچھے کرتی جھک کر اس کی ٹھوری چوم گیا۔دوسرا نشانہ اس کی سنہری آنکھیں تھیں۔

بولڈ سی نوال طالب کی ذرا سی قربت پر چھوئی موئی ہو جایا کرتی تھی۔نزدیکی کے لمحات میں اس کے چہرے پر کھلتے رنگ طالب کو اس کا مزید اسیر کر دیا کرتے تھے۔

"!!!مت قریب آئیں۔پسینہ آیا ہوا ہے مجھے"

وہ ایک قدم پیچھے لیتی بولی تو وہ تین قدم اس کے قریب بڑھا گیا۔

"ہر حالت میں جان سے قریب تر لگتی ہو اور ایسی حالت میں تو ایک دم اپنی لگتی ہو۔"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب تر کرتا اپنے سینے میں سمو گیا۔

"آپ برتن سیٹ کریں میں کھانا لگاتی ہوں۔کھا کر پھر نکلتے ہیں۔"

وہ نرمی سے بولی تو طالب اس کا ماتھا چومتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

داؤد کمال کے حکم پر وہ کمال ہاؤس شفٹ ہو رہے تھے۔

رپورٹس لینے کے بعد وہ مضبوط قدم اٹھاتا واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب اسے قریب ہی گہرا شور سنائی دیا۔ نظریں اطراف میں بھٹکی تو زلیخہ کی گاڑی وہیں ۔ موجود تھی اب تک

اگلا لمحہ بہت بے یقینی بھرا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک تیز رفتار ٹرالر تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھتا پوری قوت کے ساتھ اسے سڑک کے دوسرے کنارے لگا گیا۔ گاڑی ایک دم آگ کے شعلوں میں نہا گئی۔

داؤد کمال بے یقین کھڑا اپنی متاع کل کو آگ میں جلتے دیکھ رہا تھا۔

بے یقینی جب آگہی میں ڈھلی تو وہ تیر کی تیزی سے گاڑی کی طرف لپکا۔ اسے یوں دیوانہ وار گاڑی کی جانب طرف بڑھتے دیکھ کچھ لوگوں نے چیختے ہوئے اسے روکنا چاہا پر وہ اس وقت سننے سمجھنے کی ہر حس گنوا چکا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتا دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا جو کھل ہی نہیں رہا تھا۔ بغیر وقت ضائع کیے اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں کو زور زور سے دروازے کے شیشے پر مارنا شروع کر دیا۔ شیشے میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔ اس کے ہاتھوں کی ہر ضرب کے ساتھ ہاتھ مزید لہولہان ہوتے پاس کھڑے لوگوں کو چیخنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"!!!!! حیاتی !!!!! آپ مجھے سن رہی ہیں حیاتی"

آگ کے شعلے اب اسی کی طرف لپک رہے ہیں تھے پر وہ اس وقت ہوش میں ہی کہاں تھا۔اپنی فکر ہی کہاں تھی اسے۔وہ ہر چیز سے بے بہرہ ہوتا شیشہ توڑنے کی کوشش کرتا زلیخہ کو پکار رہا تھا۔

آخر اس کے مضبوط ہاتھوں کی مسلسل ضربیں کھا کر شیشہ ٹکروں میں تقسیم ہوتا زمین بوس ہوا تو داؤد کمال بے قرار ہوتا اندر جھکا پر گاڑی کو خالی پا کر اسے زور دار جھٹکا لگا تھا۔

"داؤد !!!!"

لرزتی کانپتی بے یقین آواز داؤد کمال کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ برسوں سے بہرہ تھا اور سماعت سے ٹکرانے والی پہلی میٹھی اور روح بخش آواز اس عورت کی تھی جس آواز نے اس کے بے جان وجود میں نئی جان ڈال کر اسے مرنے سے بچا لیا تھا۔

ضبط اور تکلیف سے لہو رنگ ہوتی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ پھر وہ دھیرے سے مڑا تو کچھ فاصلے پر زلیخہ نڈھال سے کھڑی آنکھوں میں بے یقینی اور تکلیف لئے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

وہ اسے روبرو دیکھتا اپنے بھاری ہوتے قدموں کو دھیرے دھیرے اس کی طرف موڑ گیا۔

زلیخہ بھیگی آنکھیں لئے اپنی طرف بڑھتے داؤد کمال کو دیکھ رہی تھی جب وہ اس کے نزدیک آتا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

اس نے دائیاں ہاتھ پہلو سے اٹھا کر زلیخہ کے چہرے کی طرف بڑھا کر اس کے گال کو چھو کر خود کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ واقعی اس کے سامنے موجود ہے۔

اس کے ہاتھوں پر نظر پڑتے زلیخہ کے لبوں سے سسکی برامد ہوئی تھی۔ وہ اپنا کانپتا ہوا ہاتھ بڑھا کر اس کا لہو سے سنا ہاتھ تھامنے لگی جب وہ ایک دم اس کے سامنے اپنے گھٹنوں کے بل گرتا اس کے پہلو میں منہ چھپا تا رو دیا۔

اپنے پہلو کو اس کے آنسوؤں سے بھیگ بھیگتا محسوس کرتے زلیخہ کی آنکھوں کی سطح بے ساختہ گیلی ہوئی تھی پھر آنسو ایک تواتر سے گالوں پر بہتے چلے گئے۔

کوئی اسے ہسپتال لے جانے کا کہہ رہا تھا تو کوئی گاڑی سے آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا پر وہ دو وجود ایسے ہو گئے تھے جیسے آس پاس کوئی موجود ہی نہ ہو۔

زلیخہ داؤد کو دیکھنے کے بعد واپس ہی جا رہی تھی جب اسے ایک دم جی متلاتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ گاڑی سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر چلی آئی۔ ٹھیک دو منٹ بعد اسے ایک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے پلٹ کر دیکھنے لگی جہاں اس کی گاڑی آگ کے شعلوں میں لپٹی تھی۔

زلیخہ کے دل کو ایک دم خوف نے جکڑ لیا۔ اگر وہ اس وقت گاڑی میں موجود ہوتی تو ؟؟ اس کے سوچ کے آتے ہی وہ لرز اٹھی۔

کلیجہ ایک بار پھر حلق کو آتا محسوس ہوا تو وہ وہیں جھک گئی۔

سیدھا ہونے کے بعد وہ ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل سے کلی کر کے منہ دھوتی جیسے ہی مڑی تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

کوئی دیوانہ وار گاڑی کے شیشے کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے جاننے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا کہ وہ کوئی اور نہیں داؤد تھا۔ اس کا اپنا داؤد !!!! تبھی وہ بے یقینی سے اسے پکار اٹھی !!!

"داؤد !!!"

زلیک اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتی اسے پکار گئی تو داؤد ہوش میں آتا جھٹکے سے پیچھے ہٹتا سرخ آنکھوں کی نمی صاف کرنے لگا۔

کچھ سوچتے زلیخہ لب بھینچ گئی۔ یہ راہ اس کی اپنی چنی گئی تھی۔ عورت جب درد میں ہو تو اپنے ارد گرد سب کچھ تباہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے پر وہ ہمیشہ خود کو ہی تباہ کرتی ہے۔

"سہی وقت پر لئے گئے غلط فیصلے اور غلط وقت پر لئے گئے سہی فیصلے انسان کو واقعی بہت خوار کرواتے ہیں !!!"

افسوس بھری آواز میں کہتا وہ دو قدم پیچھے ہٹا گیا۔

آہ داؤد کمال !!! وہ ہمیشہ سچ بولتا تھا اس لئے اسے میٹھی باتیں کرنا نہیں آتی تھیں۔

"کھیل ابھی باقی ہے!!!!"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر کہتی وہ وہیں سے پلٹ گئی جب کہ اس کی آنکھوں سے جھانکتا ایک ایک تاثر اور جذبہ داؤد کمال کی آنکھوں میں قید رہ گیا۔

وہ دونوں ابھی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔طالب نے گردن موڑ کر اپنی پیاری بیوی کی طرف دیکھا جو عام لڑکیوں سے واقعی بہت مختلف تھی۔

اگر عام لڑکیوں کی طرح ہوتی تو اپنی ساس سے پہلی روبرو ملاقات پر کچھ ڈری سہمی سی یا جھجکی سی ہوتی پر وہ نوال تھی۔ایک مضبوط اور بہادر لڑکی۔

اس وقت بھی وو پورے اعتماد سے طالب کے ساتھ کھڑی گھر پر نظر دوڑا رہی تھی۔ طالب بے ساختہ جھک کر اس کے بالوں پر لب رکھ گیا تو نوال حیران ہوتی اسے دیکھنے لگی۔اس سے پہلے کہ اس کا سپیکر آن ہوتا طالب اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے اسے اپنے ساتھ لئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ لاؤنج کے درمیان میں پہنچے تھے جب فارا کمال اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

طالب پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی پر اس کے پہلو میں کھڑی لڑکی کو دیکھتے ہی یہ مسکراہٹ ایسے غائب ہوئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔

"!!!! یہ لڑکی کون ہے طالب"

ان کی کڑک آواز پر لاؤنج میں داخل ہوتے اشعر اور زونیہ وہیں رک گئے۔ داؤد کمال انہی کے انتظار میں تھا اس لئے وہ بھی نیچے آگیا۔

"ممی یہ ۔۔۔!!!"

اس سے پہلے کہ وہ اس کا تعارف کرواتا نوال ایک دم اسے روک گئی۔

"آپ رک جائیں۔ میں خود ہی اپنا تعارف کرواتی ہوں ممی جی کو !!!!"

میٹھی آواز میں کہتی وہ طالب سے اپنا ہاتھ چھڑواتی فارا کمال کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام علیکم ممی جی !!! میں نوال بخش ۔۔۔ اوپس سوری نوال طالب کمال ہوں ۔۔۔ طالب کمال کی شریک حیات اور آپ کی منجھلی بہو !!!!"

وہ نظریں جھکا کر شرماتی لجاتی آنکھیں پٹپٹاتی بولی تو اسے دیکھتے طالب کمال کو غش پڑتے پڑتے رہ گیا۔

داؤد جانتا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی چلتا پھرتا دھماکہ ہے اس لئے خاموش کھڑا اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔زونی اور اشعر بھی اس صورت حال سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔داؤد کمال انہیں پہلے ہی سچائی سے آگاہ کر چکا تھا اس لئے انھیں کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

"!!!! کیا بکواس ہے یہ ؟؟؟ طالب یہ لڑکی کیا بک رہی ہے"

فاراکمال ایک دم ضبط کھوتی چیخی تو ان کے الفاظ پر جہاں نوال کی پیشانی پر بل پڑے وہیں تینوں بھائی ضبط سے لب بھینچ کر رہ گئے۔ماں کے منہ سے نوال کے لئے ادا کیے گئے ایسے الفاظ کسی کو بھی پسند نہیں آئے تھے۔

"!!! غصّہ مت کریے کو کیلا بہن رنگت کالی پڑ جا گی"

وہ لاپرواہی سے مصنوئی فکر جتاتی بولی تو زونی کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔ اشعر کے گھورنے پر وہ تیزی سے منہ پر ہاتھ جما گئی۔

"یو شٹ اپ!!! اپنے بیٹے سے بات کر رہی ہوں میں۔"

فار اکمال غصّے سے لال پڑتی چیخی تو ان کی بلند آواز پر نوال دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس گئی۔

"چیخیے مت ساسوماں!!! بڑھتی عمر کے ساتھ گلا ویسے بھی بیٹھتا چلا جاتا ہے۔"

وہ سنہری آنکھیں پٹپٹاتی فکر سے بولی تو فار اکمال کا چہرہ لال بھبھوکا ہو اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ غصّے سے پھٹ پڑتی طالب تیزی سے آگے بڑھا۔

"زونی نوال کو میرے کمرے میں لے جاؤ میں ممی سے بات کر کے آتا ہوں۔"

س کی بات پر زونی سر ہلاتی نوال کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لے جانے لگی۔

"رک جاؤ یہیں. یہ لڑکی کہیں نہیں جا گی۔میں اسے کسی صورت اپنے گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔"

فارا کمال کی بات کے جواب میں نوال لاپرواہی سے اپنی جمائی روکنے لگی۔

"طالب ممی کو بلڈ پریشر کی گولی بھی دے دیجئے گا یاد سے۔مجھے بہت نیند آرہی ہے میں تو ہمارے کمرے میں سونے چلی۔آپ سکوں سے ممی جی کو وقت دے کر پھر آ جایئے گا۔بعد میں ملتے ہیں کو کیلا بہن سوری۔۔۔ممی جی!!!"

وہ خوش مزاجی سے طالب کو حکم سناتی آخر میں جاتے جاتے ایک دفعہ پھر سے فارا کمال کا بی پی ہائی کرتی زونی کے ساتھ طالب کے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی

جب کہ اس کے جانے کے بعد طالب انہیں پر سکوں کرنے کی کوشش میں جت گیا۔

داؤد کمال کے ہوتے ہوئے اسے بھلا کیا پریشانی ہو سکتی تھی۔اسے یقین تھا کہ اس کا بڑا بھائی سب سنبھال لے گا۔

"!!!! جان نکال دی میری تم نے چڑیل !!! کبھی تو انسانوں کی طرح آجایا کرو"

اشعر اور طالب لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے کچھ ڈسکس کر رہے تھے جب زونیہ وہاں آتی دھم سے صوفے پر اشعر کے قریب بیٹھی۔

اشعر جان بوجھ کر اس کو چھیڑنے کی خاطر بولا اور ستم یہ کہ وہ واقعی چھڑ گئی۔

"ہاں اتنی ہی نازک جان ہے نا تمہاری جو یوں سیکنڈ میں نکل جا گی۔"

اس کے بھرپور طنز پر اشعر محض صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گیا جب کہ اس کی شکل دیکھتے طالب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"ہنسنا بند کرو بلکل بندر لگ رہے ہو اور جلدی سے بتاؤ تمہاری شیرنی کہاں ہے نظر نہیں آرہی !!!!"

وہ طالب کے کندھے پر تھپڑ مار کر یہاں وہاں نظر دوڑاتی نوال کے متعلق پوچھنے لگی۔ اسے نوال پہلی ہی نظر میں بہت پسند آئی تھی اور گزرتے دو ہفتوں میں ان دونوں میں خاصی گہری دوستی ہو چکی تھی۔

"!!!! وہاں موجود ہے جہاں جاتے اسے موت نظر آتی ہے"

طالب کی بات پر زونی کی ہنسی چھوٹ گئی۔نوال یقیناً کچن میں موجود تھی اس وقت۔

زونیہ اب تک سمجھ نہ سکی تھی کہ وہ کچن سے اتنا کیوں چڑتی ہے حالاں کہ کھانا وہ بہت لاجواب بناتی تھی۔

ان دونوں پر ایک نظر ڈالتے وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

یوں ہی باتوں میں گھنٹہ گزر گیا جب نوال کی آواز ان دونوں کو ہوش کی دنیا میں لائی۔

"باقی باتیں بعد میں کر لیجیے گا آ کر کھانا کھا لیں۔زونی کو کیلا بھن کو بلانے گئی ہے آپ بھی آ جائیں۔"

نوال کی بات پر جہاں اشعر ہنسی چھپاتا اپنی جگہ سے اٹھتا ڈائیننگ روم کی طرف بڑھا وہیں طالب اسے بھرپور گھوری سے نواز گیا پر وہ نوال ہی کیا جو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو سیریس لے۔

وہ مڑ کر ابھی دو قدم کی چلی تھی جب زمین کو سلامی دیتا اس کا دوپٹہ پیروں میں آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پورے قد سمیت منہ کے بل گرتی طالب تیزی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

"ہائے اللہ میں پھسل گئ !!!!"

گرنے کے خوف سے وہ ایک دم چیخی تو اسے ہوش دلانے کی خاطر وہ اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔

"؟؟؟ کہاں؟ میرے پیار میں"

اس کی خمار آلود آواز کانوں سے ٹکرائی تو خود کو مضبوط حصار میں قید محسوس کرتے وہ پٹ سے آنکھیں کھول گئی۔

"!!! اتنے عمران ہاشمی بننے کی کوئی ضرورت نہیں وہ بھی لاؤنج میں کھڑے ہو کر"

وہ ایک دم شرما کر اس کی شرٹ کے بٹنوں پر انگلی پھیرتی بولی تو وہ بھی مزید شیر ہوتا اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا کر اس کے نرم و نازک گال پر رکھ گیا۔

"!!! بیوی اگر ایسی پٹاخہ ہو تو اس کی خاطر عمران ہاشمی بننے میں کیسی شرم"

بوجھل آواز میں جھک کر کہتا اس سے پہلے سے وہ مزید کوئی گستاخی کرتا نوال سٹپٹاتی اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ دور کر گئی۔

"!!!! ساسوماں پیچھے کھڑی ہمیں ہی دیکھ رہی ہیں"

وہ تیزی سے اسے خبردار کرتی بولی تو طالب گردن موڑتے پیچھے دیکھنے لگا جہاں فارا کمال کھڑی خونخوار آنکھوں سے نوال کو دیکھ رہی تھیں۔ طالب کے چہرے کے تاثرات ایک دم بگڑے تھے۔ اسے بہت ناگوار محسوس ہوا تھا فارا کمال کا یوں چوری چھپے انہیں دیکھنا۔ وہ نرمی سے نوال کو خود سے الگ کر گیا۔ اسے خود کی طرف دیکھتا پاکر فارا کمال کے چہرے کے تاثرات بھی ایسے ہو گئے جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

"!!! چلیں آپ میں آتا ہوں"

وہ نوال کا گال نرمی سے تھپتھپا کر محبت سے بولا جب کہ محبت کے اس مظاہرے پر فارا کمال تڑپ ہی اٹھی۔

کل تک تو اس مری ہوئی لڑکی سے محبت میں مرے جا رہے تھے اور آج اس" "!!!! کلموہی کو باہوں میں لئے کھڑے ہو واہ کیا کہنے تمہاری محبت کے

فاراکمال تیزی سے ان کے قریب آتی پھنکاری تو طالب کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

پہلی بات ممی !!! سامنے کھڑی لڑکی کوئی غیر نہیں میری بیوی ہے !!! طالب کمال" کی بیوی !!! بیوی کا مطلب تو اچھے سے جانتی ہوں گی آپ !!! میرے سر کے بال "سے پیر کے ناخن تک مجھ پر مکمل حق رکھتی ہے۔

وہ بولا تو لہجہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھتے پل بھر کے لئے نوال بھی سہم سی گئی۔

اور دوسری بات جس لڑکی کی بات آپ کررہی ہیں وہ بیچاری اس دنیا میں بھی نہیں" رہی اب تو اس قدر نفرت کیوں؟؟ہاں میں اس سے شادی ضرور کرنا چاہتا تھا پر وہ میری محبت نہیں تھی بس میری آئیڈیل تھی۔محبت بھی ہوتی تو اتنا بغیرت مرد نہیں جو ناکام محبت کا جوگ پال کر بیوی کو قبولنے سے انکار کردیتا۔نوال میری بیوی ہے "ممی پلیز آئیندہ اس بات کا خیال رکھئے گا۔

تمیز کے دائرے میں رہ کر اپنی بات مکمل کرتا وہ نوال کا ہاتھ تھامے وہاں سے چل دیا جب کہ فار اکمال اپنی جگہ پر سن کھڑی رہ گئی۔جس اولاد کو اپنے آگے ایک لفظ بولنے نہ دیا تھا کبھی وہ اولاد کیسے ان کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی تھی۔ناقابل یقین تھا یہ سچ ان کے لئے۔

وہ نڈھال سی واپس آئی تو سب سے پہلے عشرت جہاں سے ہی سامنا ہو گیا۔ عشرت جہاں اس وقت وہ آخری انسان تھی جسے زلیخہ دیکھنا چاہتی تھی پر جیسے ہم چاہیں ہمیشہ ویسا ہی ہو یہ کہاں ممکن ہے۔

"؟؟؟ کہاں گئی تھی یہ شاہی سواری"

عشرت جہاں اسے گہری نظروں سے دیکھتی بولی تو زلیخہ گہری سانس بھرتی دو قدم آگے بڑھا گئی۔

"!!!! ہسپتال گئی تھی"

وہ یک لفظی جواب دیتی پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اسے اپنی ٹانگیں شل ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"خیریت ؟؟"

یک لفظی جواب کے بدلے یک لفظی سوال !!!

"طبعیت کچھ خراب تھی بس !!!!"

نظریں ملائے بغیر جواب دیتی وہ ملازمہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑنے لگی۔

"مجھے تو طبیعت کی جگہ معاملہ خراب لگ رہا ہے !!!!"

وہ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتی بولی تو زلیخہ کو پانی حلق میں پھنستا محسوس ہوا۔
بامشکل سے چند گھونٹ نگل پائی۔

فوڈ پوئیزننگ بتائی ہے ڈاکٹر نے۔ فکر مت کریں جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ "
"!!! نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

مضبوط لہجے میں کہتی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو عشرت جہاں کو بھی اپنی سوچ پر شک سا ہونے لگا۔

تمہارا الاکٹ کمرے میں کیا کر رہا ہے جب کہ اسے تمہاری گردن میں ہونا چاہئے "
"تھا۔

!!! ایک اور سوال تیار

"نہاتے وقت اتارا تھا پھر جلدی میں پہننا بھول گئی۔ جا کر پہن لیتی ہوں پہلے۔"

اعتماد سے کہتی بغیر اس کے جواب کا انتظار کیے اپنے کمرے کو طرف بڑھ گئی تو عشرت جہاں بہت سی سوچوں میں الجھ سی گئی۔

"!!!! اشعر کے بچے کہاں لے جارہے ہو مجھے"

وہ اپنی عینک درست کرتی ساتھ چلتے اشعر کے کندھے پر مکا مار گئی۔

"؟؟؟ اللہ اللہ اتنے نازک ہاتھ !!! پھول کھاتی ہو کیا"

اس کے بے تکے فلرٹ پر زونی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"!!! فلرٹ تو ڈھنگ کا کرنا سیکھ لو"

اس کی بات پر وہ ایک دم رکتا اس کا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔

"؟؟؟ تو تم چاہتی ہو میں تمہارے ساتھ فلرٹ کروں"

وہ آنکھوں میں شرارت لیے پل بھر میں ہی اسے اپنی طرف کھینچ گیا تو اس کے عمل پر زونی سٹپٹا سی گئی۔

پیچھے رہ کر بات کرو۔ اتنا خوش فہم ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ انسان کتا پال لے" "!!! بلی پال لے پر تمہاری طرح خوش فہمی نہ پالے

اس کے جواب پر اشعر بری طرح بدمزا ہوتا پیچھے ہٹ گیا۔ اگلے ہی پل اس کا ہاتھ تھامے وہ پھر سے چلنے لگا تو زونی جھنجھلا گئی۔

"۔۔۔ کہاں لے جا رہے ہو بتا تو دو۔ میرے پیر دکھ رہے ہیں مزید نہیں چلا جا"

ابھی اس کا جملہ منہ میں ہی تھا جب وہ ایک جھٹکے سے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر گیا۔

"۔۔۔ آہ۔۔۔ کیا کر رہے ہو پاگل گر جاؤں گی میں"

وہ خوف سے بولی تو اگلے ہی پل اشعر اسے مزید ڈراتا ہوا میں اچھال گیا۔ زونیہ کی چیخیں بے ساختہ تھیں۔ اسے پھر سے بازوؤں میں قید کیے وہ قہقہہ لگا گیا تو زونیہ غصّے میں اس کے بال اپنی دونوں مٹھیوں میں بھرتی زور سے کھینچ گئی۔ اب چیخنے کی باری اشعر کی تھی۔ اس کی حالت پر زونیہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

سامنے کھڑے چاروں نفوس افسوس بھری نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ یہ کبھی نہیں سدھر سکتے۔

یہ بات الگ ہے کہ ان کی آنکھوں میں افسوس سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ زونیہ زندگی کی طرف واپس لوٹ رہی ہے۔

"!!! زونی سے پنگا از ناٹ چنگا"

سامنے کھڑے افراد کی موجودگی سے انجان وہ اس کے بال چھوڑتی اپنے بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹتی قدرے جھک کر بولی تو اشعر سٹپٹا گیا۔

گلا صاف کرنے کی آواز پر زونیہ نے جھٹکے سے گردن موڑ کر سامنے دیکھا جہاں وہ سب کھڑے مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ ان کا لیڈر بھی اپنی زوجہ کے ساتھ موجود تھا۔

وہ خجل ہوتی نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی تو اشعر اسے نرمی سے زمیں پر اتار گیا۔

"ہم سب یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟"۔

وہ بے وجہ ہی عینک سہی کرتی لاپرواہی سے پوچھنے لگی۔ مقصد خود سے سب کا دھیان ہٹانا تھا۔

"بائیک ریسنگ !!!!"

نوال کی پرجوش آواز پر سب مسکرا دیے۔ وہ پہلی بار طالب کے ساتھ ایسا کوئی ایکسپیرینس کرنے والی تھی اس لئے کافی پرجوش تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی ان سب کی بائیکس سڑک دھول اڑاتی جا رہی تھیں۔ وہ سب جانتے تھے کہ جیت ان کے لیڈر کی ہی ہونی تھی۔

وہ باتھ روم سے جیسے ہی باہر آئی تو بیڈ پر بیٹھی عشرت جہاں کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"؟؟؟ آپ میرے کمرے میں !! خیریت"

وہ تنے ہوئے چہرے سے اسے دیکھتی بولی تو عشرت جہاں اٹھ کر اس کے قریب آئی۔

"بہت چالاکی سے کھیل رہا ہے وہ ایڈووکیٹ۔ جان پیاری نہیں رہی اس کو!!!! اس کا مرا ہوا بھائی اسے یاد کر رہا ہے تو میں نے سوچا بیچارے کی مشکل آسان کر دی جا۔ "

عشرت جہاں کی بات پر زلیخہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

سنو لڑکی!!! وہ شاطر انسان اگر کسی کی باتوں میں آسکتا ہے تو وہ صرف تم ہو!!! " ابھی کے ابھی اسے فون کر کے پرانی حویلی ملنے بلاؤ۔ وقت نہیں ہے میرے پاس !!!"

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا فون پکڑتی اس کی طرف بڑھا گئی تو زلیخہ ہاتھوں کی لرزش پر قابو پاتی موبائل تھام گئی۔ اس کی انگلیاں داؤد کا نمبر ملانے میں مصروف ہو گئیں۔

وہ عشرت جہاں کی نظریں اپنے چہرے پر ٹکی محسوس کرتی خود پر قابو پاتی چہرے کی تاثرات سپاٹ بنا گئی۔

پہلی بیل پر ہی کال اٹھا لی گئی مگر دوسری طرف محض خاموشی کا راج تھا۔

"!!! مجھے ملنا ہے تم سے !!! بہت ضروری بات کرنی ہے"

مقابل کی خاموشی محسوس کرتے آخر کار وہ خود ہی بول اٹھی۔

"؟؟ کہاں ملنا ہے"

!!!! بولا بھی تو کیا؟؟ بے معنی الفاظ

"!!! ایڈریس سینڈ کر رہی ہوں"

اس کے بولتے ہی دوسری طرف سے کال کٹ گئی تو وہ لب دانتوں تلے دباتی حلق میں بننے والے آنسوؤں کے گولے کو نظر انداز کرنے لگی۔

"!!! کر دو اڈریس سینڈ"

عشرت جہاں کی آواز پر وہ ہوش میں لوٹتی موبائل کی سکرین پر انگلیاں چلانے لگی۔

"آپ کا کام ہوتے ہی میرا کام ہو جانا چاہیۓ ورنہ اچھے سے جانتی ہوں گی ایک زخمی ناگن کس قدر زہریلی اور خطرناک ہوتی ہے!!!"

سرد انداز میں کہتی ایڈریس سینڈ کرتے وہ موبائل بیڈ پر واپس پھینکتی شیشے آگے کھڑی ہوتی اپنے بال سلجھانے لگی تو عشرت جہاں آخری مگر گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر کمرے سے نکل گئی۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ بے جان ہوتی ٹانگوں کو گھسیٹتی بیڈ پر جا گری۔ دل کی دھڑکن خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔

تکیے میں چہرہ چھپایا تو آنکھیں نم ہوتی تکیہ بھگونے لگیں۔

گلے میں موجود رہنے والا لاکٹ دراز میں پڑا اپنی ناقدری پر رو رہا تھا تو سائیڈ پر پڑا موبائل لگاتار وائبریٹ ہو رہا تھا پر وہ اس وقت ہر شے سے فرار چاہتی تھی وہ یوں ہی پڑی آنے والے وقت کو سوچ کر لرزتی رہی۔

"؟؟؟ نوال یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟؟ دماغ ٹھیک ہے آپ کا"

وہ پچھلے گارڈن میں آیا تو نوال درخت پر لٹکی امرود اتار رہی تھی۔اسے یوں دیکھ کر طالب کا دل کیا اپنا سر اسی درخت میں دے مارے۔

آنکھوں کی جگہ بٹن تو نہیں فکس کروا لئے آپ نے سرتاج!!!! امرود توڑ رہی ہوں۔"

اس کے لاپرواہی سے بولے گئے جملے پر طالب دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"گھر میں قحط پڑ گیا ہے کیا جو یہاں سے اتار کر کھانے کی نوبت آگئی۔"

وہ اس کے قریب جاتا اسے سخت نظروں سے دیکھتا گویا ہوا پر وہ نوال ہی کیا جو کسی کی سخت بات سے ڈر جا۔

اف آپ بھی نا!!! بر گر بچے ہی ہیں پورے۔ جو مزہ یوں اتارنے کا ہے وہ فریج "سے نکال کر کھانے میں تھوڑی ہے۔"

وہ ہنوز بندروں کی طرح درخت پر لٹکی بولی تو طالب محض نفی میں سر ہلا گیا۔ جانتا تھا اس کی زبان کے آگے خندق ہے۔ کم از کم باتوں میں نوال سے کوئی مائی کا لعل نہیں جیت سکتا تھا۔

طالب کچھ سوچتے تیزی سے موبائل جیب سے نکالتا کچھ فاصلے پر ہوتا دھڑ ادھڑ اس کی تصویریں بنانے لگا۔

مختلف اینگل سے چند تصویریں بنانے کے بعد وہ ان پر ایک نظر دوڑاتا کمینگی سے مسکرا دیا۔ یہ تصویریں یقیناً اس بلا کو بلیک میل کرنے میں کام آتیں .

نوال اسے تصویریں بناتے دیکھ چکی تھی۔ امرود دوپٹے میں باندھ کر زمین پر پھینکتی وہ اگلے ہی لمحے خود بھی زمین پر کود چکی تھی۔ درخت کی اونچائی اتنی کم بھی نہیں تھی۔ اسے یوں کودتے دیکھ کر طالب کی آنکھیں پھیل گئیں پر اصلی جھٹکا تو تب لگا جب زمین پر گری نوال میں کوئی ہلچل محسوس نہ ہوئی۔

وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگتا اس کے قریب زمین پر بیٹھتا اس کا سر اپنی گود میں رکھ گیا۔

"!!!! نوال۔۔۔نوال۔۔۔۔پلیز آنکھیں کھولو کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔۔نوال"

وہ اس کا چہرہ تھپتھپاتا بے چینی سے اسے پکار رہا تھا پر وہ اس کے وجود میں ذرا بھی جنبش نہیں ہو رہی تھی۔وہ اس کا رخ پلٹتا اس کے سے پر چوٹ چیک کرنے لگا پر ظاہری طور پر کوئی چوٹ نہیں دکھ رہی تھی۔

شاید اسے کوئی اندرونی چوٹ لگی تھی۔وہ اس کا رخ پلٹتا اس کے ناک کے نیچے انگلی رکھ گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔تیس سیکنڈ۔۔۔۔ایک منٹ۔۔۔۔دو منٹ۔۔۔۔تین منٹ
تین منٹ گزر چکے مگر اس کی سانسیں بند تھیں۔طالب کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی.

وہ تیزی سے اس کی کلائی تھام کر اس کی نبض چیک کرنے لگا جو ایک تسلسل سے چل رہی تھی۔ پھر اس کی سانسیں کیوں نہیں چل رہی تھیں۔

وہ جھک اس اس کے دل کی دھڑکن محسوس کرنے لگا جو معمول کے مطابق رواں تھی۔

وہ جیسے ہی اوپر ہوا نوال پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ طالب کے منہ سے بے ساختہ چیخ برامد ہوئی اور اگلے ہی پل نوال کے قہقہے پورے گارڈن میں گونج اٹھے۔ طالب کی شکل دیکھتی وہ پاگلوں کی طرح ہنستی جارہی تھی۔

پہلے پہل تو طالب کو سمجھ ہی نہ آئی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے مگر جیسے ہی دماغ تک ساری بات پہنچی بے یقینی سے اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا منہ بھی کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"!!!! نوال یہ سب کیا تھا"

وہ سامنے پیٹ پکڑے بیٹھی بے طرح ہنستی نوال کو دیکھتا بے یقینی سے بول اٹھا۔ اس کا دل باہر آنے والا ہو گیا تھا خوف کے مارے سانسیں بند ہونے کے در پر تھیں اور وہ مزے سے سامنے بیٹھی قہقہے لگا رہی تھی۔

"!!! الو بنایا بڑا مزہ آیا"

وہ زبان نکالتی اسے چھیڑتی بولی جب کہ وہ ایک دم غصّے سے پاگل ہو اٹھا۔ یہ کیسا بے ہودہ مذاق تھا جو اس کی جان پر بنا چکا تھا۔

وہ شدید غصّے میں ایک دم وہاں سے اٹھتا نکلنے لگا۔ اسے ڈر تھا وہ اتنے غصّے میں کوئی ایسا لفظ نہ منہ سے نکال لے جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

اس کے خطرناک تاثرات اور پھر ایک دم آندھی طوفان کی طرح وہاں سے اٹھ کر جانے پر نوال بوکھلا گئی۔ وہ ایک اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی۔

"۔۔۔۔ کہاں جا رہے ہیں طالب۔۔۔ سوری میں بس مذاق"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی طالب تیش کے عالم میں پلٹ کر اسے ہاتھ اٹھا کر بولنے سے منع کرتا وہاں سے نکل گیا جب کہ اس کے ایسے رسپانس پر نوال حقہ بقہ رہ گئی۔

وہ بس مذاق کر رہی تھی۔ اسے کیا پتا تھا اس کے چھوٹے سے مذاق کو وہ اس قدر سیریس لے لے گا پر نوال نہیں جانتی تھی یہ طالب کے لئے چھوٹا مذاق نہیں تھا۔
بلکل بھی نہیں !!!!!

وہ کچن میں کھڑی اشعر کے لئے چائے بنا رہی تھی۔اسے صبح سے ہلکا ہلکا بخار تھا جو اب بڑھ رہا تھ۔زونیہ کے کہنے کے باوجود وہ ڈاکٹر کے پاس جانے کے لئے نہیں مانا تو وہ تھک کر اس کے لئے چائے بنانے آگئی تا کہ ساتھ میں اسے کوئی ٹیبلٹ دے سکے۔

وہ مہارانی کدھر ہے؟؟آج دوپہر کا کھانا بنانے کا کوئی ارادہ نہیں اس کا۔بھوکا"
"؟؟ رکھے گی کیا ہمیں

فار اکمال ایک دم وہاں آتی بولی تو زونیہ ایک دم ڈر گئی۔

اف ممی ڈرادیا آپ نے۔نوال اس وقت تو بنا لیتی ہے کھانا آج پتا نہیں کیا ہوا۔میں"
"دیکھتی ہوں ورنہ اشعر کو چائے دے کر میں بنا دیتی ہوں۔

وہ نرمی سے کہتی چا کپ میں ڈالنے لگی۔

"تم گھر کے کاموں پر ذرا کم اور اپنے شوہر پر زیادہ دھیان دو!!! تمہارے چال ڈھال دیکھ کر تو لگتا ہے جیسے تم ابھی تک آدم کے صدمے سے ہی نہیں نکل پائی اشعر کو خاک خوش کرو گی۔"

ان کے ترش الفاظ پر زونیہ کی سانسیں رک سی گئیں۔کون کہتا ہے کسی کو لہولہان کرنے کے لئے کسی ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کام کے لئے تو انسان کی زبان سے ادا ہوئے الفاظ ہی کافی ہیں۔

"؟؟ زونی چابی نہیں ابھی"

اسی وقت اشعر کچن میں داخل ہوتا اس سے مخاطب ہوا تو وہ فق ہوتے چہرے سمیت سر ہلا گئی۔

"!!! تم لے کر کمرے میں چلو میں آتا ہوں"

اس کی بات پر زونیہ بغیر ایک بھی لفظ بولے کپ اور پانی کا گلاس ٹرے میں رکھتی کچن سے نکلگئی۔

اس کے جانے کے بعد اشعر فاراکمال کی طرف متوجہ ہوا۔

ممی آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ ایسی باتیں کر کے میری بیوی کو تکلیف دیں۔" میں اس کا حال اور مستقبل ہوں اور ہم دونوں ایک ساتھ بہت خوش ہیں۔ وہ میری بیوی ہے اور مجھے بہت عزیز ہے۔ میں برداشت نہیں کر پاؤں گا کہ کوئی اسے بے جا تکلیف دے۔ آج کے بعد احتیاط کریے گا۔"

متوازن آواز میں انہیں بہت کچھ باور کرواتا وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کہ فارا کمال ضبط کے گھونٹ بھرتی رہ گئی کیوں کہ مقابل داؤد کمال نہیں تھا جسے جو مرضی سنا لیتی۔ وہ ان کی اپنی اولاد تھی جس کے سامنے وہ بھی خاموش ہو جاتی تھی۔

اسی وقت اشعر کچن میں داخل ہوتا اس سے مخاطب ہوا تو وہ فق ہوتے چہرے سمیت سر ہلا گئی۔

"تم لے کر کمرے میں چلو میں آتا ہوں"!!!

اس کی بات پر زونیہ بغیر ایک بھی لفظ بولے کپ اور پانی کا گلاس ٹرے میں رکھتی کچن سے نکلگئی۔

اس کے جانے کے بعد اشعر فارا کمال کی طرف متوجہ ہوا۔

"می آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ ایسی باتیں کر کے میری بیوی کو تکلیف دیں۔ میں اس کا حال اور مستقبل ہوں اور ہم دونوں ایک ساتھ بہت خوش ہیں۔ وہ میری بیوی ہے اور مجھے بہت عزیز ہے۔ میں برداشت نہیں کر پاؤں گا کہ کوئی اسے بے جا تکلیف دے۔ آج کے بعد احتیاط کریے گا۔"

متوازن آواز میں انہیں بہت کچھ باور کرواتا وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کہ فارا کمال ضبط کے گھونٹ بھرتی رہ گئی کیوں کہ مقابل داؤد کمال نہیں تھا جسے جو مرضی سنا لیتی۔ وہ ان کی اپنی اولاد تھی جس کے سامنے وہ بھی خاموش ہو جاتی تھی۔

★★★★★★

وہ عشرت جہاں کے ساتھ اس وقت پرانی حویلی موجود تھی۔نیچے دم گھٹنے لگا تو سب سے اوپر چھت پر آ گئی۔ عشرت جہاں کے اس کے لئے متعین کے گئے گارڈز بھی اس کے پیچھے ہی آ گئے تھے۔ عشرت جہاں آج کے روز کوئی چالاکی برداشت کرنے کی حالت میں نہیں تھی۔

زلیخہ چھت کی منڈیر کے پاس آتی دونوں ہاتھوں کہنیاں منڈیر پر ٹکاتی نیچے جھانکنے لگی جہاں حویلی کی چاروں طرف گارڈز پھیلے ہوئے تھے۔داؤد کو دیے گئے وقت میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا۔

زلیخہ کا دماغ فلیش بیک میں چلا گیا۔

★★★★★★

وہ بچپن سے ہی ماں باپ کے سائے سے محروم رہی تھی۔ہوش سمبھالا تو خود کو عشرت جہاں کے پاس ہی پایا۔اس کی پرورش نانی کا ہاتھوں نہیں بلکہ گھر کے ملازموں کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی سب سمجھتی گئی۔ایک دن کالج سے واپسی پر وہ ڈرائنگ روم سے گزر رہی تھی جب کانوں میں پڑنے والی آوازوں سے اس کے قدم وہیں جما دیے۔

"بیچاری ساری عمر اندھیرے میں جئے گی۔ماں باپ تو مر کھپ گئے اور بہن آنکھوں سے دور ہے۔"

عشرت جہاں کے ان الفاظ نے زلیخہ کو گہرے سناٹے میں ڈال دیا۔بہن!!!اس کی بہن!!!!

وہ بغیر سوچے سمجھے جوش میں آتی ایک دم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اس کی اچانک اور غیر متوقع آمد پر عشرت جہاں پل بھر کو بوکھلا گئی۔

"کہاں ہے میری بہن ؟؟؟ آپ کو ذرا بھی اللہ کا خوف محسوس نہیں ہوا مجھ سے اتنی بڑی حقیقت چھپاتے ہوئے۔"

وہ بولی نہیں چیخی تھی جس کے نتیجے میں اگلے ہی پل عشرت جہاں سے پڑنے والا تھپڑ اس کا گال سنسنا گیا۔

"میرے سامنے زبان درازی کی تو لحاظ نہیں رکھوں گی میں سمجھی تو!!! سیٹھ جی آپ جلد از جلد اپنی امانت لے جا سکتے ہیں لیکن آپ کی بتائی گئی رقم سے بیس لاکھ زیادہ لوں گی۔ منظور ہے تو جب مرضی بارات لے کر آجائیں۔"

عشرت جہاں کی بات پر زلیخہ کی نظر سامنے بیٹھے سیٹھ پر پڑی جو آنکھوں میں خباثت لئے اسے ہی اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ زلیخہ کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں تھی سامنے بیٹھی عورت اس قدر گر جائے گی۔

وہ ایک بھی لفظ کہے بغیر سن ہوتے دماغ کے ساتھ وہاں سے نکل آئی۔

پورا دن وہ اپنے کمرے میں ہی بند رہی۔ اگلے روز ایک ملازمہ کے ہمراہ عشرت جہاں اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ ملازمہ ہاتھ میں پکڑا سامان بیڈ پر رکھتی کمرے سے نکل گئی۔

"سیٹھ کے ساتھ نکاح ہے تمہارا۔ وقت پر تیار ہو جانا کوئی تماشہ کیے بغیر ورنہ بھوکے کتوں کے آگے ڈالتے کوئی افسوس نہیں ہو گا مجھے۔

"دیکھو پلیز ایسا مت کرو میرے ساتھ۔ مجھے بتاؤ میری بہن کدھر ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں پلیز اتنی ظالم مت بنو۔"

رو رو کر اس کا گلا بیٹھ چکا تھا۔

"ایک شرط پر تم اس شادی سے بھی بچ سکتی ہو اور اپنی بہن کو بھی حاصل کر سکتی ہو۔"

عشرت جہاں کی بات نے زلیخہ کے اندر نئی توانائی بھر دی۔ وہ سوالیہ نظروں سے عشرت جہاں کو دیکھنے لگی تو اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ ایڈووکیٹ داؤد کمال ہے۔ اس کی ساری انفارمیشن اس فائل میں موجود ہے۔ کب آتا ہے کب جاتا ہے کہاں آتا ہے کہاں جاتا ہے۔ میرے کالے دھندھوں کی فائل اس کے پاس موجود ہے۔ تمہیں کسی بھی طریقے اس سے شادی کر کے اپنے پیار کے جال میں پھنسانا ہے اور وہ فائل حاصل کرنے کے بعد اسے ہم تک لانا ہے۔ صرف اتنا سا کام ہے اور تم اپنی بچپن کی بچھڑی بہن سے مل سکتی ہو۔"

وہ بولتی جارہی تھی اور زلیخہ دماغ میں سارا لائحہ عمل ترتیب دیتی جارہی تھی۔وہ ٹھان چکی تھی اسے کیا کرنا ہے۔اسے ہر حال میں اپنی بہن چاہیئے تھی اس کے بعد وہ عشرت جہاں کا بھی بندوبست کر لیتی۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے پر وعدہ خلافی کا سوچیے گا بھی مت۔زخمی ناگن بہت خطرناک ہوتی ہے۔"

اس کی بات پر عشرت جہاں فتح کے احساس سے مسکرا دی۔

"یہ لباس اور زیور سیٹھ کی طرف سے آیا ہے۔اسے پہن کے تیار ہو جاؤ۔پچھلا دروازہ کھلوا دوں گی۔ سیٹھ کے آتے ہی تم یہاں سے بھاگ جاؤ گی پھر سیٹھ کو سمبھالنا میرا کام ہے۔"

عشرت جہاں اسے پورا پلان بتانے لگی جسے وہ خاموشی سے سنتی رہی پھر اس پر ہی عمل کرتے وہ وہاں سے نکل آئی اور پلان کے مطابق داؤد سے ٹکرا گئی۔عشرت جہاں نے اسے ایک لاکٹ دیا تھا جس میں کیمرا لگا ہوا تھا۔

سب کچھ پلان کے مطابق جارہا تھا پر ایسا ہوا کہ زلیخہ اکرام داؤد کمال کو دل دے بیٹھی۔

★★★★★★

ایک دم افرا تفری مچنے پر وہ حقیقت کی دنیا میں لوٹتی نیچے نگاہ دوڑانے لگی جہاں داؤد کمال کی گاڑی آر کی تھی۔اس کے دائیں بائیں گارڈز کی گاڑیاں تھی۔گاڑی رکی اور اگلے ہی پل وہ ایک شان سے گاڑی سے باہر نکلا۔بلیک پینٹ کوٹ پر آنکھوں پر شیڈز چڑھائے وہ زلیخہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر گیا۔

نظروں کی تپش محسوس کرتے اس نے سر اونچا کرتے ایک نظر اوپر ڈالی جہاں وہ دشمن جاں کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اگلے ہی پل وہ آنکھوں کا زاویہ بدلتا اپنے اونچے قد اور اٹھی ہوئی گردن سمیت مضبوط قدم اٹھاتا اندر کی طرف بڑھ گیا تو زلیخہ بھی دھڑکتے دل کے شور پر قابو پاتی نیچے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ نیچے آئی تو عشرت جہاں اور داؤد کمال ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔وہ گارڈز کے بغیر اندر آیا تھا۔بلکل اکیلا!!!!

"کیسے ہو ایڈووکیٹ"!!!!

عشرت جہاں کی مسکراتی آواز پر کوئی جواب دیے بغیر وہ زلیخہ کی طرف دیکھتا رہا۔

اس سے نظریں ہٹا کر داؤد نے عشرت جہاں کے نزدیک کھڑے حمدانی کو دیکھا اس کے یوں گہری نظروں سے دیکھنے پر حمدانی اپنی جگہ پر جز بز ہو گیا۔داؤد اچھے سے جانتا تھا کہ اس کا یہ پرانا کتا عشرت جہاں کا ساتھ تھا۔دونوں لڑکیوں کی سمگلنگ میں ملوس تھے۔

"گھر آئے داماد کو بیٹھنے کو نہیں کہو گی عشرت جہاں؟؟"

داؤد شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولتا عشرت جہاں سے مستفسر ہوا تو وہ مکروہ ہنسی ہنس دی۔

"ایڈووکیٹ یہ تیرے بیٹھنے کا نہیں اوپر جانے کا وقت ہے۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ ریوالور نکال کر ایک دم داؤد پر تان گئی تو زلیخہ بھی اپنی پینٹ کی جیب سے ریوالور نکال کر اس پر تان گئی۔ داؤد کوئی بھی تاثر دیے بغیر سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔

"میرے خلاف بنائی گئی تمہاری فائل میرے ہاتھ آچکی ہے تو اب تمہارا اس دنیا میں بھلا کیا کام۔"

عشرت جہاں کی بات پر داؤد ایسے مسکرایا جیسے کوئی بڑا کسی بچے کی بات پر مسکراتا ہے۔

"کیا تمہیں یقین ہیں عشرت جہاں کہ وہ فائل اصلی ہے"!!!!

داؤد معنی خیزی سے بولا۔ اس کے انداز میں کچھ تھا کہ عشرت جہاں کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"تمہیں داؤد کمال شکل سے پاگل نظر آتا ہے جو ایسی ضروری فائلز گھر پر لا کر رکھے گا کہ کوئی بھی راہ چلتا آئے اور گن پوائنٹ پر میری محنت حاصل کر کے کے جائے"!!!!

اس کی بات پر عشرت جہاں کا چہرہ غم و غصّے سے لال پڑ گیا۔

"اتنا بڑا دھوکہ!!! پر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ جب تم ہی زندہ نہیں رہو گے تو کون سی فائل اور کیسی فائل"!!!

وہ بے یقینی سے غرا رہی تھی۔

"زلیخہ!!!! داؤد کمال کے سینے کے آر پار ہونے والی پہلی گولی تمہاری پسل سے نکلنی چاہیے اگر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

اس کی بات سنتے زلیخہ خود پر ضبط کرتے داؤد کمال پر پسٹل تان کر اس پر اپنی گرفت مضبوط کر گئی تو اگلے ہی پل داؤد کمال بھی اس پر گن تان گیا۔

دو محبت کرنے والے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھا کر اب ایک دوسرے پر ریوالور تانے کھڑے تھے ۔ایک اگر جانا مانا مورو کیل تھا تو مقابل اسی کی بہادر اور نڈر بیوی۔

اس منظر کو دیکھتے عشرت جہاں کو اپنے سینے میں ٹھنڈک اترتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ چمکتی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھنے لگی جہاں وہ دونوں آنکھوں میں "آر یا پار" والے جذبات لئے ایک دوسرے پر گن تانے کھڑے تھے۔

داؤد کو زلیخہ پر گن تانے دیکھ کر وہاں موجود عشرت جہاں کے گارڈز تیزی سے اپنی اپنی گن نکال کر داؤد کمال پر تان گئے۔

"عورت پہلے شکار بنتی ہے اور پھر شکاری"!!!!

سرد آواز میں بولتی زلیخہ ایک دم ہاتھ میں پکڑی پسٹل کا رخ عشرت جہاں کی طرف کر گئی تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس نے گردن ذرا سی موڑ کر دیکھا تو داؤد سمیت سب گارڈز کی پسٹل کا رخ اس کی اور حمدانی کی طرف تھا۔

یہ کیا ہوا تھا؟؟ساری گیم کیسے الٹ گئی تھی؟؟سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا پھر چوک کہاں ہوئی؟؟

"جیتنے کا اصلی مزہ تب ہے جب ساری دنیا آپ کی ہار کے یقین میں ہو۔میں نے زندگی سے یہی سیکھا ہے کہ جب کوئی تمہیں پاگل بنانے کی کوشش کرے تو خود کو مزید احمق ظاہر کرو۔"

وہ مضبوط لہجے میں بول رہا تھا جب کہ عشرت جہاں کا دماغ چکرا رہا تھا۔زلیخہ نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔

وہ ایک دم تپش میں آتی گولی چلانے لگی پر گولی ہوتی تو چلتی!!!داؤد کمال سکون سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

★★★★★★

"عورت پہلے شکار بنتی ہے اور پھر شکاری"!!!!

سرد آواز میں بولتی زلیخہ ایک دم ہاتھ میں پکڑی پسٹل کا رخ عشرت جہاں کی طرف کر گئی تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس نے گردن ذرا سی موڑ کر دیکھا تو داؤد سمیت سب گارڈز کی پسٹل کا رخ اس کی اور حمدانی کی طرف تھا۔

یہ کیا ہوا تھا؟؟ساری گیم کیسے الٹ گئی تھی؟؟سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا پھر چوک کہاں ہوئی؟؟

"جیتنے کا اصلی مزہ تب ہے جب ساری دنیا آپ کی ہار کے یقین میں ہو۔میں نے زندگی سے یہی سیکھا ہے کہ جب کوئی تمہیں پاگل بنانے کی کوشش کرے تو خود کو مزید احمق ظاہر کرو۔"

وہ مضبوط لہجے میں بول رہا تھا جب کہ عشرت جہاں کا دماغ چکرا رہا تھا۔زلیخہ نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔

وہ ایک دم تیش میں آتی گولی چلانے لگی پر گولی ہوتی تو چلتی!!! داؤد کمال سکون سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ سب کیا تماشہ ہے؟ کیا کیا ہے تم نے میرے ساتھ دھوکے باز فاحشہ لڑکی"!!!

اپنی بے بسی دیکھتی عشرت جہاں بولی نہیں چیخی تھی پر اگلے ہی لمحے ایک اور چیخ اس کے حلق سے برامد ہوئی جب داؤد کمال کا بھاری ہاتھ اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

تھپڑ کی شدت اتنی تھی کہ اس کا گال سنسنا اٹھا۔

"میں عورت پر ہاتھ اٹھانے والے کو مرد نہیں مانتا پر میرے لئے وہ مرد اس سے بھی زیادہ نامرد ہے جو اپنی عورت پر انگلی اٹھانے والے کو یوں ہی جانے دے۔میری بیوی کے متعلق ایک بھی غلط لفظ مزید کہو پھر میں تمہیں دکھاؤں گا جہنم کیا ہوتی ہے"!!!

داؤد کمال کا جنوں میں ڈوبا ایک ایک لفظ عشرت جہاں کے ساتھ ساتھ وہاں کھڑے ایک ایک فرد کے رونگٹے کھڑے کر گیا۔

داؤد کمال کی نگاہ غیر ارادی طور پر زلیخہ پر پڑی جو تیورا کر گرنے والی تھی۔وہ ایک دم آگے بڑھتا اسے گرنے سے پہلے اپنے بازوؤں میں سمیٹ گیا جو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

اسے اس حالت میں دیکھتی عشرت جہاں ایک دم پاگلوں کی طرح ہنس دی اور ہنستی ہی چلی گئی۔

"صرف ایک مرتبہ پوچھوں گا۔ تم نے کیا کیا ہے میری بیوی کے ساتھ؟؟"

داؤد کمال سرخ آنکھوں کو اس کے منحوس چہرے پر گاڑتا پوچھنے لگا۔

"داؤد کمال مجھے تم سے شاید ابھی سے ہی تمہاری دنیا میں نہ آنے والی اولاد کی موت کا افسوس کر لینا چاہئے. تمہاری پاگل بیوی کو لگتا تھا لا کٹ یہاں وہاں پھینک کر اور اپنی رپورٹس غائب کر کے مجھ سے اپنی ماں بننے کی خبر چھپا لے گی تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ اڑتی چڑیا کے پر تک گن لوں میں یہ تو بہت چھوٹی سی خبر تھی۔ تمہارے سے پہلے تمہاری اولاد کو جہنم واصل کر دیا میں نے۔"

اس کی بات پر داؤد کمال کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا تھا۔ سانس جیسے سینے میں کہیں اٹک گیا تھا۔

آدمیوں میں چھپے طالب اور نوال یہ بات سنتے تیزی سے آگے آئے تھے۔

"بھیا آپ بھابھی کو لے کر فوراً ہسپتال پہنچیں ہم یہاں سمبھال لیں گے سب۔ وقت ضائع مت کریں!!!"

طالب کمال کی بے پرداؤد تیزی سے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زلیخہ کو لئے تیزی سے وہاں نکلا جب کہ طالب اور نوال پاگلوں کی طرح ہنستی عشرت جہاں اور سپید کھڑے حمدانی کی طرف بڑھے۔

"سرتاج!!!ہاتھوں میں بت کھجلی ہورہی ہے"!!!

نوال چہرے سے ماسک اتارتی طالب کی طرف دیکھتی بے چارگی سے بولی۔

"تومٹالو جان!!!اتنے بھاری دوعدد پنچنگ بیگز موجود ہیں سامنے"!!!

وہ عشرت جہاں اور حمدانی کی بھاری بھرکم جسامت پر چوٹ کرتا بولا۔

"تجھے کیا لگتا تھا بڑھیا تو ہم دونوں بہنوں کو جدا کردے گی تو ہم کبھی مل نہ پائیں گے؟؟مذاق سمجھا ہے کیا۔نوال بخش دوستوں کو نہیں بھولتی دشمنوں کو کیسے بھولے گی؟دشمن بھی وہ جو سانپ سے زیادہ زہریلا ہو"!!!

نوال کی بات پر عشرت جہاں کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔

"تت۔۔۔تمہیں کیسے؟؟"

خوف اور حیرت کے باعث اس کی آواز حلق میں ہی کہیں اٹک رہی تھی۔

"تجھے کیا لگا تھا بڑھیا تو ایک ماں باپ کی پیدا کی گئی اولاد کو جدا کر دے گی اور وہ کبھی مل نہ پائیں گے۔ کیپٹن نوال بخش کے لئے اپنی گمشدہ بہن کا پتا لگانا بلکل بھی مشکل نہ تھا۔"

وہ اپنی باتوں سے عشرت جہاں کو جھٹکے پر جھٹکا دیے جا رہی تھی۔

"حیران مت ہو۔ پوری سچائی جاننے سے پہلے تمہیں بلکل بھی مرنے نہیں دوں گی۔ چلو شروع سے کہانی سناتی ہوں۔ سرتاج ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلیز"!!!!

عشرت جہاں کا رنگ مزید پیلا کرنے کے بعد وہ ایک شان سے سامنے صوفے پر بیٹھتی طالب کو آواز لگا گئی۔ وہ ایک آدمی کو اشارہ کرنے کے بعد اس کے بغل میں ہی بیٹھ گیا۔

"کہانی شروع ہوتی ہے ہمارے یعنی زلیخہ آپی اور میرے والدین کی وفات کے بعد سے۔ پسند کی شادی کی وجہ سے امیر کبیر ددیال نے منہ موڑ لیا تو اس وقت تمھارے شیطانی دماغ نے کام کیا۔ اکرام بخش کی ساری دولت تو زلیخہ کے نام تھی جو تم اس کے جوان ہونے کے بعد ہی حاصل کر سکتی تھی اس لئے نوال تو تمھارے لئے بیکار تھی۔ تم نے سوچا فضول کا طوق کیا گلے میں ڈالنا۔ تم نے مجھے یتیم خانے بیچ دیا پر تمہاری بری قسمت کہ کوئی نسلی خاندان مجھے لے گیا۔ جنہوں نے نہ صرف پڑھایا لکھایا قابل بنایا بلکہ اپنے خاندان کو ڈھونڈھنے کا سبق بھی دیا۔ آرمی میں جانے کا شروع سے ہی جنوں تھا اور اس جنوں کو منزل بھی حاصل ہو گئی۔ بہادری کی بنا پر بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کر لیں اب باقی بچی تھی میری فیملی۔ ماں باپ کے انتقال اور ایک بہن کی یاد کچے ذہن سے پکے ذہن تک میرے ساتھ آئی۔ ایک مشن کے دوران کیپٹن طالب کمال سے ٹکراؤ ہوا اور مجھے جینے کا مقصد مل گیا۔ طالب کمال میرے لیڈر کا چھوٹا

بھائی تھا۔اب ایک ہی مقصد تھااپنی بہن زلیخہ کوڈھونڈھناپر یہ مشکل بھی ہمارے لیڈر نے حل کر دی۔
اب جانناچاہوہی ہمارالیڈر کون ہے؟؟"

وہ عشرت جہاں کی دیکھتی بولی تووہ بے ساختہ سر ہلا گئی۔

"میجر داؤد کمال"!!!

یہ ہوادھماکا!!!

"میجر داؤد کمال جنھیں تم ایڈووکیٹ داؤد کمال کے نام سے جانتی ہو۔وہ ایک ایس آئی ہیں۔۔۔سیکرٹ ایجنٹ!!!!تمہارے کالے دھندے کی جانچ پڑتال کے بعد ایک دن اچانک برستی رات میں لیڈر کا ٹکراؤہوازلیخہ آپی سے۔تمہیں کیالگتاہے داؤد کمال پاگل یااندھاہے کہ ایک لڑکی آدھی رات کہیں سے اچانک نمودار ہوکر فرضی کہانی سناتی شادی کی پیش کش کردے گی اور داؤد کمال فوری طور پرہاں کرتے اسے اپنی پتنی بنالے گا"!!!!

نوال کی بات پر طالب نفی میں سر ہلا گیا۔یہ لڑکی نہیں سدھر سکتی تھی۔عشرت جہاں تو بے یقینی کے مارے دنیا سے کوچ کرنے کے درپر تھی۔

"نکاح سے پہلے چند ایک میسجز سے ہی تمہاری اور زلیخہ آپی کی ساری حقیقت سامنے آچکی تھی۔داؤد بھیا نے سوچا ایک کھیل تم کھیل رہی ہو ایک وہ کھیل لیں۔جو کچھ بھی ہوا ہماری مرضی سے ہوا تمہاری مرضی سے نہیں!!!زلیخہ آپی کے گلے میں موجود لاکٹ میں چھپے کیمرے کا راز بھی وہ پہلے ٹکراؤ میں ہی پا چکے تھے۔نکاح کے بعد ساری صورت حال جان لینے کے بعد داؤد بھیا اپنی حقیقت آپی پر آشکار کر چکے تھے۔وہ جان چکے تھے کہ آپی شکاری نہیں شکار ہیں۔انہوں نے ہمیشہ انتظار کیا آپی کب ان پر اعتماد کر کے ساری سچائی بیان کریں اور آخر کار یہاں آنے سے چند روز قبل وہ ساری حقیقت بھیا پر کھول چکی تھیں۔اس کے بعد جو بھی کھیل کھیلا گیا وہ تم نے نہیں بلکہ ہم سب نے مل کر کھیلا۔بہت سکون سے تمہاری آنکھوں میں مٹی جھونکی۔آپی کا یہاں آنا اور اس کے بعد سے اب تک سارا پلان داؤد بھیا کا تھا تا کہ تمھارے کالے کرتوت سامنے لائے جائیں۔اب تمہاری وجہ سے اگر میری بہن یا بھانجے کو کچھ ہوا تو خدا قسم تمہارا انجام یہ نوال بخش خود طے کرے گی۔"

وہ آخر میں عشرت جہاں کو وارن کرتی نفرت امیز نظروں سے اسے دیکھتی ایک آدمی کو ان دونوں کو باندھ کر مطلوبہ منزل تک پہنچانے کا حکم دیتی طالب کے ہمراہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

★★★★★★

زلیخہ صرف خوف اور پریشانی کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی باقی سب ٹھیک تھا۔عشرت جہاں کا بھیجا گیا دوا ملا جوس وہ پھینک چکی تھی۔ڈاکٹر نے ڈرپ لگا کر گھنٹے تک ہوش میں آنے کا بتایا تھا۔

نوال اور طالب ہسپتال آئے تو نوال کو زلیخہ کے پاس چھوڑتا وہ طالب کو لئے گھر کی طرف نکل گیا۔

وہ دونوں گھر آئے تو لاؤنج خالی پڑا تھا۔فار اکمال یقیناً اپنے کمرے میں تھی۔داؤد نے اشعر کے نمبر پر کال کر کے اسے نیچے آنے کو کہا اور طالب کو فار اکمال کو بلانے بھیجا۔خود وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

تین منٹ ہی گزرے تھے جب اشعر سیڑھیاں اترتا وہاں آتا دکھائی دیا۔اگلے ہی پل فار اکمال اور طالب کمال بھی آگے پیچھے وہاں داخل ہوئے۔

"یہ عدالت کس خوشی میں سجی ہے؟؟؟"

فار اکمال ناگواری سے داؤد کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

"آدم کمال کی موت کے اعزاز میں"!!!

داؤد کمال کی آواز سرد اور ہر تاثر سے پاک تھی۔دھیمے لہجے میں کوئی ایسا احساس تھا جو وہاں کھڑے افراد کے رونگٹے کھڑے کر گیا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بیٹے میرے آدم کے بارے میں اس کی طرح بولنے کی۔"

فار اکمال تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

"ایسا کیوں کیا ممی؟؟میں تو ماں سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا تھا۔پیدا کرنے والی ماں سے زیادہ آپ کو عزت اور محبت دی۔آپ کی خاطر اپنا بچپن سیاہ کر لیا جوانی ویران کر لی پھر آپ کیوں اس قدر میری نفرت میں ڈوب گئی"!!!

اس کے الفاظ میں ٹوٹے کانچ کی چبھن تھی۔آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں۔طالب اور اشعر حقیقت سے آگاہ تھے سو لب بھینچے کھڑے رہے۔اپنے بھیا کی یہ حالت دیکھتے ان کا دل بھی اداس ہو رہا تھا۔

"میری نفرت میں اس قدر اندھی کیوں ہو گئیں کہ میرے آدم کمال کی جان ہی لے بیٹھی آپ !!!!"

فارا کمال کو یوں محسوس ہوا جیسے قیامت سے قبل صور پھونکا گیا ہے۔سیڑھیوں کے پاس کھڑی زونیہ جمال اپنی جگہ پر پتھر ہو چکی تھی۔یہ کسی حقیقت تھی جو آج آشکار ہوئی تھی؟؟

"میری نفرت میں اس قدر اندھی کیوں ہو گئیں کہ میرے آدم کمال کی جان ہی لے بیٹھی آپ !!!!"

فارا کمال کو یوں محسوس ہوا جیسے قیامت سے قبل صور پھونکا گیا ہے۔سیڑھیوں کے پاس کھڑی زونیہ جمال اپنی جگہ پر پتھر ہو چکی تھی۔یہ کسی حقیقت تھی جو آج آشکار ہوئی تھی؟؟

"کیا بکواس کر رہے ہو؟؟ہوش میں تو ہو تم؟؟؟"

وہ حلق کے بل غرائی تھی۔بس نہ چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھے داؤد کمال کا قتل کر ڈالے۔

"اسی بات کا تو افسوس ہے!!!کاش کبھی نہ ہوش میں آتا"!!!

ٹوٹے بکھرے لہجے میں گہرا دکھ تھا۔ایسا دکھ جو سانسوں کے ساتھ ہی ختم ہو۔

"جس حمدانی کو آپ نے میرے قتل کے لئے رقم دی تھی اسی حمدانی نے آپ کو ڈبل کراس کر کے آدم کمال کو مار ڈالا۔آدم کمال کو حمدانی نے نہیں بلکہ آپ نے خود مارا ہے ممی"!!!!

وہ حقیقت آشکار کرنے پر آیا تو سچ برداشت نہ کرتی فارا کمال ایک دم اس پر جھپٹی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح چیختی داؤد کمال کے چہرے پر ہاتھ مار رہی تھی اور وہ بھی اللہ کا ایسا بندہ تھا کہ اتنا کچھ جان لینے کے بعد بھی ماں جیسی اس عورت کے ہاتھ روکنے کی گستاخی نہ کر پا رہا تھا اور چپ چاپ اس کے وار برداشت کرتا چلا جا رہا تھا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم بکواس کرتے ہو میرا آدم نہیں مر سکتا۔ تمہیں مارنا چاہئے تمہیں موت آنی چاہئے۔ نفرت ہے مجھے تمہاری اس بدصورت کالی شکل سے۔ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گی۔ میرا آدم کہاں ہے کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ۔ بتاؤ کہاں چھپایا ہے میرے آدم کو"!!!

اس کا پاگل پن جب برداشت سے باہر ہوا تو اشعر آگے بڑھتا فارا کمال کو آدم سے دور کر گیا۔ وہ مچل مچل کر اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہی تھی پر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

"آدم کمال کو آپ مار چکی ہیں اپنے ہاتھوں سے خود تو اب پھر کس آدم کو آواز دے رہی ہیں۔"

اشعر کی سرد آواز پر ایک دم فارا کمال نے چیخنا چلانا بند کر دیا۔

"مر گیا؟؟ آدم مر گیا؟؟؟ ہاہاہا آدم مر گیا۔ میرا آدم مر گیا۔"

وہ ایک دم دونوں ہاتھوں سے اپنے بال کھینچتی پاگلوں کی طرح ہنستی زور زور سے ایک ہی جملہ دہرانے لگی پھر یوں ہی ایک دم حواس کھوتی ایک طرف لڑھک گئی۔

داؤد کمال ضبط کی سرخی سے لبریز آنکھوں سے یہ تکلیف دہ منظر دیکھ رہا تھا. جس عورت کو ہمیشہ سگی ماں سے بڑھ کر عزت اور محبت دی اس کی ایسی حالت دیکھنا کہاں آسان تھا داؤد کمال کے لئے۔

وہ اچھے سے جانتا تھا آدم کمال وہ طوطا تھا جس میں فار اکمال کی جان قید کی تھی۔اپنی تمام اولاد سے بڑھ کر عزیز تھا انھیں وہ۔وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ فار اکمال یہ ساری حقیقت جاننے کے بعد کبھی نارمل نہیں رہ سکے گی پر سچ سے پردہ اٹھانا بہت ضروری تھا۔ایک آخری نظر ان کے وجود پر ڈالتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

چار ماہ بعد

"جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ داؤد آفس سے نکل چکے ہیں بس آتے ہی ہوں گے اب"!!!

زلیخہ کی بات پر نوال اور زونیہ دونوں نے اپنا اپنا کام چھوڑ کر اس کی طرف رخ کیا تو ان دونوں کو خود کو گھورتے پا کر زلیخہ سٹپٹا گئی۔

"کیا ہوا ایسے خونخوار نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو تم دونوں مجھے"!!!

وہ جان کر انجان بنتی چہرے پر نا سمجھی کے تاثر سجائے ان سے سوال کر گئی۔

"بہن پچھلے دو گھنٹے سے آپ کا ایک ہی ڈائلاگ سن سن کر تھک گئے ہیں ہم۔"

نوال ہاتھ میں پکڑا غبارہ ڈبل سائیڈڈ ٹیپ سے بیڈ کے ساتھ چپکاتی عاجز آتی بولی تھی.

"ہاں تو خود مہارانی صاحبہ ٹھاٹھ سے بیٹھی ہم معصوم لوگوں پر حکم چلا رہی ہیں۔"

بیڈ پر پھولوں کی پتیاں بکھیرتی زونی کی زبان میں بھی کھجلی ہوئی تھی۔

"کیوں کہ داؤد نے سختی سے منع کیا ہے کسی بھی کام کو ہاتھ لگانے سے۔ اور کیسی بہنیں پلس دیورانیاں ہو تم دونوں اتنے سے کام پر بھی سو باتیں سنا رہی ہو"!!!

گود میں رکھی پلیٹ سے سیب کا ٹکڑا کانٹے میں پھنسا کر منہ میں رکھتی وہ سکوں سے بولی تھی۔

"ویسے بھابھی داؤد بھائی کی سالگرہ پر آپ کو ساڑھی باندھنی چاہیے تھی"۔

زونیہ اس کے حلیہ کا تنقیدی جائزہ لیتی شوق سے بولی۔

"ہاں اور پھر داؤد بھیا ڈھول بجانے کے لئے دو عدد سٹکس کا بندوبست کرنا پڑتا"۔

نوال شرارت سے کہتی قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتے داؤد کی گاڑی کا ہارن سن کر وہ دونوں کمرے سے رفو چکر ہوئی تو زلیخہ بھی پلیٹ سائیڈ پر رکھتی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی تاکہ اپنا جائزہ لے سکے۔

داؤد تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا تو چونک کر دروازے پر ہی رک گیا. کمرے کی لائٹ بند تھی پر پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو محسوس کرتا وہ لب دباتا ہونٹوں پر مچلتی مسکان روک گیا۔ جانتا تھا اس کی محترمہ آج کچھ اسپیشل کیے بغیر سکون سے ہر گز نہیں بیٹھے گی۔

وہ اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کرتا مضبوط مگر خاموش قدم اٹھاتا ڈریسنگ کی طرف بڑھتا اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لے گیا تو زلیخہ بھی خوف سے چیخنے کی بجائے پر سکون سی مسکرا دی کیوں کہ وہ اس کی خوشبو سے اس کی موجودگی کا پتا لگا چکی تھی۔ داؤد ہاتھ بڑھا کر کمرے کی لائٹ آن کر گیا۔

"حیاتی"!!!

وہ محبت سے لبریز لہجے میں اسے پکار گیا تو وہ اس کے حصار میں سکون محسوس کرتی آنکھیں بند کر گئی۔

"ہمم؟؟"

"جان لینا چاہتی ہیں؟؟"

"میری سانسیں بھی آپ کو لگ جائیں۔ میں کیوں ایسا چاہوں گی؟"

"میں تو پہلے ہی سرتاپیر آپ کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں پھر یوں بن سنور کر کیوں اس دل پر قہر ڈھا رہی ہیں حیاتی ؟؟"

"میں چاہتی ہوں ازل تا ابد آپ صرف میرے ہی اسیر رہیں"!!!

"بندہ بشر سانسوں سے آزادی پاسکتی ہے پر آپ کی اسیری سے نہیں۔"

زلیخہ کا دل پگھلنے لگا۔ کیا تھا یہ انسان۔ اس قدر پیارا کیوں لگتا تھا۔

"اس قدر پیارے کیوں ہیں داؤد آپ ؟؟"

وہ اس کی طرف رخ موڑتی اس کے سینے میں پناہ گزین ہوتی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی بے ساختہ پوچھ اٹھی۔

"آپ کی حسن نظر کا کمال ہے ورنہ ہم کہاں سے پیارے ہیں۔ حسن محبوب میں نہیں بلکہ محب کی آنکھ میں ہوتا ہے۔"

اسے نرمی سے اپنے بازوؤں میں سمیٹے وہ جھک کر اس کی جبیں چوم گیا۔ اس کے لمس کی نرمی سے زلیخہ پگھلنے لگتی تھی۔

" کبھی مجھ سے دور مت جائے گا حیاتی!!! آپ کی جدائی کے چند دن بہت مشکل سے کاٹے تھے میں نے۔ ہجر کے بعد وصل کی حرارت نے سینے میں دہکتی آگ تو بجھا دی مگر اس کے بعد اب حرارت وصل بھی روح فرسا ہو گی"!!!

اس کے کانوں میں جھک کر سرگوشی کرتا وہ اسے مغرور ہونے پر مجبور کر رہا تھا. کٹھن دن گزر چکے تھے اب محض سکون تھا یا پھر محبت۔ بے پناہ اور بے شمار محبت!!!!

"اٹھ جائیں سرتاج!!! اور کتنا انتظار کروائیں گے ؟؟"

وہ اس کے سرپر کھڑی چیخ رہی تھی وہ بھی پچھلے ایک گھنٹے سے۔

"یار کل چلے جائیں گے گول گپے کھانے۔ فلحال سونے دو نا بہت تھک چکا ہوں"!!!

وہ کسلمندی سے کہتا پھر سے منہ چادر میں کرنے لگا جب وہ ایک دم آگے بڑھتی اس کے ہاتھ سے چادر کھینچ گئی۔

"آپ کی صورت حال دیکھ کر محسوس ہو رہا ہے کہ پریگننٹ میں نہیں آپ ہیں"!!!

وہ تڑخ کر بولا تو اس کی بات پر طالب استغفار پڑھتا ایک دم اٹھ بیٹھا۔

"یہ دیکھو میرے جڑے ہوئے ہاتھ۔زبان کو چلانے سے پہلے دماغ کو بھی تھوڑی سی زحمت دے لیا کرو میری ماں"!!!

وہ عاجز آتا اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑ گیا تو اس کی حالت دیکھتی وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

سرخ کھلتے ہوئے رنگ کا لباس پہنے بال کھلے چھوڑے چہرے پر مامتا کا نور لئے وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔طالب کا دل بے ساختہ زوروں سے دھڑکا تھا۔

"کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تمہیں "آئی لو ویو" بول سکوں؟؟"

وہ اس کے چہرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا محبت بھرے انداز میں بولا تھا۔

"اگر بدلے میں چار باتیں سن سکتے ہو تو "ہاں ضرور"

یہ چلی نوال کی زبان اور یہ بگڑے طالب کمال کے چہرے کے زاویے۔

وہ ایک دم اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر گراتا اسے گدگدانے لگا۔اگلے ہی لمحے نوال کی چیخیں اور طالب کمال کی ہنسی پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

دو ادھورے انسان پزل کے گمشدہ ٹکروں کی طرح ایک دوسرے کو مکمل کر چکے تھے۔ مکمل اور حسین!!!

تین ماہ پہلے فاراکمال کو فالج کا اٹیک ہوا تو اشعر گم سم ہو کر رہ گیا۔ جیسی بھی تھی وہ ایک ماں تھی۔ اولاد کبھی بھی چاہ کر بھی والدین سے نفرت نہیں کر پاتی۔ اشعر سب سے چھوٹا تھا اور سب سے نازک دل بھی۔

وہ بکھرا تو زونی نے بہت محبت اور نرمی سے اسے سمیٹ لیا۔ زونیہ کے لئے اشعر ایک فرشتہ تھا یا پھر اس سے بھی بڑھ کر۔ کون مرد ہو جو ہر رات بیوی کے پہلو میں ہو اور اس پر نظر بھی نہ ڈالے۔ بیوی اجازت نہ دے تو اف تک نہ کرے۔

اشعر نے زونیہ کے لئے سب کر دکھایا تھا۔ آدم کمال نے اگر اپنی محبت اشعر کمال کے لئے قربان کر دی تو اشعر کمال نے بھی اس قربانی کو حلال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

وہ شام کو آفس سے آ کر سو گیا تھا۔ اب اٹھا تو رات کے نو بج رہے تھے۔ کسلمندی سے رخ موڑا تو نظر سیدھا لال رنگ کے کارڈ پر پڑی جو اس کے بغل میں ہی پڑا تھا۔

اس نے کارڈ کھولا تو سامنے خوبصورت انداز میں چند الفاظ لکھے تھے۔

"Welcome to the beginning of new life my Dear Husband, waiting for you at PC Hotel Room No. 23"

اس نے یہ عبارت ایک مرتبہ پڑھی۔ پھر دو مرتبہ۔ پھر تین مرتبہ۔ پھر بار بار.

وہ کوئی بچہ نہ تھا جو اس عبارت اور ان الفاظ کا مطلب نہ سمجھتا۔ پر جو مطلب بن رہا تھا وہ سمجھ کے بھی سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔ بے یقینی حد سے سوا تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ بیڈ سے چھلانگ لگاتا الماری کے باہر لٹکے اپنے کپڑے پکڑتا باتھ روم میں بند ہو گیا۔ اسے جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچنا تھا۔

پندرہ منٹ پہلے نوال اسے میسج کر کے بتا چکی تھی کہ اشعر گھر سے نکل چکا ہے۔ اس نے جلدی جلدی اپنی تیاری کو آخری ٹچ دیتے ایک تفصیلی نگاہ ہوٹل کے کمرے پر ڈالی۔

کمرے میں سفید رنگ کا پینٹ ہوا تھا۔ کمرے کے درمیان میں جہازی سائز بیڈ پڑا تھا جس پر سفید ہی چادر بچھائی گئی تھی۔ پورے بیڈ کو گلاب کی پتیوں سے بھرا گیا تھا جب کہ بلکل درمیان میں ٹاول سے بنے دو ہنس سر جوڑے کھڑے تھے۔

بیڈ کی پشت پر تھوڑا اوپر دیوار پر لال ہی غباروں کی مدد سے beginning of new life لکھا گیا تھا۔

دائیں طرف موجود دیوار گیر شیشے کو لال اور سفید غباروں سے سجایا گیا تھا۔ کھڑکی پر سفید ہی پردے گرے تھے اور کمرے سے بیڈ تک گلاب کے پھولوں سے راہداری بنائی گئی تھی۔

یہ سب زونیہ کے ساتھ نوال سے سیٹ کروایا تھا۔ کمرے پر مطمئن نگاہ ڈالنے کے بعد اس نے ایک آخری نگاہ شیشے سے نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی۔

لال رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک پہنے لمبے بالوں کو کھلا چھوڑے ہونٹوں پر محض تیز سرخ لپ سٹک لگا رکھی تھی۔ آنکھوں پر نظر کی عینک کی جگہ لینز لگا رکھے تھے. اسے زیادہ تیار ہونے کی عادت نہ تھی اور اچھے سے جانتی تھی اس کا شوہر اس کی اتنی سی تیاری پر بھی مر مٹے گا. وہ ایک دفع پھر سے ہونٹوں پر سرخی رگڑ رہی تھی جب دروازہ ناک ہوا اور اگلے ہی پل کھل گیا۔ وہ دم سادھے کھڑی رہی جب دروازہ بند اور پھر لاک ہونے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

ہر بے چینی اور گھبراہٹ پیچھے چھوڑے وہ پیاری سی مسکان چہرے پر سجائے اس کی طرف مڑی جو پہلے کمرے کی سجاوٹ اور اب اپنی محبوب بیوی کی جان لیوا تیاری دیکھے ساکت کھڑا تھا.

"کیا یہ خواب ہے یا کوئی الوژن؟"

اس کی طرف بڑھتا وہ مسلسل اسے دیکھتا بے ساختہ پوچھ اٹھا۔

"محض حقیقت"!!!

محبت سے کہتی وہ دائیاں ہاتھ اس کے چہرے پر جما گئی تو وہ پلک جھپکتا اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں نے سوچا بس بہت ہوئی اس پیارے سے انسان کی آزمائش۔اس سے زیادہ تمہیں آزماتی تو تمہاری گنہگار ہوتی۔جو شخص مجھ سے بے لوث محبت کر سکتا ہے میں اسے اپنے سر کا تاج کیوں نہیں بنا سکتا.پرانی باتیں بھول کر ایک نئی زندگی جیتے ہیں۔کیا خیال ہے؟؟"

اس کے قریب تر ہوتی وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی پوچھ بیٹھی۔

"اندھا کیا چاہے؟دو آنکھیں"!!!

مسکراتی آواز میں کہتا وہ اسے نرمی سے خود میں سمیٹ گیا تو وہ کون ہوتی تھی ناشکری کرنے والی۔

آدم کمال دل کے جس خانے میں قید تھا زونیہ جمال اس خانے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تالا لگا چکی تھی۔

اسے ہمیشہ اس کے دل کے نہاں خانوں میں قید رہنا تھا۔کچھ کردار مر کر بھی امر ہوتے ہیں اور آدم کمال بھی ان میں سے ایک تھا۔

ختم شد